ALAHAZRAT-NETWORK
اعلحضرت نیٹ ورک
www.alahazratnetwork.org

علماء کے قوانین اس تیمم کرنے والے کے بارے میں جسے معلوم ہوا کہ زید کے پاس پانی ہے

# قوانین علماء فی متیمم علم عند زید ماء

۱۳۳۵ھ

تصنیف لطیف:۔

اعلیٰ حضرت، مجدد امام احمد رضا علیہ الرحمۃ

ALAHAZRAT NETWORK
اعلحضرت نیٹ ورک
www.alahazratnetwork.org

بسم اللہ الرحمن الرحیم

# رسالہ

# قوانین العلماء فی متیمم علم عند زید ماء [۱۳۳۵ھ]

## علماء کے قوانین اس تیمم کرنے والے کے بارے میں جسے معلوم ہُوا کہ زید کے پاس پانی ہے (ت)

شرح تعریف رضوی کے افادہ تیمم میں ضمناً اس مسئلہ کا ذکر آیا کہ اگر دوسرے کے پاس پانی پایا اور نہ مانگا اور تیمم سے پڑھ لی پھر مانگا اور اُس نے دے دیا تو نماز نہ ہوئی، نہ دیا تو ہوگئی۔ اس مسئلہ کی تفصیل و تحقیق وہاں لکھی کہ بجائے خود ایک رسالہ ہوگئی طول کے سبب اُسے وہاں سے جُدا کیا اور رسالہ کا حوالہ دیا۔ یہ وہ رسالہ ہے و باللہ التوفیق۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

| | |
|---|---|
| الحمد للہ الذی اسبل من بحر نداہ ماء ھداہ مع مصطفاہ فاعطانا بلا سؤال وطھرنا بہ من دنس | تمام تعریف خدا کے لیے جس نے اپنے بحرِ سخا سے آب ہدیٰ اپنے مصطفیٰ کے ساتھ بھیجا، تو ہمیں بے مانگے عطا کیا اور اس سے ہمیں گمراہی کے میل سے |

---

ف اقول جو تیمم سے ہوا اور جو تیمم کرنا چاہتا ہو تیمم دونوں پر صادق ہے اور ان مسائل میں دونوں کا ذکر ہے پھر علم کہا مرأی نہ کہا کما قال او کہ علم شرط ہے دیکھنا ضرور نہیں جیسے پانی اُس سے آڑ میں ہے یا یہ اندھا ہے اور اسے علم آیا کہ دوسرے کے پاس پانی ہے اور زید کہا رفیق نہ کہا کما قالوا کہ رفیق ہونا کچھ شرط نہیں ۱۲ منہ غفرلہ۔ (م)

الضلال ؛ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ؛ وبارك وشرف ؛ ومجد وكرم ؛ علی التوالی والتواتر والاتصال ؛ الٰی ابد الاٰباد من ازل الاٰزال ؛ وعلٰی اٰلہ وصحبہ خیر صحب واٰل ؛

پاک کیا۔ خدائے برتر ان پر درود و سلام نازل فرمائے اور برکت وشرافت، بزرگی وکرامت بخشے۔ پے بہ پے لگاتار اور پیہم، ابدوں کے ابد تک، ازلوں کے ازل سے۔ اور ان کی آل واصحاب پر جو بہتر آل واصحاب ہیں۔ (ت)

متیمم کہ دوسرے کے پاس پانی پائے یہ مسئلہ بہت معرکۃ الآراء وطویلۃ الاذیال ہے اکثر کتب میں اُس کے بعض جزئیات مذکور ہیں امام صدر الشریعۃ نے شرح وقایہ پھر محقق ابراہیم حلبی نے غنیہ شرح منیہ میں پھر محقق زین العابدین نے بحرالرائق میں رحمھم اللہ تعالٰی ورحمنا بھم (خدائے برتر ان پر رحمت فرمائے اور ان کی برکت سے ہم پر رحمت فرمائے۔ ت) اُس کے لیے قوانین کلیہ وضع فرمانا چاہے کہ جمیع شقوق کو حاوی ہوں۔ فقیر اولاً چند مسائل ذکر کرے جن کا لحاظ ہر ضابطہ میں ضروری ہے وہی اپنے اختلافات پر مادہ ہر ضابطہ ہیں پھر قوانین علما اور مالہا وما علیہا پھر وہ جو فیض قدیر سے قلب فقیر پر فائض ہوا وللہ الحمد واللہ المستعان وعلیہ التکلان (اور خدا ہی کے لیے ساری حمد ہے اور خدا ہی مستعان ہے اور اسی پر بھروسہ ہے۔ ت)

www.alahazratnetwork.org

مسئلہ ۱ ف۱: اگر دُوسرے کے پاس اتنا پانی ہو کہ اس کی طہارت کو کافی اور اس کی حاجت سے زائد ہو معلوم نہ تھا اور تیمم کرکے نماز پڑھ لی نماز کے بعد معلوم ہُوا تو نماز پر اس کا کچھ اثر نہیں نماز ہوگئی اگرچہ بعد نماز وہ اسے پانی خود یا اس کے مانگنے سے دے بھی دے۔

لما علمت ان لاقدرۃ الا بالعلم حتی لو وضع فی رحلہ ماء ونسیہ وصلی تمت وان تذکر بعد ھالم یعد کما تقدم مفصلا فی نمرۃ ۱۵۸۔

اس کی وجہ وہی ہے جو بیان ہُوئی کہ بغیر علم واطلاع کے قدرت نہیں۔ یہاں تک کہ اگر اپنے خیمہ میں پانی رکھا اور بھُول گیا اور نماز پڑھ لی تو پُوری ہوگئی۔ اگر بعد نماز یاد آیا تو اعادہ نہیں جیسا کہ نمبر ۱۵۸ میں تفصیل سے گزرا۔ (ت)

خانیہ میں ہے:

المصلی بالتیمم اذا وجد الماء بعد الفراغ من الصلاۃ لاتلزمہ الاعادۃ ولو وجد فی خلال الصلاۃ فسدت وکذا ف۲ لو وجد بعد التشہد قبل السلام وان ف۳ وجد بعد

تیمم سے نماز ادا کرنے والے کو جب نماز سے فارغ ہونے کے بعد پانی ملے تو اس پر اعادہ لازم نہیں اور اگر نماز کے درمیان پانی پائے تو نماز فاسد ہوگئی۔ اسی طرح اگر تشہد کے بعد سلام سے پہلے پائے۔ اگر ایک سلام

ماسلم تسليمة واحدة لو تفسد[1] پھیرنے کے بعد پائے تو نماز فاسد نہ ہوئی۔ (ت)

**مسئلہ ۲**: اگر نماز پڑھتے میں اس نے پانی لاکر رکھا کہ یہ لے لے یا مطلق کہا کہ جس کے جی میں آئے اس سے وضو کرے تو تیمم ٹوٹ گیا نماز جاتی رہی اس کا ذکر صفحہ نمبر ۲۱ میں گزرا مگر یہاں ایک استثنار نفیس ہے امام فقیہ النفس نے فرمایا اگر وہ کہنے والا نصرانی ہو نیت نہ توڑے کہ اس کے کہنے کا کیا اعتبار شاید مسخرہ پن سے کہتا ہو ہاں نماز کے بعد اس سے مانگے دے دے تو نماز پھیرے ورنہ ہو گئی۔ خانیہ میں ہے:

المصلي بالتيمم اذا قال له نصراني خذ الماء فانه يمضي على صلاته ولا يقطع لان كلامه قد يكون على وجه الاستهزاء فلا يقطع بالشك فاذا فرغ من الصلاة سأله ان اعطاه اعاد الصلاة والا فلا[2]

تیمم سے نماز ادا کرنے والے سے جب کوئی نصرانی کہے پانی لے تو نماز پڑھتا رہے قطع نہ کرے اس لیے کہ اس کا کلام بطور استہزاء بھی ہوتا ہے تو شک کی بنیاد پر قطع نہ کرے جب نماز سے فارغ ہو جائے تو اس سے طلب کرے اگر دے دے تو نماز کا اعادہ کرے ورنہ نہیں۔ (ت)

اسی طرح خلاصہ میں زیادات و فتاوی رزین سے ہے **اقول** علمائے کرام اکثر بجائے مناط ذکر مظنہ پر اکتفار فرماتے اور مثال سے مقصود کی راہ دکھاتے ہیں یہاں نہ نصرانی کی تخصیص نہ کافر کی خصوصیت بلکہ مدار ظن استہزا ہے اگر نصرانی یا کوئی کافر اس کا نوکر یا ماتحت یا رعیت یا اس کی شاگردی میں ہے یا اس سے کسی حاجت کی طمع رکھتا یا خوف کرتا ہے تو ان صورتوں میں اُس پر گمان استہزا نہ ہوگا نیت توڑنی ہو گی ہاں اگر پھر مانگے پر نہ دے تو تیمم باقی ہے و ذلك لظهور القدرة على الماء ظنا مع عدم ما يعارضه (وہ اس لیے کہ ظنی طور پر پانی پر قدرت ظاہر ہو گئی اور اس کا کوئی معارض موجود نہیں۔ ت) اور اگر کوئی فاسق بیباک تمسخر کا عادی ہے لوگوں سے یونہی کہا کرتا پھر نہیں دیتا ہے تو اُس کے کہنے پر نیت توڑنے کی اجازت نہ ہو گی۔

لان ابطال العمل حرام ولم يحصل الظن على القدرة بقول مثله من المستهزئين اللئام۔

اس لیے کہ عمل کا باطل کرنا حرام ہے اور اس جیسے کمینے تمسخر کرنے والے کی بات سے قدرت کا ظن حاصل نہ ہوا۔ (ت)

ہاں بعد نماز دے دے تو اعادہ کرنی ہو گی ورنہ نماز بھی ہو گئی اور تیمم بھی باقی واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[1] فتاوی قاضی خان فصل فیما یجوز لہ التیمم مطبع نولکشور لکھنؤ ۱/۲۷

[2] فتاوی قاضی خان فصل فیما بہ التیمم مطبع نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۳۰

مسئلہ ۳ : اگر اس نے اس سے پانی لینے کو نہ کہا مگر عین نماز میں اسے اس کے پاس کافی پانی ہونے کا علم ہوا **اقول** اگرچہ تذکر سے کہ پہلے اس کے پاس پانی ہونا معلوم تھا یاد نہ رہا تیمم کرکے نماز شروع کی نماز میں یاد آیا کہ فلاں کے پاس پانی ہے وھذا ظاھر جدا (اور یہ بہت ظاہر ہے ۔ ت) تو دو صورتیں ہیں اگر اسے گمان غالب ہو کہ مانگے سے دے دے گا تو نیت توڑے اور مانگے اور اگر گمان غالب ہو کہ نہ دے گا یا کسی طرف غلبۂ ظن نہ ہو شک کی حالت ہو تو نیت توڑنے کی اجازت نہیں ہوسکتی ۔ صدر الشریعۃ میں زیادات سے ہے : 3/3

المتیمم المسافر اذا رأی مع رجل ماء کثیرا وھو فی الصلاۃ وغلب علی ظنہ انہ لایعطیہ اوشك مضی علی صلاتہ لانہ صح شروعہ فلا یقطع بالشك وان غلب علی ظنہ انہ یعطیہ قطع الصلاۃ وطلب منہ الماء[1]

تیمم والا مسافر حالتِ نماز میں جب کسی کے پاس کثیر پانی دیکھے اور غالب گمان ہو کہ وہ اسے پانی نہ دے گا یا شک ہو تو نماز پڑھتا رہے اس لیے کہ اس کا شروع کرنا صحیح ہے تو شک کی وجہ سے نیت نہ توڑے گا اور اگر غالب گمان ہو کہ پانی دے دے گا تو نماز توڑ دے اور اس سے پانی طلب کرے ۔ (ت)

بعینہٖ اسی طرح بدائع وحلیہ میں جامع کرخی سے ہے :

www.alahazratnetwork.org

غیرانہ لیس فیہ ذکر ظن العطاء صریحا وانما دل علی القطع فیہ بالمفہوم

مگر اس میں دینے کا گمان ہونے والی صورت صراحۃً مذکور نہیں ۔ مفہوم سے معلوم ہوتا ہے کہ اس صورت میں نماز توڑ دینے کا حکم ہے ۔ (ت)

بزازیہ میں ہے :

ان علم انہ یعطیہ قطع وان اشکل لا[2]

اگر یہ جانتا ہو کہ وہ دے دے گا تو نماز توڑ دے اور اگر اشکال واشتباہ کی صورت ہو تو نہ توڑے (ت)

فتاوٰی امام قاضی خان میں ہے :

ف۲ المصلی بالتیمم اذا رأی سرابا ان کان

تیمم سے نماز ادا کرتے ہوئے اگر سراب (پانی کی شکل

---

[1] شرح الوقایہ    فصل فیما یجوز لہ التیمم    مطبع رشیدیہ دہلی    ۱/۱۰۱

[2] فتاوٰی بزازیۃ مع عالمگیری    فصل الخامس فی التیمم    مطبع نورانی کتب خانہ پشاور    ۴/۱۶

اکبر أیه انه ما یباح له ان ینصرف و ان استوی الظنان لا یحل له قطع الصلاۃ واذا فرغ من الصلاۃ ان ظہر انہ کان ماء یلزمہ الاعادۃ و الا فلا[1]۔

میں ریت) دکھائی دے تو اگر اس کا غالب گمان ہو کہ یہ پانی ہے تو اس کے لیے نماز توڑنا جائز ہے اور اگر دونوں گمان برابر ہوں تو نماز توڑنا جائز نہیں، اور نماز سے فارغ ہونے کے بعد ظاہر ہو جائے کہ پانی ہی ہے تو اعادہ لازم ہے ورنہ نہیں۔ (ت)

تنبیہ۔ اقول ف۱ ظاہر عبارات بحالت ظن غالب عطا وجوب قطع ہے،

لان ف۲ صیغۃ الاخبار اکد من صیغۃ الامر ولان بظن العطاء وان لم یقدر علی الماء حتی یبطل تیممہ لکن اورث شبہۃ قویۃ فی بقائہ فلا یحل المضی علیہ حتی یظہر بطلانہا ولان الصلاۃ بالتیمم ف۳ کاملۃ عندنا کالصلاۃ بالوضوء ولذا اصح ف۴ اقتداء المتوضئ بالمتیمم بل جاز بلاکراھۃ وان کان العکس افضل فھذا القطع لیس عہ للاکمال بل للابطال و

اس کی چند وجہیں ہیں (۱) اس لیے کہ صیغۂ خبر صیغۂ امر سے زیادہ مؤکد ہے (۲) اس لیے کہ دینے کا اسے گمان ہے تو اتنے سے پانی پر اسے قدرت نہیں حاصل ہوگئی کہ اس کا تیمم باطل ہو جائے لیکن اس گمان سے تیمم باقی رہ جانے میں ایک قوی شبہہ ضرور پیدا ہوگیا تو اس تیمم پر برقرار رہنا حلال نہ ہوگا جب تک کہ اس شبہہ کا بطلان ظاہر نہ ہو جائے (۳) اس لیے کہ ہمارے نزدیک تیمم سے نماز کی ادائیگی کامل ہے جیسے وضو سے نماز کامل ہے اسی لیے یہ درست بلکہ بلاکراہت جائز ہے کہ وضو والا

---

عہ فان قلت الیس قد قالوا ندب لراجی الماء تاخیر الصلاۃ الی اٰخر الوقت المستحب لیقع الاداء باکمل الطہارتین اقول الاکمل فوق الکامل والقطع انما جاء للاکمال لا للزیادۃ بعد الکمال قال فی البنایۃ علی قول

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ کیا علما نے یہ نہیں فرمایا کہ پانی ملنے کی امید ہو تو آخر وقت مستحب تک نماز مؤخر کرنا مندوب ہے تاکہ نماز کی ادائیگی دونوں طہارتوں میں سے اس طہارت سے ہو جو زیادہ کامل ہے اقول (جواب یہ ہے کہ) زیادہ کامل کا درجہ کامل سے اوپر ہے اور نماز توڑنا کامل کرنے ہی کے لیے ہے کامل ہو جانے کے بعد زیادتی کمال کے لیے نہیں ہے (باقی بر صفحہ آئندہ)

---

[1] فتاوٰی قاضی خان فصل فیما یجوز لہ التیمم مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۱/۲۸

لبس ثمہ فی المضی علی الصلاۃ ضرر علیہ یزال ومثل القطع لولم یجب لم یجز لقولہ تعالٰی ولا تبطلوا اعمالکم واللہ سبحٰنہ اعلم۔

تیمم والے کی اقتدا کرے اگرچہ اس کا عکس افضل ہے۔ تو اس گمان کے باعث نماز توڑنا اسے کامل کرنے کے لیے نہیں بلکہ باطل کرنے کے لیے ہے اور وہاں نماز پڑھتے رہنے میں اس کا کوئی نقصان بھی نہیں جسے دُور کرنا ہو۔ اور نماز توڑنا ایسا عمل ہے کہ اگر واجب نہ ہوتا تو اس کا جواز ہی نہ ہوتا اس لیے کہ باری تعالٰی کا فرمان ہے "اور تم اپنے عملوں کو باطل نہ کرو"۔ اور اللہ تعالٰی خوب جاننے والا ہے۔ (ت)

**مسئلہ ۴:** یہ حکم نماز کے قطع واتمام کا تھا۔ رہا یہ کہ اس سے پانی مانگنا اس پر واجب ہے یا نہیں **اقول** بحالِ ظن عطا تو وجوب میں شبہہ نہیں کہ اسی کے لیے نیت توڑنے کا حکم ہوا باقی دو حالتوں میں عبارت خلاصہ یہ ہے کہ بعد نماز پانی دیکھ کر مانگنا واجب ہونے نہ ہونے کا اختلاف آئندہ اور او رمسائل لکھ کر فرمایا:

ھذا کلہ قبل الشروع فی الصلاۃ ولو شرع بالتیمم فی السفر فرأی رجلا معہ ماء کثیر ان علم انہ یعطیہ یقطع الصلاۃ وان علم انہ لا یعطیہ یمضی علی صلاتہ وان اشکل یمضی علی صلاتہ ثم یسألہ ان اعطاہ اعاد الصلاۃ وان ابی فصلاتہ تامۃ۔[1]

یہ سارا حکم نماز شروع کرنے سے پہلے ہے اور اگر سفر میں تیمم سے نماز شروع کر دی پھر کسی کو دیکھا کہ اس کے پاس بہت سا پانی ہے تو اگر یہ جانتا ہو کہ وہ اسے پانی دے دے گا تو نماز توڑ دے۔ اور اگر جانتا ہو کہ نہ دے گا تو نماز پڑھتا رہے اور اگر اشتباہ ہو تو بھی نماز پڑھتا رہے پھر فارغ ہو کر اس سے مانگے اگر دے دے تو نماز کا اعادہ کرے اور انکار کرے تو نماز کامل ہوگئی۔ (ت)

اسی طرح ہندیہ میں محیط سرخسی سے ہے غیر انہ لم یذکر ظن المنع[2] (مگر انہوں نے منع وانکار کا گمان ہونے والی صورت نہ بیان کی۔ ت) اس کا یہ مفاد کہ بحالِ ظن منع سوال کی اصلاً حاجت نہیں اور بحالِ شک نماز

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

الھدایۃ باکمل الطہارتین وھو الوضوء وصیغۃ افعل تدل علی ان التیمم طہارۃ کاملۃ ولکن الوضوء اکمل منہا[3] اھ ۱۲ منہ غفرلہ (م)

ہدایہ کی عبارت "باکمل الطہارتین" (دونوں میں سے اکمل طہارت کے ذریعہ) پر بنایہ کے الفاظ یہ ہیں: وہ وضو ہے اور افعل کا صیغہ یہ بتا رہا ہے کہ تیمم بھی طہارت کاملہ ہے لیکن وضو اس سے زیادہ کامل ہے اھ ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

[1] خلاصۃ الفتاوٰی — الفصل الخامس فی التیمم — مطبوعہ نولکشور لکھنؤ — ۱/۳۳

[2] فتاوٰی ہندیہ — آخر فصل اول — مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور — ۱/۲۹

[3] البنایۃ فی شرح الہدایۃ — باب التیمم — المکتبۃ الامدادیۃ مکۃ المکرمہ — ۱/۳۲۶

www.alahazratnetwork.org

پُوری کرکے مانگے یہ صاف نہ فرمایا کہ مانگنا واجب ہے یا مستحب **اقول** مگر مسئلۂ ظن قربِ آب میں تصریح ہے کہ اگر قُرب مشکوک ہو طلب واجب نہیں صرف مستحب ہے، درمختار میں ہے:

الا یغلب علی ظنه قربه لا یجب بل یندب ان رجا والا لا۔[1]

اگر قربِ آب کا غالب گمان نہ ہو تو طلب واجب نہیں بلکہ مندوب ہے اگر امید رکھتا ہو ورنہ مندوب بھی نہیں۔ (ت)

شرح تعریفِ رضوی کے افادۂ پنجم میں اور بعض عبارات بھی اس کے مفید گزریں اور جوہرۂ نیرہ میں ہے:

اذا شك یستحب له الطلب[2] (شک کی صورت میں طلب مستحب ہے۔ ت) اسی طرح ہندیہ میں سراج وہاج سے ہے، بحر میں بدائع سے ہے:

اذا لم یغلب علی ظنه قربه لا یجب بل یستحب اذا کان علی طمع من وجود الماء[3]

قربِ آب کا غالب گمان نہ ہو تو طلب واجب نہیں بلکہ مستحب ہے جب کہ پانی موجود ہونے کی اسے کچھ امید ہو۔ (ت)

اس کے بکثرت مؤیدات عنقریب آتے ہیں ان شاء اللہ تعالٰی تو حاصلِ حکم یہ نکلا کہ بحالِ ظن عطا مانگنا واجب اور بحالِ شک مستحب اور بحالِ ظن منع مستحب بھی نہیں واللہ تعالٰی اعلم۔

**مسئلہ ۵:** صحیح ومعتمد وظاہر الروایہ یہ ہے کہ نماز میں بحالِ غلبۂ ظن عطا اگرچہ نیت توڑنے کا حکم ہے مگر فقط اس غلبۂ ظن سے نہ تیمم ٹوٹے نہ نماز جائے یہاں تک کہ اگر پُوری کرلی اور پھر مانگا اور اُس نے نہ دیا تو نماز بھی صحیح اور تیمم بھی باقی کہ ظاہر ہُوا کہ وُہ ظن غلط تھا۔ **اقول** یہ حکم خود انھیں عبارات مذکورۂ زیادات وجامع کرخی ومحیط سرخسی وخلاصہ وبزازیہ وصدر الشریعۃ وحلیہ وہندیہ سے ظاہر کہ قطع نماز کو فرمایا اور قطع وہی کی جائے گی کہ ہنوز باقی ہے باطل خود ہی معدوم ہوگئی قطع کیا ہو بحر میں ہے:

اذا کان فی الصلاۃ وغلب علی ظنه الاعطاء لاتبطل بل اذا اتمها وسأله ولم یعطه تمت صلاته لانه ظهر ان ظنه کان خطاء کذا فی شرح الوقایة

جب اندرونِ نماز ہو اور اسے غالب گمان ہوا کہ دے دے گا تو اس سے نماز باطل نہیں ہوجاتی بلکہ اس صورت میں جب نماز پُوری کرلے پھر مانگے اور وہ نہ دے تو نماز پُوری ہوگئی اس لیے کہ ظاہر ہوگیا

---

[1] درمختار باب التیمم مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۴۴
[2] الجوہرۃ النیرۃ " مکتبہ امدادیہ ملتان ۱/۲۸
[3] البحرالرائق مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۶۱

فعلم منه ان ما فی فتح القدیر من بطلانها بمجرد غلبۃ ظن الاعطاء لیس بظاهر الا ان قاضیخان فی فتاواہ ذکر البطلان فی هذہ الصورۃ بمجرد الظن عن محمد[1]۔

کہ اس کا گمان غلط تھا۔ ایسا ہی شرح وقایہ میں ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ محض غلبۂ ظنِ عطا سے بطلانِ نماز کی بات جو فتح القدیر میں ہے وہ ظاہر نہیں مگر قاضی خان نے اس صورت میں محض گمان کی وجہ سے بطلانِ نماز امام محمد سے اپنے فتاوٰی میں نقل فرمایا ہے (ت)

اسی طرح ردالمحتار میں نہر سے ہے:

قال لاتبطل کما جزم به الزیلعی وغیرہ فما فی الفتح فیه نظر نعم فی الخانیة عن محمد انها تبطل بمجرد الظن فمع غلبته اولٰی وعلیه یحمل ما فی الفتح[2] اھ

انہوں نے کہا: نماز باطل نہیں ہوجاتی جیسا کہ اس پر امام زیلعی وغیرہ نے جزم کیا ہے تو فتح القدیر میں جو لکھا ہے وہ محلِ نظر ہے۔ ہاں خانیہ میں امام محمد سے ایک روایت ہے کہ محض گمان سے نماز باطل ہوجاتی ہے تو غلبۂ ظن سے بدرجۂ اولٰی باطل ہوجائے گی اور اسی پر محمول ہے وہ جو فتح القدیر میں ہے۔ (ت)

**اقول** عبارۃ الخانیة المسافر اذا شرع فی الصلاۃ بالتیمم ثم جاء انسان معه ماء فانه یمضی فی صلاته فاذا سلم فسأله ان منع جازت صلاته وان اعطاہ بطلت وعن محمد رحمه اللّٰه تعالٰی اذا رأی فی الصلاۃ مع غیرہ ماء وفی غالب ظنه انه یعطیه بطلت صلاته[3] اھ

**اقول** (میں کہتا ہوں) خانیہ کی عبارت یہ ہے: "مسافر جب تیمم سے نماز شروع کردے پھر کوئی آدمی آئے جس کے پاس پانی ہو تو وہ نماز پڑھتا رہے جب سلام پھیرلے تو اس سے پانی مانگے اگر نہ دے تو اس کی نماز ہوگئی اور اگر دے دے تو باطل ہوگئی۔ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ "جب اندرونِ نماز دوسرے کے پاس پانی دیکھے اور اس کا غالب گمان یہ ہے کہ وہ اسے دے دے گا تو اس کی نماز باطل ہوگئی"۔

فلیس فیها عن محمد بطلانها

اس عبارت کے اندر امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی سے

---

[1] البحرالرائق باب التیمم مطبع سعید کمپنی کراچی ۱/۱۵۳

[2] ردالمحتار 〃 مصطفی البابی مصر ۱/۱۸۵

[3] فتاوٰی قاضی خان فصل فیما یجوز له التیمم مطبع نول کشور لکھنؤ ۱/۲۷

بمجرد الظن بالمعنی الذی اراد النهر بل قد قید صریحا بغلبۃ الظن ولو لم یقید لکان هو المراد اذ الظن الضعیف ملتحق بالشك کما صرحوا به فکیف تبطل بالشك صلاۃ صح الشروع فیها بیقین وکانه لم یراجع الخانیۃ واعتمد قول اخیه ذکر البطلان بمجرد الظن فحمله علی تجرید الظن عن الغلبۃ ولیس کذلك وانما مرادہ بمجرد الظن ای قبل ان یسأل فیظهر تحقیق ظنه او خیبته۔

اُس معنی میں مجرد ظن سے بطلان نماز کا ذکر نہیں جو صاحب النہر الفائق نے مراد لیا بلکہ اس میں تو صاف غلبۂ ظن کی قید موجود ہے اور اگر یہ قید نہ ہوتی تو بھی ظن سے غلبۂ ظن ہی مراد ہوتا اس لیے کہ ظنِ ضعیف تو شک میں شامل ہے جیسا کہ علما نے اس کی صراحت فرمائی ہے تو شک سے ایسی نماز کیسے باطل ہوجائے گی جسے شروع کرنا یقینی طور پر درست بھی ہوا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ صاحب نہر نے خود خانیہ کی مراجعت نہ فرمائی اور اپنے برادر (صاحب بحر) کی عبارت "ذکر البطلان بمجرد الظن" (مجرد ظن سے بطلان کا ذکر کیا ہے) پر اعتماد کرتے ہوئے اس کا معنی یہ لے لیا کہ گمان غلبہ سے خالی ہو حالانکہ ایسا نہیں۔ مجرد ظن سے ان کی مراد یہ ہے کہ محض گمان ہوا۔ یعنی ابھی مانگا نہیں کہ گمان کی درستی و کامیابی یا ناکامی منکشف ہو۔ (ت)

**ثم اقول** ما روی عن محمد رحمه اللّٰه تعالٰی یحتمل تاویلین الاول ان بطلت[1] بمعنی ستبطل کما هو معروف فی کلماتهم فی غیر ما مقام وقد بیناہ فی رسالتنا فصل القضاء فی رسم الافتاء۔ الثانی ان المعنی ان حکم نفس هذہ الصورۃ هو البطلان حتی لو لم یزد علی هذا او مضی علی صلاته ولم یسأل بعدها حکم ببطلانها سواء اعطاہ صاحب الماء بدون سؤال اولا وعبارۃ الفتح هکذا جماعۃ[2] من المتیممین وهب لهم صاحب الماء فقبضوہ لاینتقض تیمم احد منهم لانه لایصیب کلا منهم ما یکفیه علی قولهما وعلی قول ابی حنیفۃ رضی اللّٰه

**ثم اقول** امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی سے جو روایت آئی ہے اس میں دو تاویلیں ہو سکتی ہیں: اول یہ کہ "باطل ہوئی" کا معنی یہ ہے کہ ابھی باطل ہوجائے گی جیسا کہ ان حضرات کی عبارتوں اور متعدد جگہوں میں یہ معنی معلوم و معروف ہے۔ اور ہم نے اسے اپنے رسالہ "فصل القضاء فی رسم الافتاء" میں بیان کیا ہے۔ دوم یہ کہ خود اس صورت کا حکم یہ ہے کہ نماز باطل ہوگئی یہاں تک کہ اگر اس نے اس سے زیادہ کچھ نہ کیا اور نماز پڑھ لی، بعد میں مانگا بھی نہیں تو اس نماز کے باطل ہونے کا حکم ہوگا خواہ پانی والا بغیر مانگے اسے دے یا نہ دے۔ اور فتح القدیر کی عبارت اس طرح ہے: تیمم والوں کی جماعت ہو رہی ہے انہیں پانی کے مالک نے پانی ہبہ کر دیا جس پر وہ قابض

تعالٰی عنہم لا تصح ھذہ الھبة للشیوع ف۱ ولو عین الواھب واحدا منھم یبطل تیممہ دونھم حتی لوکان اماما بطلت صلاة الکل ف۲ وکذا لوکان غیر امام الا انہ لما فرغ القوم سألہ الامام فاعطاہ تفسد علی قول الکل لتبین انہ صلی قادرا علی الماء واعلم انھم فرعوا لوصلی بتیمم فطلع علیہ رجل معہ ماء فان غلب علی ظنہ انہ یعطیہ بطلت قبل السؤال وان غلب ان لا یعطیہ یمضی علی صلاتہ وان اشکل علیہ یمضی ثم یسألہ فان اعطاہ ولوبیعا بثمن المثل ونحوہ اعاد والا فھی تامة وکذا لواعطاہ بعد المنع الا انہ یتوضأ ھنا لصلاة اخری وعلی ھذا فاطلاق فساد الصلاة فی صورة سؤال الامام اما ان یکون محمولا علی حالة الاشکال او ان عدم الفساد عند غلبة ظن عدم الاعطاء مقید بما اذا لم یظھر لہ بعدہ اعطاؤہ[۱] اھ وانت تعلم ان ف۳ ھذہ العبارة بعیدة عن ذینک التاویلین اما الاول فظاھر واما الثانی فلان مفاد ما حکاہ عندہ ان عند ظن العطاء او المنع لا توقف علی السؤال بل صحت فی ظن المنع وبطلت فی ظن العطاء سأل اولم یسأل انما یتوقف الامر علی السؤال عند الشك والاشکال ولذا فھم

بھی ہو گئے تو ان میں سے کسی کا تیمم نہ ٹوٹے گا اس لیے کہ ہر ایک کو اتنا نہ پہنچے جو اس کے لیے کافی ہو یہ حکم بر قول صاحبین ہے۔ اور امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کے قول پر یہ ہبہ ہی شیوع کی وجہ سے صحیح نہیں، اور اگر ہبہ کرنے والے نے ان میں سے کسی ایک کو معین کر دیا تو اس کا تیمم باطل ہو جائے گا باقی لوگوں کا نہیں یہاں تک کہ وہ شخص معین اگر امام تھا تو سب کی نماز باطل ہو گئی۔ اسی طرح اگر غیر امام ہو۔ مگر یہ کہ جب لوگ نماز سے فارغ ہو گئے تو امام نے اس سے پانی مانگا اس نے دے دیا تو سب کے قول پر نماز فاسد ہو گی اس لیے کہ ظاہر ہو گیا کہ اس نے پانی پر قدرت ہوتے ہوئے نماز ادا کی۔ جاننا چاہئے کہ مشائخ نے یہ تفریع فرمائی ہے کہ اگر کسی نے تیمم سے نماز شروع کی پھر اس کے سامنے ایسا شخص نمودار ہوا جس کے پاس پانی ہے تو اگر اس کا غالب گمان یہ ہو کہ وہ پانی دے دے گا تو مانگنے سے پہلے ہی نماز باطل ہو گئی اور اگر غالب گمان یہ ہو کہ نہ دیگا تو نماز پوری کرے اور اگر اشتباہ کی صورت ہو تو نماز پوری کرے پھر اس سے مانگے اگر دے دے خواہ ثمن مثل کے بدلے بیع وغیرہ سے ہی دے تو نماز کا اعادہ کرے ورنہ نماز کامل ہو گئی۔ اسی طرح اگر انکار کرنے کے بعد دے مگر اس صورت میں وہ یہاں کسی دوسری نماز کے لیے وضو کرے گا۔ تو امام کے مانگنے کی صورت میں فساد نماز کو مطلقاً کہنا یا تو حالت اشتباہ پر محمول ہو گا یا اس پر کہ نہ دینے کا غلبۂ ظن ہونے کی صورت میں عدم فساد اس سے مقید ہے کہ ابھی اس کے دینے کا حال ظاہر نہ ہوا ہو اھ ناظر کو

www.alahazratnetwork.org

---

[۱] فتح القدیر باب التیمم مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۱۱۹

المخالفة بينه وبين فرع سؤال الامام حيث حكموا فيه ببطلان صلاتهم اذا اعطاه وهو باطلاقه يشمل ما اذا كان الامام ظن فی صلاته عطاء او منعا او شك فتوقفت الصحة فی ظن المنع ايضا علی ما يتبين من الحال بعد السؤال ولذا ردد التوفيق بين حملين اما ان يخص الفرع بصورة الشك فيصح التوقف علی السؤال او يقال ان فی ظن المنع ايضا يزول حكم الصحة بظهور خطائه بعد الصلاة فهذا ما فهمه ورامه رحمه الله تعالیٰ وهو غير منسوج علی منوال ما روی عن الامام الربانی رحمه الله تعالیٰ كيف وقد نسبه الی المشايخ انهم هم الذين فرعوه وانت تعلمان ما حكاه عين ما فی الخلاصة سوی ان فيها ان علم انه يعطيه يقطع الصلاة و وقع بدله فی الفتح بطلت قبل السؤال وليس مفادها البطلان بمجرد ظن العطاء ولا الجزم بالصحة مطلقا فی ظن المنع حتی لا تعادوان اعطی ولا تخصيص احالة الحكم علی ما يتبين بعد السؤال بصورة الاشكال بل هو عام يشمل جميع الاشكال كما يتجلی فی كل ذلك حقيقة الحال بعون المولی ذی الجلال والظاهر و الله تعالیٰ اعلم انه رحمه الله تعالیٰ اعتمد

معلوم ہے کہ یہ عبارت صاحب فتح القدیر کی ان دونوں تاویلوں سے بعید ہے۔ پہلی تاویل کا بعد تو ظاہر ہے دوسری اس طرح کہ اپنے طور پر انہوں نے جو حکایت فرمائی اس کا مفاد یہ ہے کہ دینے یا نہ دینے کا ظن ہونے کی صورت میں مانگنے پر کچھ موقوف نہیں بلکہ حکم یہ ہے کہ نہ دینے کا ظن ہو تو نماز صحیح اور دینے کا ظن ہو تو باطل ہوگئی مانگے یا نہ مانگے۔ صرف شک و اشکال کی صورت میں مانگنے پر معاملہ موقوف رہتا ہے۔ اس لیے انہوں نے اس مسئلہ میں اور امام کے مانگنے کے مسئلہ میں اختلاف سمجھا کیوں کہ اس میں علما نے سبھی کی نماز باطل ہونے کا حکم کیا ہے جب امام کو مانگنے پر پانی والا پانی دے دے۔ اور یہ حکم اپنے اطلاق کی وجہ سے دورانِ نماز امام کے ظن عطا، ظن منع اور شک تمام صورتوں کو شامل ہے تو ظن منع کی صورت میں بھی مانگنے کے بعد ظاہر ہونے والے حال پر نماز کی صحت موقوف رہی اور اسی لیے انہوں نے دو حمل کے درمیان تطبیق دائر فرمائی کہ یا تو جزئیہ کو صورت شک سے خاص کیا جائے تو صحتِ نماز مانگنے پر موقوف رہے گی یا یہ کہا جائے کہ بعد نماز گمان کی خطا ظاہر ہو جانے سے صحتِ نماز کا حکم ظن منع کی صورت میں بھی ختم ہو جاتا ہے۔ یہ وہ ہے جو صاحب فتح القدیر رحمہ اللہ تعالیٰ نے سمجھا اور مراد لیا۔ ان کا یہ سارا کلام امام ربانی رحمہ اللہ تعالیٰ سے نقل شدہ روایت کے طریقہ پر وارد نہیں اور یہ کیسے کہا جا سکتا ہے جبکہ وہ صاف اس کی نسبت مشائخ کی طرف فرما رہے ہیں کہ ان ہی حضرات نے یہ تفریع کی ہے۔ یہ بھی معلوم ہے

www.alahazratnetwork.org

ھھنا علی ما فی صدرہ ولم یراجع کلماتھم ولذا ردد فی التوفیق مع ان الشق الاول لامساغ لہ والاخیر ھو المنصوص علیہ فی کتب المذھب کما سیاتی ان شاء اللہ تعالٰی۔

کہ صاحبِ فتح القدیر نے جو حکایت فرمائی بعینہٖ وہی ہے جو خلاصہ میں تحریر ہوئی۔ فرق یہ ہے کہ خلاصہ میں ہے "اگر جانتا ہو کہ دے دے گا تو نماز توڑ دے"۔ اس کے بدلے فتح القدیر میں یہ ہے کہ "مانگنے سے پہلے ہی نماز باطل ہوگئی۔ حالانکہ اس عبارت کا مفاد یہ نہیں کہ محض ظنِ عطا سے نماز باطل ہوگئی، نہ ہی ظنِ منع کی صورت میں مطلقًا صحتِ نماز کا جزم ہے یہاں تک کہ دے دینے پر بھی اعادۂ نماز نہ ہو، نہ ہی یہ کہ مانگنے کے بعد ظاہر ہونے والی حالت پر حکم کا حوالہ صرف صورتِ شک کے ساتھ خاص ہے بلکہ یہ حکم عام اور تمام صورتوں کو شامل ہے جیسا کہ اس مسئلہ میں حقیقتِ حال بعونِ مولائے ذی الجلال روشن ہوگی۔ ظاہر یہ ہے ــــ اور خدائے برتر ہی جاننے والا ہے ــــ کہ صاحبِ فتح القدیر رحمہ اللہ تعالٰی نے یہاں اپنی یاد پر اعتماد فرمایا ہے کلماتِ علما کی مراجعت نہ فرمائی اسی لیے تطبیق میں تردید کی صورت اختیار کی حالاں کہ شقِ اول کی تو کوئی گنجائش ہی نہیں اور اخیر پر تو کتبِ مذہب میں نص موجود ہے جیسا کہ عنقریب آئے گا اگر خدائے برتر نے چاہا۔ (ت)

مسئلہ ۶: اگر شروعِ نماز سے پہلے دوسرے کے پاس پانی معلوم ہوا تو آیا اس سے مانگنا واجب ہے یا نہیں یہاں اختلافِ روایات تاحدِ اضطراب ہے اور وہ کہ بعطائے قدیر کتب و نظرِ دلائل سے فقیر کو منقح ہوا یہ کہ یہاں بھی وہی حکم ہے جو مسئلہ ۳ میں گزرا یعنی ظنِ غالب ہو کہ دے دے گا تو سوال واجب اور بے مانگے تیمم کرکے نماز پڑھنا حلال نہیں ورنہ واجب نہیں اور بلا سوال نماز حلال ہاں بحالِ شک سوال مستحب مسئلۂ ہر دو ظن میں خود یہی تحقیق و توفیق ہے اور مسئلۂ شک میں یہی قولِ جمہور و راجح علی التحقیق ہے اس اختلافِ روایات کے متعلق بعض عبارات دکھا کر اپنے دونوں دعووں کو دُو مقاموں میں تحقیق کریں وباللہ التوفیق۔ ہدایہ میں ہے:

www.alahazratnetwork.org

(ان کان مع رفیقہ ماء طلب منہ قبل ان یتیمم) لعدم المنع غالبا (ولو تیمم قبل الطلب اجزأہ عند ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ) لانہ لایلزمہ الطلب من ملک الغیر وقالا لایجزیہ لان الماء مبذول عادۃ۔[1]

اگر رفیقِ سفر کے پاس پانی ہو تو قبلِ تیمم اس سے طلب کرے کیونکہ عمومًا اس سے انکار نہیں ہوتا۔ اور اگر بغیر مانگے تیمم کر لیا تو امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک ہو جائے گا۔ اس لیے کہ دوسرے کی ملک سے مانگنا اس پر لازم نہیں۔ اور صاحبین نے فرمایا تیمم نہ ہوگا اس لیے کہ پانی عمومًا خرچ کیا اور دیا جاتا ہے۔ (ت)

---

[1] ہدایہ مع الفتح باب التیمم مطبع نوریہ رضویہ سکھر ۱/۱۲۵

عنایہ و بنایہ میں ہے :

ذکر الاختلاف فی الایضاح والتقریب وشرح الاقطع بین ابی حنیفۃ وصاحبیہ کما ذکر فی الکتاب وقال فی المبسوط ان کان مع رفیقہ ماء فعلیہ ان یسألہ الا علی قول الحسن بن زیاد فانہ کان یقول السؤال ذل وفیہ بعض الحرج وما شرع التیمم الا لدفع الحرج[1]۔

ایضاح ، تقریب اور شرح اقطع میں امام ابوحنیفہ اور صاحبین کے درمیان اختلاف ذکر کیا ہے جیسے کتاب میں بیان کیا ہے ۔ اور مبسوط میں فرمایا ، اگر رفیق کے پاس پانی ہو تو اس پر یہ ہے کہ رفیق سے مانگے مگر حسن بن زیاد کے قول پر ایسا نہیں وہ کہتے تھے کہ مانگنا ذلّت کا کام ہے اور اس میں کچھ حرج بھی ہے جبکہ تیمم کی مشروعیت دفع حرج ہی کے لیے ہے۔ (ت)

فتح القدیر میں ہے :

القدرۃ علی الماء بملکہ او بملک بدلہ اذا کان یباع او بالاباحۃ اما مع ملک الرفیق فلا لان الملک حاجز فثبت العجز[2]۔

پانی پر قدرت یُوں ہوتی ہے کہ خود اس کا مالک ہو یا فروخت ہو رہا ہو تو اس کے بدل کا مالک ہو یا اس کے استعمال کی اباحت ہو۔ لیکن پانی رفیقِ سفر کی ملک ہو تو ایسا نہیں اس لیے کہ ملک مانع ہے تو عجز ثابت ہو گیا ۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

اسی میں نیز ذخیرۂ امام برہان الدین سے بنایہ وغیرہ کتب کثیرہ میں ہے :

عن الجصاص لا خلاف بینھم فمراد ابی حنیفۃ اذا غلب علی ظنہ منعہ ومرادھما اذا ظن عدم المنع لثبوت القدرۃ بالاباحۃ فی الماء لا فی غیرہ عندہ[3]۔

جصاص سے منقول ہے کہ ائمہ میں کوئی اختلاف نہیں ۔ امام ابوحنیفہ کی مراد یہ ہے کہ غالب گمان نہ دینے کا ہو اور صاحبین کی مراد یہ ہے کہ عدم انکار کا گمان ہو اس لیے کہ امام صاحب کے نزدیک پانی میں اباحت سے قدرت ثابت ہو جاتی ہے دوسری چیزوں میں نہیں ۔ (ت)

---

[1] العنایہ مع فتح القدیر باب التیمم مطبع نوریہ رضویہ سکھر ۱/۱۲۵

[2] فتح القدیر " " " "

[3] " " " " "

نہایہ امام سغناقی پھر بنایہ امام عینی و ذخیرۃ العقبٰی اخی چلپی میں ہے:

لم یذکر فی عامۃ النسخ قول ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ فی ھذا الموضع بل قیل لا یجوز التیمم قبل الطلب اذا کان غالب ظنہ ان یعطیہ مطلقا من غیر ذکر الخلاف بین علمائنا الثلثۃ رضی اللہ تعالٰی عنہم الا فی الایضاح[1] اھ ھذا نقل الذخیرۃ ولم یذکر فی البنایۃ قولہ الا فی الایضاح و ذکر مکانہ الا علی قول الحسن بن زیاد فانہ یقول السؤال ذلۃ وفیہ ضرر[2]۔

اکثر نسخوں میں اس جگہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کا قول مذکور نہیں بلکہ یہ کہا گیا کہ مانگے بغیر تیمم جائز نہیں جب کہ غالب گمان یہ ہو کہ دے دے گا۔ یہ ہمارے تینوں علما رضی اللہ تعالٰی عنہم کے درمیان کوئی اختلاف بتائے بغیر مطلقاً مذکور ہے۔ مگر ایضاح میں ذکر خلاف ہے اھ یہ ذخیرہ کی عبارت ہے اور بنایہ میں "الا فی الایضاح" نہیں اس کی جگہ یہ ہے: مگر حسن بن زیاد کے قول پر ایسا نہیں وہ کہتے ہیں کہ مانگنا ذلت ہے اور اس میں ضرر ہے۔ (ت)

نیز عینی میں ہے:

ذکر الزوزنی وغیرہ لو تیمم قبل الطلب اجزاہ عند ابی حنیفۃ فی روایۃ الحسن عنہ[3]

www.alahazratnetwork.org

زوزنی وغیرہ نے ذکر کیا ہے کہ اگر مانگے بغیر تیمم کرلیا تو امام ابو حنیفہ کے نزدیک اس میں جو حسن نے ان سے روایت کی، تیمم ہوجائے گا۔ (ت)

بحر میں ہے:

اعلم ان ظاھر الروایۃ عن اصحابنا الثلثۃ وجوب السؤال من الرفیق کما یفیدہ ما فی المبسوط قال واذا کان مع رفیقہ ماء فعلیہ ان یسألہ الا علی قول الحسن بن زیاد فانہ کان یقول السؤال ذل وفیہ بعض الحرج وما شرع التیمم الا لدفع الحرج ولکنا نقول ماء الطھارۃ مبذول

معلوم ہو کہ ہمارے تینوں اصحاب سے ظاہر روایت یہ ہے کہ رفیق سے مانگنا واجب ہے جیسا کہ یہ اس سے مستفاد ہوتا ہے جو مبسوط میں ہے، فرماتے ہیں: جب اس کے رفیق کے پاس پانی ہو تو اس پر یہ ہے کہ رفیق سے مانگے مگر حسن بن زیاد کے قول پر ایسا نہیں اس لیے کہ وہ کہتے تھے کہ مانگنا ذلت ہے اور اس میں کچھ حرج ہے جب کہ تیمم کی مشروعیت دفع حرج

---

[1] ذخیرۃ العقبٰی باب التیمم مطبع الاسلامیہ لاہور ۱/۱۸۰

[2] و [3] عینی شرح الہدایۃ باب التیمم مطبع المکتبۃ الامدادیہ مکہ مکرمہ ۱/۳۳۷

عادة بین الناس ولیس فی سؤال مایحتاج الیه مذلة فقد سأل رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم بعض حوائجه من غیره اھ فاندفع بهذا ما وقع فی الهدایة وشرح الاقطع من الخلاف بین ابی حنیفة وصاحبیه فعنده لایلزمه الطلب وعندهما یلزمه واندفع ما فی غایة البیان من ان قول الحسن حسن وفی الذخیرة نقلا عن الجصّاص انه لاخلاف بین ابی حنیفة وصاحبیه فمراده فیما اذا غلب علی ظنه منعه ایاه ومرادهما عند غلبة الظن بعدم المنع وفی المجتبی الغالب عدم الظنة بالماء حتی لوکان فی موضع تجری الظنة علیه لایجب الطلب منه[1] اھ۔

ہی کے لیے ہوتی ہے۔ لیکن ہم یہ کہتے ہیں کہ طہارت کا پانی لوگوں کے درمیان عادۃً لیا دیا جاتا ہے اور جس چیز کا ضرورت مند ہو اس کے مانگنے میں ذلت نہیں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے بھی اپنی ضرورت کی بعض چیزیں دوسرے سے مانگی ہیں اھ۔ اس سے وہ دفع ہوگیا جو ہدایہ اور شرح اقطع میں امام ابوحنیفہ اور صاحبین کے درمیان اختلاف کا ذکر واقع ہوا کہ امام صاحب کے نزدیک طلب لازم نہیں اور صاحبین کے نزدیک لازم ہے اور وہ بھی دفع ہوگیا جو غایۃ البیان میں ہے کہ حسن کا قول حسن ہے اور وہ بھی جو ذخیرہ میں جصاص سے منقول ہے کہ امام ابوحنیفہ اور صاحبین میں کوئی اختلاف نہیں۔ امام صاحب کی مراد وہ صورت ہے جب اس کا غالب گمان ہو کہ اسے نہ دے گا اور صاحبین کی مراد وہ صورت ہے جب غالب گمان ہو کہ انکار نہ کرے گا۔ مجتبی میں ہے اکثر یہی ہے کہ پانی میں بخل نہیں کیا جاتا یہاں تک کہ اگر کسی ایسی جگہ ہو جہاں پانی میں بخل ہوتا ہے تو اس سے مانگنا واجب نہیں اھ۔ (ت)

غنیہ میں ہے:

اذا تیمم وصلی ولم یسأل فعلی قول ابی حنیفة رضی الله تعالٰی عنه صلاته صحیحة فی الوجوه کلها (ای سواء ظن منعا او منعا او شك) وقالا لایجزئه والوجه هو التفصیل کما قال ابو نصر الصفار انه انما یجب السؤال فی غیر موضع عزة الماء فانه

جب تیمم کرکے نماز پڑھ لے اور طلب نہ کرے تو امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے قول پر اس کی نماز تمام صورتوں میں صحیح ہے (یعنی خواہ دینے کا گمان ہو یا نہ دینے کا یا شک کی صورت ہو) اور صاحبین فرماتے ہیں: نماز نہ ہوگی ــ اور وجہ صواب یہ ہے کہ تفصیل کی جائے، جیسا کہ ابونصر صفار نے فرمایا کہ مانگنا ایسی ہی جگہ واجب ہے جہاں پانی کم یاب نہ ہو کیونکہ اسی صورت میں وہ

---

[1] البحرالرائق باب التیمم مطبع ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۶۲

حینئذ یتحقق ما قالاہ من انہ مبذول والا فکونہ مبذولا عادۃ فی کل موضع ظاہر المنع علی مایشہد بہ کل من عانی الاسفار فینبغی ان یجب الطلب ولا تصح الصلاۃ بدونہ فیما اذا ظن الاعطاء لظہور دلیلہما دون ما اذا ظن عدمہ لکونہ فی موضع عزۃ الماء اھ[1]۔

بات متحقق ہوگی جو صاحبین نے فرمائی کہ پانی لیا دیا جاتا ہے ورنہ ہر جگہ پانی کا عادۃً مبذول ہونا (لیا دیا جانا) کھلے طور پر قابلِ رد و منع ہے جس پر سفروں کی زحمت اٹھانے والا ہر شخص شاہد ہے۔ تو حکم یہ ہونا چاہیے کہ مانگنا واجب ہے اور اس کے بغیر نماز صحیح نہیں اس صورت میں جبکہ دینے کا گمان ہو کیونکہ اس صورت میں صاحبین کی دلیل ظاہر ہے مگر اس صورت میں نہیں جبکہ نہ دینے کا گمان ہو اس لیے کہ یہ پانی کی کمیابی کی جگہ ہوگا اھ (ت)۔

**اقول**[ف] الصفار لم یحدث قولا خلاف اقوالہم بل ہو کالشرح لہا کما فعل الامام الجصاص فلولاحظ ہذا لما احتاج الی الخروج عن اقوال ائمۃ المذہب جمیعا بالتوزیع والتلفیق قال اما اذا شك فی موضع عزۃ الماء او ظن المنع فی غیرہ فالاحتیاط فی قولہما والتوسعۃ فی قولہ لان فی السؤال ذلا وقول من قال لاذل فی سؤال مایحتاج الیہ ممنوع[2] اھ۔

**اقول** صفار نے اقوالِ ائمہ کے برخلاف کوئی نیا قول ایجاد نہ کیا بلکہ یہ ان ہی اقوال کی شرح کی حیثیت رکھتا ہے جیسا کہ امام جصاص نے کیا ہے۔ صاحبِ غنیہ اگر اس کا خیال فرماتے تو انہیں توزیع تلفیق کرکے ائمہ مذہب کے سارے اقوال سے خروج کی ضرورت نہ پیش آتی وہ لکھتے ہیں: "لیکن جب ایسی جگہ ہو جہاں پانی کمیاب ہو یا ایسی جگہ نہ ہو لیکن انکار کا گمان ہو تو احتیاط صاحبین کے قول میں ہے اور وسعت امام صاحب کے قول میں ہے اس لیے کہ مانگنے میں ایک ذلت ضرور ہے اور یہ بات ہمیں تسلیم نہیں کہ ضرورت کی چیز مانگنے میں کوئی ذلت نہیں" اھ (ت)

**اقول**[ف] فاذن یؤول الامر الی ترجیح قول الامام مطلقا ویذہب اختیار قولہما عند ظن العطاء لان الذل محترز عنہ مطلقا وقد ثبت

**اقول** تو معاملہ اس پر آجائے گا کہ امام صاحب کے قول کو مطلقاً ترجیح ہے اور ظن عطا کی صورت میں صاحبین کا قول مختار نہ رہ جائیگا اس لیے کہ ذلت مطلقاً پرہیز کیے جانے کے لائق ہے

---

[1] غنیۃ المستملی باب التیمم مطبع سہیل اکیڈمی لاہور ص ٦٩ [2] ایضاً

www.alahazratnetwork.org

فی الحدیث[1] نھی المؤمن عن ان یذل نفسہ الا ان یقال انما یذل[2] بالسؤال حیث یعز لانہ اذن شیئ مضنون بہ فالمسئول منہ ان منع فھذا ذل ظاھر وان دفع من وتحمل المنۃ ذل حاضر بخلاف موضع لا یعز فیہ فانھم یتباذلون بہ فیہ ولا یتوقع المنع ولا الامتنان فی الدفع وعن ھذا قال فیہ لظھور دلیلھما قال واستدلالہ بانہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قد سأل بعض حوائجہ من غیرہ مستدرک لانہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان بالمؤمنین اولٰی من انفسھم فلا یقاس غیرہ علیہ لانہ اذا سأل افترض علی المسئول البذل ولا کذلک غیرہ[1] اھ۔

حدیث میں بھی اس بات سے ممانعت آئی ہے کہ مومن اپنے کو ذلت میں ڈالے۔ مگر یہ کہا جا سکتا ہے کہ مانگنے سے ذلت وہاں ہوگی جہاں پانی کمیاب ہو اس لیے کہ ایسی صورت میں پانی ایسی چیز ٹھہرے گا جس میں بخل و انکار ہوتا ہے اب جس سے مانگا گیا اگر نہ دے تو اس میں مانگنے والے کی کھلی ہوئی ذلت ہے اور اگر دے دے تو اس کا احسان ہوگا اور احسان لینا بروقت ذلت ہے بخلاف ایسی جگہ کے جہاں پانی کم یاب نہ ہو کیونکہ لوگ وہاں آپس میں پانی لیتے دیتے ہوں گے اور انکار و منع متوقع نہ ہوگا اور دینے میں احسان جتانے کی صورت بھی نہ ہوگی۔ اسی لیے صاحب غنیہ نے اس صورت سے متعلق فرمایا کہ اس میں صاحبین کی دلیل ظاہر ہے۔ مزید لکھتے ہیں: "اور اس بات سے استدلال کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے

www.alahazratnetwork.org

---

عہ الطبرانی فی المعجم الکبیر عن ابی ذر رضی اللہ تعالٰی عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من اعطی الذلۃ من نفسہ طائعا غیر مکرہ فلیس منا[2] ۱۲ منہ غفرلہ (م)

امام طبرانی نے معجم کبیر میں حضرت ابو ذر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد ہے: جو اپنی ذات کو ذلت بخوشی بغیر اکراہ کے دے دے وہ ہم میں سے نہیں ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

عہ۲ ظھر لی ھذا ثم رأیت العلامۃ الشرنبلالی اشار الی ھذا الفرق کما یأتی انفا فی عبارات القول الثالث ۱۲ منہ غفرلہ (م)

یہ کلام میرے ذہن میں آیا تھا پھر میں نے دیکھ کر علامہ شرنبلالی اس فرق کی طرف اشارہ فرما چکے ہیں جیسا کہ قول سوم کی عبارتوں میں ابھی آئے گا ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

---

[1] غنیۃ المستملی باب التیمم مطبع سہیل اکیڈمی لاہور ص ۶۹

[2] مجمع الزوائد بحوالہ الطبرانی ۱۰/ ۲۴۷ الترغیب والترھیب بحوالہ الطبرانی ۴/ ۱۷۹

اپنی ضرورت کی کچھ چیزیں دوسرے سے مانگیں قابلِ استدراک ہے اس لیے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو مومنوں پر ان کی جانوں سے زیادہ اختیار ہے تو حضور پر کسی اور کا قیاس نہیں ہوسکتا اس لیے کہ وہ جب طلب کریں تو جس سے طلب فرمایا اس پر دینا فرض ہوگیا۔ یہ حال کسی اور کا نہیں اھ (ت)

**اقول** لیس کمثلہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم غیرہ فی شیئ من الصفات ومنھا الغیرۃ فھو صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اغیر خلق اللہ واللہ تعالٰی اغیر منہ ومحال من نفس کریمۃ غیراء ان تتعرض لشیئ مما یعد ذلا فثبت ان من سؤال الحاجۃ مالیس بذل والا لما وقع منہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ولا دخل فی ھذا لافتراض البذل وعدمہ وقد یفترض فی حق غیرہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ایضا کاطعام ذی مخمصۃ فھذا قد ینتفع بہ لما فی المبسوط۔

**اقول** کسی بھی صفت میں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی مثل دوسرا شخص نہیں۔ حضور کی ایک صفت "غیرت" بھی ہے تو حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم خلقِ خدا میں سب سے زیادہ غیرتمند ہیں اور خدائے برتر ان سے بڑھ کر غیرت والا ہے، اور کسی بھی باعزّت طبیعت سے یہ نہیں ہوسکتا کہ کسی ایسے فعل سے تعرض کرے جو ذلّت شمار ہوتا ہو۔ اس سے ثابت ہُوا کہ ضرورت کی چیز مانگنا کبھی ایسا بھی ہوتا ہے جس کا ذلّت میں شمار نہیں ہوتا ورنہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے واقع ہی نہ ہوتا۔ اور اس میں دینا فرض ہونے نہ ہونے کا کوئی دخل نہیں۔ فرض تو کبھی غیر حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے حق میں بھی ہوجاتا ہے، جیسے بھوک کی شدّت والے کو کھانا دینا۔ اس گفتگو سے کلام مبسوط کی حمایت میں فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

وانا **اقول** انما الجواب فی انہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اولٰی بالمؤمنین من انفسھم علٰی منزع اٰخر دقیق وھو ان املاکھم املاکہ اذ ھم انفسھم املاکہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ولا احتمال لذل فی سؤال المولٰی بعض عبیدہ مما فی یدہ فانہ وما

اور **میں کہتا ہُوں** اس بات کا جواب کہ "حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مومنوں کے ان کی جانوں سے زیادہ مالک ہیں" ایک دوسرے دقیق انداز پر ہے۔ وُہ یہ کہ مومنوں کی ملکیتیں خود حضور کی مِلک ہیں اس لیے کہ خود مومنین کی جانیں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی مِلک ہیں اور اس میں کسی ذلّت کا احتمال نہیں کہ آقا اپنے غلام سے اس کے ہاتھ کی کوئی چیز طلب کرے اس لیے کہ خود غلام اور جو کچھ

بیدہ ملك مولاہ فلیس من السؤال فی شیئ بل استخدام فبھذا یتجه مرامه ویتضح کلامه ثم قال لکن عدم وجوب الطلب من الرفیق نسبه صاحب الھدایة و صاحب الایضاح الی ابی حنیفة کما تقدم واما شمس الائمة فی المبسوط فانه نسبه الی الحسن بن زیاد فانه یقول السؤال ذل وفیه بعض الحرج وربما یوفق بان الحسن رواہ عن ابی حنیفة فی غیر ظاھر الروایة واخذ ھو به فاعتمد فی المبسوط ظاھر الروایة واعتبر صاحب الھدایة و الایضاح روایة الحسن لکونھا انسب بمذھب ابی حنیفة فی عدم اعتبار القدرة بالغیر و فی اعتبار العجز للحال واللہ سبحنه تعالٰی اعلم اھ۔

اس کے ہاتھ میں ہے سب اس کے آقا کی ملکیت ہے تو دراصل یہ مانگنا ہے ہی نہیں بلکہ یہ خدمت لینا ہے۔ اس بیان سے صاحبِ غنیہ کے مقصد کی توجیہ اور ان کے کلام کی توضیح ہوجاتی ہے۔ پھر لکھتے ہیں: "لیکن رفیق سے مانگنا واجب نہ ہونے کو صاحبِ ہدایہ اور صاحبِ ایضاح نے امام ابوحنیفہ کی طرف منسوب کیا ہے جیسا کہ پہلے گزرا۔ لیکن شمس الائمہ نے مبسوط میں اسے حسن بن زیاد کی طرف منسوب کیا ہے کہ وہ یہ کہتے ہیں کہ مانگنے میں ذلّت ہے اور اس میں کچھ حرج ہے ۔ تطبیق یُوں دی جاسکتی ہے کہ حسن نے اسے امام ابوحنیفہ سے غیر ظاہر الروایۃ میں روایت کیا اور خود حسن نے اسی کو لیا۔ تو مبسوط میں ظاہر الروایۃ پر اعتماد کیا اور صاحبِ ہدایہ و صاحبِ ایضاح نے روایت حسن کا اعتبار کیا اس لیے کہ وہ اس بارے میں امام ابُوحنیفہ کے مذہب سے زیادہ مناسبت رکھتی ہے کہ قدرت کا اعتبار دوسرے کے لحاظ سے نہیں ہوتا اور اس بارے میں کہ فی الحال جو عجز ہے اسی کا اعتبار ہے ۔ اور خدائے پاک ہی خُوب جاننے والا ہے اھ (ت)

**اقول** ولی فیه کلام سیأتی (اس میں مجھے کلام ہے جو عنقریب آرہا ہے ۔ ت) حلیہ میں ہے:

فی الاختیار جاز ای التیمم قبل الطلب عند ابی حنیفة وعند ابی یوسف لایجوز ولم یذکر محمدا وانما ذکر ان قیاس قوله

اختیار میں ہے کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک (مانگنے سے پہلے تیمم) جائز ہے اور امام ابویوسف کے نزدیک جائز نہیں۔ امام محمد کا ذکر نہ کیا صرف یہ ذکر کیا کہ ان کے

عہ ای صاحب الاختیار ۱۲ (یعنی صاحبِ اختیار نے ۱۲۔ت)

[1] غنیۃ المستملی باب التیمم مطبع سہیل اکیڈمی لاہور ص ۶۹

www.alahazratnetwork.org

4
4

ان غلب علی ظنہ انہ یعطیہ لا یجوز و الا یجوز[1] اھ

قول کے قیاس کا اقتضایہ ہے کہ اگر اسے غالب گمان ہو کہ دے دے گا تو جائز نہیں ورنہ جائز ہے اھ (ت)

**اقول** ھکذا اجری القیل والقال ؛ ولا حاجۃ الی استکثار الاقوال ؛ بل ناتی علی المقامین لفصل المقال ؛ بتوفیق ربنا المھیمن المتعال ؛

**اقول** اسی طرح قیل وقال جاری ہے ۔ اور زیادہ اقوال لانے کی کوئی ضرورت نہیں بلکہ ہم اپنے برتر نگہبان پروردگار کی توفیق سے تفصیل کلام کے لیے اُن دو مقاموں پر آتے ہیں :

**المقام الاول** تظافرت ھھنا کلمات العلماء علی ثلثۃ مسالک ،

**مقامِ اوّل** ، یہاں کلماتِ علما تین مسالک پر کثرت سے وارد ہوئے ہیں :

**اولھا** لا یجب الطلب مطلقا وانہ قول سیدنا الامام خلافا للصاحبین او قول الطرفین خلافا للثانی رضی اللہ تعالی عنھم ۔

**مسلک اوّل** : مطلقاً مانگنا واجب نہیں ۔ اور یہ ہمارے امام صاحب کا قول ہے بخلاف صاحبین ۔ یا یہ طرفین کا قول ہے بخلاف امام ابو یوسف رضی اللہ تعالٰی عنہم ۔

www.alahazratnetwork.org

وتدخل فی قولی مطلقا من صرح بالاطلاق کما فی جامع الرموز عن التجرید یصح قبل الطلب من الرفیق وان ظن الاعطاء کما قال ابو حنیفۃ خلافا لابی یوسف[2] اھ ۔

میرے "مطلقاً" کہنے میں اطلاق کی تصریح کرنے والے اور اس حکم کو بلا قید ذکر کرنے والے سبھی لوگ داخل ہیں ۔ اطلاق کی تصریح جیسے جامع الرموز میں تجرید کے حوالہ سے ہے کہ "رفیق سے پانی مانگنے سے پہلے تیمم صحیح ہے اگرچہ دینے کا گمان رکھتا ہو جیسا کہ امام ابو حنیفہ کا قول ہے بخلاف امام ابو یوسف" اھ

ویقرب منہ قول الاختیار السابق حیث اطلق الجواز عند الامام وقابلہ بالتفصیل علی قیاس قول محمد ومثلھا عبارۃ الجوھرۃ الاٰتیۃ ومن

اس سے قریب "اختیار" کی گزشتہ عبارت ہے کہ اس میں امام صاحب کے جواز کو مطلق ذکر کیا ہے اور اس کے مقابلہ میں قول امام محمد کے قیاس پر تفصیل بیان کی ہے اور اسی کے مثل جوہرہ کی عبارت ہے جو آرہی ہے ،

---

[1] الاختیار لتعلیل المختار باب التیمم دار فراس للنشر والتوزیع ، بیروت ۱ / ۲۲
[2] جامع الرموز باب التیمم مطبع ایران ۱ / ۵۷

ارسلوا ارسالا وھم الاکثرون فحق الوقایۃ قبل طلبہ جاز خلافا لھما[1] اھ وفی النقایۃ یصح قبل الطلب[2] اھ ومرعن الھدایۃ تیمم قبل الطلب اجزأہ عند ابی حنیفۃ[3] وفی بدائع ملک العلماء لوکان مع رفیقہ ماء ولم یعلم بہ لایجب الطلب عندنا وان علم بہ ولکن لاثمن لہ فکذٰلک عند ابی حنیفۃ وقال ابو یوسف علیہ السؤال وجہ قولہ ان الماء مبذول عادۃ ولابی حنیفۃ ان العجز متحقق والقدرۃ موھومۃ لان الماء من اعز الاشیاء فی السفر[4] اھ وفی الخانیۃ لورأی مع رفیقہ ماء فتیمم قبل ان یسأل وصلی جاز[5] اھ وفی الخلاصۃ وفی الاصل لوکان مع رفیقہ ماء فانہ یسأل قال فی التجرید السؤال لیس بواجب عند ابی حنیفۃ وقال ابو یوسف واجب[6] اھ ولفظ البنایۃ عن التجرید لایجب الطلب من الرفیق عند ابی حنیفۃ و

بلاقید ذکر کرنے والے حضرات زیادہ ہیں۔ وقایہ میں ہے: "مانگنے سے پہلے جائز ہے بخلاف صاحبین" اھ۔ نقایہ میں ہے: "قبل طلب صحیح ہے" اھ۔ اور ہدایہ کی عبارت گزر چکی: "مانگنے سے پہلے تیمم کیا تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک ہوگیا" بدائع ملک العلماء میں ہے: "اگر اس کے رفیقِ سفر کے پاس پانی تھا اور اسے علم نہ ہُوا تو ہمارے نزدیک مانگنا واجب نہیں اور اگر اسے علم ہُوا لیکن اس کا دام نہیں رکھتا تو بھی امام ابوحنیفہ کے نزدیک یہی ہے اور امام ابو یوسف کا قول ہے کہ اس پر مانگنا ہے۔ ان کے قول کی وجہ یہ ہے کہ پانی عادۃً دے دیا جاتا ہے اور امام ابوحنیفہ کی دلیل یہ ہے کہ عجز متحقق ہے اور قدرت موہوم ہے اس لیے کہ سفر میں پانی سب سے کم یاب شَے ہے اھ۔ خانیہ میں ہے: "اگر اپنے رفیق کے پاس پانی دیکھا پھر مانگنے سے پہلے تیمم کیا اور نماز پڑھ لی تو جائز ہے" اھ خلاصہ میں ہے: "اصل (مبسوط) میں ہے: اگر رفیقِ سفر کے پاس پانی ہو تو مانگے گا۔ تجرید میں ہے کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک مانگنا واجب نہیں اور امام ابو یوسف کا

www.alahazratnetwork.org

---

[1] شرح الوقایہ باب التیمم مطبع رشیدیہ دہلی ۱/۱۰۱
[2] نقایہ مختصر الوقایہ کتاب الطہارۃ نور محمد کارخانہ تجارت کتب، کراچی ص ۶
[3] الہدایۃ مع العینی " المکتبۃ الامدادیہ مکہ مکرمہ ۱/۳۳۷
[4] بدائع الصنائع " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۴۸
[5] فتاوٰی قاضی خان فصل فیما یجوز لہ التیمم مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۱/۲۶
[6] خلاصۃ الفتاوٰی الفصل الخامس فی التیمم " ۱/۳۲

محمد خلافا لابی یوسف رحمہم اللہ تعالٰی[1] اھ وفی ملتقی الابحر ان تیمم قبل الطلب جاز[2] اھ وفی الاصلاح ویصح قبل طلبہ من رفیق لہ ماء خلافا لھما[3] اھ قال ش و بقول الامام جزم فی المجمع والملتقی والوقایۃ وابن الکمال اھ وقال العلامۃ الوزیر فی الایضاح ھذا اعلی وفق ما فی الھدایۃ والایضاح والتقریب وغیرھا (ای کشرح الاقطع کما تقدم عن العنایۃ و البنایۃ والبحر قال) وفی التجرید ذکر محمدا مع ابی حنیفۃ[4] اھ ثم ذکر توفیق الجصاص ثم کلام المبسوط المار فی عبارۃ العنایۃ و البحر ثم اعقبہ بکلام البدائع المار۔

قول ہے کہ واجب ہے" اھ تجرید کا حوالہ دیتے ہوئے بنایہ کے الفاظ یہ ہیں: "رفیق سے مانگنا امام ابو حنیفہ و امام محمد کے نزدیک واجب نہیں بخلاف امام ابو یوسف رحمہم اللہ تعالٰی" اھ۔ ملتقی الابحر میں ہے: "اگر مانگنے سے پہلے تیمم کرلیا تو ہوگیا" اھ۔ اصلاح میں ہے: "اپنے کسی رفیق سے پانی مانگنے سے پہلے تیمم کرلینا صحیح ہے بخلاف صاحبین" اھ۔ علامہ شامی لکھتے ہیں: "امام صاحب ہی کے قول پر مجمع، ملتقی، وقایہ اور ابن الکمال کا جزم ہے" اھ علامہ وزیر ایضاح میں رقمطراز ہیں: "یہ اس کے مطابق ہے جو ہدایہ، ایضاح، تقریب اور ان کے علاوہ (یعنی جیسے شرح اقطع جیسا کہ عنایہ، بنایہ اور بحر کے حوالوں سے گزرا) میں ہے۔ اور تجرید میں امام محمد کو امام ابو حنیفہ کے ساتھ ذکر کیا ہے" اھ پھر امام جصاص کی تطبیق ذکر کی ہے پھر مبسوط کا کلام جو عنایہ و بحر کی عبارتوں میں گزرا اس کے بعد بدائع کی عبارت لکھی ہے جو ابھی گزری۔ (ت)

**اقول** وبھذہ النصوص ظھر ما فی قول النھایۃ لم یذکر الخلاف الا فی الایضاح وکذلک یقال للعلامۃ البحر ھؤلاء المتون والعمائد البدایۃ والوقایۃ والاصلاح والمجمع والتجرید والایضاح والتقریب و

**اقول** ان ہی نصوص سے نہایہ کے اس قول کی خامی ظاہر ہوگئی کہ "صرف ایضاح میں اختلاف کا ذکر آیا ہے۔ اسی طرح علامہ بحر سے بھی عرض کیا جائے گا کہ یہ متون وعمائد بدایہ، وقایہ، اصلاح، مجمع، تجرید، ایضاح، تقریب،

---

[1] عینی شرح الہدایۃ — باب التیمم — مطبع المکتبۃ الامدادیہ مکۃ مکرمہ ۱/۳۳۷
[2] ملتقی الابحر — " — مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۱/۳۲
[3] اصلاح ایضاح
[4] رد المحتار — " — " مصطفی البابی مصر ۱/۱۸۳

www.alahazratnetwork.org

شرح الاقطع والبدائع والخلاصة والفتح والاختيار والجوهرة كلهم ناصون بالخلاف بين الامام وصاحبيه والامام الاجل ابوبكر الجصاص يوفق بين قولی الامام وصاحبیہ وقال فی البرهان شرح مواهب الرحمٰن الاظهر قولهما ثم ذكر توفيق الجصاص وايده بقوله ولهذا لم يحك الكافی خلافا اھ[1] نقله العلامة الشرنبلالی فی غنية ذوی الاحكام كيف يرد قولهم جميعا بمجرد ان فی المبسوط لم ينسب الخلاف الا الى الحسن اليس المثبتون وهم عصبة مقدمين علی ناف واحد اليس ان ظاهر الرواية ربما تعدد فی مسألة واحدة وقولی هذا اولی من توفيق الغنية المار فی عبارتها ان هؤلاء اعتبروا الرواية النادرة لكونها انسب بمذهب الامام فاعتبار هذا شئ وجعلها قول الامام ونصب الخلاف بينه وبين صاحبيه فی المذهب شئ اخروان اقره فی رد المحتار ومنحة الخالق والله سبحنه الموفق۔

شرح اقطع، بدائع، خلاصہ، فتح، اختیار، جوہرہ سب کے سب اس پر نص کر رہے ہیں کہ امام اعظم اور صاحبین کے درمیان اختلاف ہے۔ اور امام اجل ابوبکر جصاص امام صاحب اور صاحبین کے قول میں تطبیق دے رہے ہے۔ اور برہان شرح مواہب الرحمٰن میں فرمایا: زیادہ ظاہر قولِ صاحبین ہے، پھر جصاص کی تطبیق ذکر کی ہے اور اپنے اس قول سے اس کی تائید کی ہے کہ "اسی لیے "کافی" نے کسی اختلاف کی حکایت نہ کی اھ اسے علامہ شرنبلالی نے غنیۃ ذوی الاحکام میں نقل کیا۔ ان تمام حضرات کا قول صرف اس وجہ سے کیسے رد کر دیا جائے گا کہ "مبسوط نے محض حسن کی طرف اختلاف کی نسبت کی ہے" ۔ کیا اثبات کرنے والے ۔ جبکہ وہ طاقت ور بھی ہیں ۔ ایک نفی کرنے والے پر مقدم نہیں؟ ۔ کیا ایسا نہیں کہ بارہا ایک مسئلہ میں ظاہر الروایۃ متعدد بھی ہوتی ہے۔ میرا یہ قول (تعدد ظاہر الروایۃ) غنیہ کی اس تطبیق سے بہتر ہے جو اس کی عبارت میں گزری کہ "ان حضرات نے روایت نادرہ کا اعتبار کیا اس لیے کہ وہ مذہب امام سے زیادہ مناسبت رکھتی ہے"۔ اس وجہ سے اس کا اعتبار کرنا اور چیز ہے۔ اور اسے امام کا قول قرار دینا اور ان کے اور صاحبین کے درمیان مذہب میں اختلاف قائم کرنا اور چیز ہے۔ اگرچہ غنیہ کی تطبیق کو علامہ شامی نے بھی رد المحتار اور منحۃ الخالق میں برقرار رکھا ہے، اور خدائے پاک ہی توفیق بخشنے والا ہے۔ (ت)

**وثانيها** يجب مطلقا وانه ظاهر الرواية عن ائمتنا الثلثة رضی الله تعالٰی عنهم وذلك ما مر عن المبسوط

**مسلک دوم:** مانگنا مطلقاً واجب ہے اور یہ کہ یہ ہمارے تینوں ائمہ رضی اللہ تعالٰی عنہم سے ظاہر الروایہ ہے۔ اور یہی وہ ہے جو مبسوط کے حوالے

---

[1] غنیۃ ذوی الاحکام باب التیمم مطبع احمد کامل الکائنۃ فی دار السعادۃ ۱/۳۲

www.alahazratnetwork.org

واعتمدہ تبعا لشیخہ فی التنویر فقال قبل طلبہ لایتیمم علی الظاھر اھ قال فی الدر ای ظاھر الروایۃ عن اصحابنا لانہ مبذول عادۃ وعلیہ الفتوٰی[1] اھ۔

گزرا۔ اور تنویر میں اپنے شیخ کا اتباع کرتے ہوئے اسی پر اعتماد کیا تو یہ لکھا کہ "اس سے مانگنے سے پہلے ظاہر کی بنیاد پر تیمم نہیں کرے گا" اھ۔ درمختار میں فرمایا: "ظاہر سے مراد ہمارے اصحاب سے ظاہر الروایہ، اس لیے کہ پانی عادۃً دیا جاتا ہے اور اسی پر فتوٰی ہے" اھ (ت)

**اقول** ولم ار ھذہ اللفظۃ لغیرہ ولاعزاہ محشوہ لاحد وفی التبیین لو علم بہ خارج الصلاۃ وصلی بالتیمم قبل الطلب لایجزئہ[2] اھ ثم ذکر روایۃ الحسن ثم توفیق الجصاص وفی جواھر الاخلاطی مع رفیقہ ماء و شرع فی الصلاۃ قبل الطلب لایجوز وقیل یجوز علی قیاس قول الامام خلافا للقاضی[3] اھ

**اقول**: یہ لفظ میں نے کسی اور کے یہاں نہ دیکھا، اور نہ ہی درمختار کے محشی حضرات نے اس پر کسی کا حوالہ دیا۔ تبیین میں ہے: اگر خارج نماز اسے اس کا علم ہوگیا پھر بھی مانگنے سے پہلے تیمم سے نماز پڑھ لی تو یہ اس کے لیے کفایت نہیں کرسکتا" اھ۔ پھر انھوں نے حسن کی روایت اور جصاص کی تطبیق ذکر کی۔ جواہر الاخلاطی میں ہے: "اس کے رفیق کے پاس پانی ہے اور مانگنے سے پہلے نماز شروع کردی تو جائز نہیں اور کہا گیا کہ قول امام کے قیاس پر جائز ہے بخلاف قاضی کے۔ اھ (ت)

www.alahazratnetwork.org

**اقول** وھنا عبارات اُخر لیست صرائح کما تقدم عن الخلاصۃ عن الاصل انہ یسأل فان الصیغۃ وان کان ظاھرھا الوجوب کثیرا ما تأتی للندب کما لایخفی علی من خدم کلماتھم ویقرب منہ قول القدوری ان کان مع رفیقہ ماء طلب منہ قبل ان یتیمم فان منعہ منہ تیمم[4] اھ والسراجیۃ

**اقول**: یہاں کچھ اور عبارتیں بھی ہیں جو صریح نہیں جیسے خلاصہ سے بحوالہ اصل گزرا کہ "وہ مانگے گا" اس لیے کہ صیغہ خبر اگرچہ وجوب میں ظاہر ہے لیکن ندب واستحباب کے لیے بھی کثرت سے آتا ہے جیسا کہ کلمات علما کے خدمت گزاروں پر مخفی نہیں۔ اس سے قریب یہ عبارتیں بھی ہیں (۱) اگر اس کے رفیق کے پاس پانی ہو تو تیمم کرنے سے پہلے اس سے

---

| | | | |
|---|---|---|---|
| [1] درمختار | باب التیمم | مطبع دہلی | ۱/۴۴ |
| [2] تبیین الحقائق | " " | مطبع الازہریہ مصر | ۱/۴۴ |
| [3] جواہر الاخلاطی | فصل فی التیمم | (قلمی نسخہ) | ۱/۱۳ |
| [4] قدوری | باب التیمم | مطبع کانپور | ص ۱۲ |

اذا وجد مع رفیقه ماء فانه یسأله فان لم یعطه تیمم وصلی[1] اھ والکنز یطلبه من رفیقه فان منعه تیمم[2] اھ کیف وقد قال مثله فی الملتقی واعتمد مذهب الامام وهذا نصه ان کان مع رفیقه ماء طلبه وان منعه تیمم وان تیمم قبل الطلب جاز[3]۔

طلب کرے اگر نہ دے تو تیمم کرے" اھ قدوری۔
(۲) "اپنے رفیق کے پاس پانی پائے تو اس سے مانگے اگر نہ دے تو تیمم کرے اور نماز پڑھے" اھ سراجیہ۔
(۳) "اپنے رفیق سے پانی طلب کرے اگر نہ دے تو تیمم کرے" اھ کنز الدقائق۔ یہ صیغہ یہاں وجوب کے لیے کیسے ہوسکتا ہے جب کہ ملتقی میں بھی اسی کے مثل فرمایا پھر بھی ان کا اعتماد مذہب امام پر ہے، ان کی عبارت یہ ہے: "اگر اس کے رفیق کے پاس پانی ہو تو اس سے طلب کرے، اگر نہ دے تو تیمم کرے اور اگر مانگنے سے پہلے تیمم کرلیا تو بھی ہوگیا" اھ (ت)

**تنبیه** قولی ههنا یجب مطلقا اسمراد به انهم ذکروها مرسلة ولم یقیدوها بما یأتی فی القول الثالث اذهذا هو الواقع فی کلام المبسوط واتباعه نعم حمله الامام صدر الشریعة علی صریح التعمیم کما سیأتی فی ذکر قانونه مع تضعیفه ان شاء الله تعالی ویقرب منه مامر عن الغنیة من حمل کل من قولی الامام وصاحبیه علی التعمیم حتی تأتی له التلفیق وقد تقدم انه لیس بتحقیق۔

**تنبیہ:** میرے "مطلقاً واجب" کہنے سے مراد یہ ہے کہ علما نے اسے مرسل ذکر کیا ہے اور وہ قید نہیں لگائی ہے جو تیسرے قول میں آرہی ہے۔ اس لیے کہ مبسوط اور اس کے اتباع کے کلام میں یہی صورت واقع ہے (یعنی ارسال ہے تقیید نہیں)۔ ہاں امام صدر الشریعہ نے اسے صریح تعمیم پر محمول کیا ہے جیسا کہ ان کے قانون کے ذکر میں تضعیف کے ساتھ اس کا ذکر آرہا ہے ان شاء اللہ تعالٰی۔ اور اس سے قریب وہ بھی ہے جو غنیہ سے گزرا کہ انہوں نے امام اور صاحبین کے دونوں قولوں کو تعمیم پر رکھا یہاں تک کہ ان کے لیے تلفیق کی گنجائش نکل آئی وہاں گزر چکا کہ یہ تحقیق نہیں۔ (ت)

**وثالثها** ادارة الامر علی ظنه فان ظن العطاء وجب الطلب ولم یجز

**مسلک سوم:** معاملہ اس کے گمان پر دائر رکھنا کہ اگر اسے دینے کا گمان ہو تو مانگنا واجب ہے

www.alahazratnetwork.org

---

۱ فتاوی سراجیہ باب التیمم مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ص ۱۲
۲ کنز الدقائق مع التبیین " المطبعۃ الازہریہ بولاق مصر ۱/۴۴
۳ ملتقی الابحر مع مجمع الانہر باب التیمم دار احیاء التراث العربی ۱/۴۴

التیمم قبلہ تقدم فیہ نص النھایۃ وستأتی نصوص البحر المحیط والمنیۃ والخزانۃ والبرجندی وفی الخانیۃ وخزانۃ المفتین رأی مع رفیقہ ماء ان کان غالب ظنہ انہ یعطیہ لایجوز لہ ان یتیمم بل یسألہ[1] اھ وفی الکافی مع رفیقہ ماء وظن انہ ان سألہ اعطاہ لم یجز التیمم وان کان عندہ انہ لایعطیہ تیمم وان شك و تیمم وصلی فسأل فاعطی یعید[2] اھ وفی الھندیۃ بعد نقلہ وھکذا فی شرح الزیادات للعتابی[3] اھ وفی البرجندی نقل عن القاضی الامام ابی زید رحمہ اللہ تعالٰی انہ یجب الطلب فی موضع لایعز الماء فیہ لافی موضع یعز[4] اھ وفی المنیۃ وشرح مسکین للکنز عن ابی نصر الصفار رحمہ اللہ تعالٰی اذا کان فی موضع یعز فیہ الماء فالافضل ان یسأل من رفیقہ و ان لم یسأل اجزأہ فان کان فی موضع لایعز الماء فیہ لایجزئہ قبل الطلب[5] اھ زاد فی المنیۃ کما فی عمرانات[6] واعتمدہ الشرنبلالی فی متنہ وشرحہ فقال یجب طلبہ ممن ھو معہ

www.alahazratnetwork.org

اور اس سے پہلے تیمم جائز نہیں۔ اس بارے میں نہایہ کی عبارت گزر چکی اور بحر محیط، منیہ، خزانہ اور برجندی کی عبارتیں آرہی ہیں۔ خانیہ اور خزانۃ المفتین میں ہے: "اپنے رفیق کے پاس پانی دیکھا اور گمان کیا کہ اگر اس سے مانگے تو دے دے گا تو تیمم جائز نہیں بلکہ اس سے طلب کرے" اھ اور کافی میں ہے اگر اس کے رفیق کے پاس پانی ہو اور اسے گمان ہو کہ اگر طلب کرے تو دے دیگا تو تیمم جائز نہیں اور اگر اس کے گمان میں یہ ہو کہ نہیں دیگا تو تیمم کرے اور اگر شک رکھتا ہو اور تیمم کرکے نماز پڑھ لے پھر مانگے اور وہ دے دے تو اعادہ کرے" اھ ہندیہ میں مذکورہ بالا عبارت نقل کرنے کے بعد لکھا ہے: "اسی طرح عتابی کی شرح زیادات میں ہے" اھ۔ برجندی میں قاضی امام ابو زید رحمہ اللہ تعالٰی سے نقل ہے کہ "مانگنا ایسی جگہ واجب ہے جہاں پانی کم یاب نہ ہو ایسی جگہ نہیں جہاں کم یاب ہو" اھ۔ منیہ اور شرح مسکین للکنز میں ہے کہ ابو نصر صفار سے ہے کہ جب ایسی جگہ ہو جہاں پانی کم یاب ہو تو بہتر یہ ہے کہ اپنے رفیق سے طلب کرے اور اگر طلب نہ کیا تو یہ اس کو کفایت کرے گا اور اگر وہ ایسی جگہ ہو جہاں پانی کمیاب نہیں ہوتا تو طلب سے پہلے اسے کفایت نہیں کرے گا اھ منیہ میں یہ اضافہ کیا:

[1] فتاوٰی قاضی خان فصل فیما یجوز لہ التیمم مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۱/۲۶

[2] فتاوٰی ہندیہ بحوالہ الکافی الفصل الاول من التیمم " نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۲۹

[3] ایضاً

[4] شرح النقایۃ للبرجندی فصل فی التیمم " نولکشور لکھنؤ ۱/۴۸

[5] شرح مسکین للکنز علٰی حاشیۃ فتح المعین باب التیمم " سعید کمپنی کراچی ۱/۹۷

[6] منیۃ المصلی ، فصل التیمم مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ ، لاہور ۵۰/

لانہ مبذول عادۃ فلا ذل فی طلبہ انکان فی محل لا تشح بہ النفوس[1] اھ ومنہا العبارات التی قدمنا فی المسألۃ الثالثۃ والرابعۃ عن الزیادات ومحیط السرخسی والخانیۃ والخلاصۃ والبزازیۃ وصدر الشریعۃ والبحر والہندیۃ تصریحا وجامع الکرخی والبدائع والحلیۃ مفہوما من الامر بقطع الصلاۃ عند ظن الاعطاء فانہ یوجب الوجوب اذ لولاہ[عہ] لما حل القطع ویقابلہا اطلاق نص الخانیۃ وخزانۃ المفتین شرع بالتیمم ثم جاء انسان معہ ماء فانہ یمضی فی صلاتہ[2] اھ

جیسے آبادیوں میں" اھ۔ اور شرنبلالی نے اپنے متن و شرح میں اسی پر اعتماد کرتے ہوئے فرمایا: "اسے اپنے ساتھی سے مانگنا واجب ہے اس لیے کہ پانی عادۃً دیا جاتا ہے تو اسے مانگنے میں کوئی ذلت نہیں اگر ایسی جگہ ہو جہاں پانی کے معاملہ میں طبیعتوں میں بخل نہیں پایا جاتا" اھ ان ہی میں سے وہ عبارتیں بھی ہیں جو پہلے ہم نے تیسرے اور چوتھے مسئلہ میں زیادات، محیط سرخسی، خانیہ، خلاصہ، بزازیہ، صدر الشریعۃ، بحر اور ہندیہ کے حوالوں سے صراحۃً اور جامع کرخی، بدائع اور حلیہ کے حوالوں سے مفہوماً بیان کیں کہ ظنِ عطا کے وقت نماز توڑنے کا حکم ہے، اس لیے کہ یہ حکم مانگنے کا وجوب لازم کرتا ہے کیونکہ اگر وجوب نہ ہوتا تو نماز توڑنا جائز نہ ہوتا۔ ان عبارتوں کے مقابلہ میں خانیہ اور خزانۃ المفتین کی یہ عبارت ہے: "تیمم سے نماز شروع کی پھر کوئی آدمی آیا جس کے پاس پانی ہے تو وہ نماز پڑھتا رہے" اھ (ت)

www.alahazratnetwork.org

**اقول** وقد علمت انہم یرمون عن قوس واحدۃ وھو وجوب الطلب فی مظنۃ الاعطاء لا غیرھا وانما نشأ الخلاف من الاختلاف فی ان الماء ھل ھو مبذول عادۃ فی السفر کالحضر اولا فمن قال نعم قال یجب مطلقا ومن قال لا قال لا ومن فصل فصل فلم یبق فی الوصول

**اقول**: معلوم ہوچکا کہ سبھی حضرات ایک ہی کمان سے تیر چلا رہے ہیں۔ وہ یہ کہ ظنِ عطا کی جگہ مانگنا واجب ہے دوسری جگہ نہیں۔ خلاف صرف اس بارے میں اختلاف سے پیدا ہُوا کہ کیا پانی سفر میں بھی حضر کی طرح عادۃً لیا دیا جاتا ہے یا ایسا نہیں؟ — جنھوں نے کہا ہاں، وہ مطلقاً وجوب کے قائل ہوئے۔ اور جنھوں نے کہا نہیں، وہ وجوب کے قائل نہیں اور

---

عہ کما یستفاد مما قدمنا عن تقریر وجوب القطع فی المسألۃ الثالثۃ ۱۲ منہ غفرلہ (م)

جیسا کہ وجوب قطع کی اس تقریر سے مستفاد ہوتا ہے جو ہم نے مسئلہ سوم میں پیش کی ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

---

[1] مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی مطبعۃ الازہریۃ مصر ص ۷۱

[2] فتاوٰی خانیہ فصل فیما یجوز لہ التیمم مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۱/ ۲۷

الی الصواب الا انحلال عقدۃ ھذا المبنی فاما المفصلون فقد اعتمدوا المظان وھی الجادۃ الواضحۃ واما المثبتون فنظروا الی حال الحضر والسفر فی منازل ذات مناھل وماء الشرب واما النافون فالی حال السفر فی منازل قلیلۃ المیاہ وماء الطھر۔

جنھوں نے اُس میں تفصیل کی، اس میں بھی تفصیل کی ـــ تو صواب و درستی تک رسائی کی راہ میں صرف اس مبنیٰ کی گرہ کشائی حاصل رہی۔ تفصیل کرنے والوں نے ظن کی جگہوں پر اعتماد کیا۔ یہ صاف راستہ ہے۔ اور اثبات کرنے والوں نے حضر اور سکونت اور پینے کے پانی والی جگہوں میں سفر کی حالت پر نظر کی۔ اور نفی کرنے والوں نے کم پانی والی اور آبِ طہارت کی قلت والی جگہوں میں سفر کی حالت پر نظر کی۔ (ت)

وانا **اقول** وباللّٰہ التوفیق ان[۱] ما المبذول عادۃ ماء الشرب لاسیما فی الحضر واما[۲] ماء الطھر خصوصا الغسل فکثیر من الناس یضنون بہ فی الحضر علی الاجانب حذار ان ینفد ماعندھم فیتحرجوا الی ان یأتی السقاء او یحتاجوا الی کلفۃ الاستقاء بل ان کان احدھم علی راس رکیۃ وسألہ غریب او عابرسبیل ماعندہ من الماء للغسل بل للوضوء یقول امالک ید ان الست علی البئر فکیف بالسفر۔

اور میں **کہتا ہُوں**: اور خدا ہی سے توفیق ہے ـــ جو عادۃً دیا جاتا ہے وہ صرف پینے کا پانی ہے، خصوصاً حضر میں۔ رہا طہارت خصوصاً غسل کا پانی تو اس میں بہت سے لوگ حضر میں بھی اجنبی لوگوں پر بخل کرتے ہیں اس اندیشہ سے کہ ان کا پانی ختم ہوجائیگا تو انہیں بہشتی کے آنے تک زحمت و مشقت ہوگی یا خود پانی کھینچنے کی زحمت اٹھانے کی ضرورت ہوگی بلکہ اگر کوئی شخص کسی کنویں ہی پر ہو اور اس سے کوئی مسافر یا راہ گیر اس کا پانی غسل بلکہ وضو کے لیے بھی مانگے تو وہ کہے گا کیا تمہارے پاس ہاتھ نہیں؟ کیا تمہارے سامنے کنواں نہیں؟ یہ تو حضر کا حال ہے پھر سفر کا کیا حال ہوگا؟ (ت)

**ثم**[۳] لایحل التیمم الا اذا بعد الماء میلا ونعلم قطعا ان المقیم فی مصرہ یتحفظ علی الماء تحفظہ علی الطعام اذا بعد الماء عنہ بھذا القدر فکیف بمن فی السفر فالغالب فیہ ھی الضنۃ وما

**پھر یہ دیکھئے کہ تیمم کا جواز کب ہوتا ہے؟** جب پانی ایک میل دُوری پر ہو اور یہ ہمیں قطعاً معلوم ہے کہ جب پانی اس قدر دُور ہوگا تو مقیم اپنے شہر میں پانی کی ویسے ہی حفاظت رکھے گا جیسے کھانے کی حفاظت رکھتا ہے پھر اس کا کیا ہوگا جو سفر میں

لكونه مبتذلا ولا فيه من مظنة الا في خصوص صور[ف] عديدة كأن[1] يكون من له الماء ولد هذا أو[2] شقيقه أو[3] صديقه أو[4] اجيره أو[5] رعيته أو[6] يهابه أو[7] له فيه طمع يريده أو[8] يعلم هذا ان الرجل غير شحيح ولا لئيم ولا مناوله وان عنده من الماء ما ان اعطاني منه فضل له ما يبلغه المنزل وافيا بحاجاته من دون تقصير ولا تقتير أو[9] يكون هذا مريضا مقعدا اشل مثلا وهو على رأس البئر أو[10] يعلم انه كريم النفس يستحيي ان يرد السائل لاسيما ان كان ممن يؤثرون على انفسهم ولو كان بهم خصاصة ففي مثل هذه الصور يصح له ظن الاعطاء المعتبر في الشرع وهو اكبر الرأي الملتحق في العمل باليقين دون الظن الضعيف الملحق بالشك ولا شك ان هذه الصور اقل بكثير من غيرها فكيف يقال ان ماء الطهر مبتذل عادة بل مظنون به غالبا نعم لم تبلغ قلة هذه الصور حد ندرة توجب طرحها عن النظر ونوط الحكم بالمظنة فوجب ادارة الامر على ظنه وهو اعلم بنفسه فلا يقيد[ف] بموضع فيه الماء عزيز او غزير فلا شك ان الوجه هو التفصيل هذا في الحكم۔

ہو؟ — تو سفر میں زیادہ تر بخل ہی ہوگا۔ اور سفر میں پانی کے مبذول ہونے کی کوئی جگہ نہیں مگر چند گنی چنی صورتوں میں مثلاً یہ کہ (۱) پانی کا مالک اس کی اولاد سے ہو، (۲) یا اس کا سگا بھائی ہو (۳) یا دوست ہو، (۴) یا ملازم ہو (۵) یا رعیت ہو (۶) یا اس سے ڈرتا ہو (۷) یا اسے اس سے کوئی طمع ہو جسے وہ بروئے کار لانا چاہتا ہو (۸) یا جانتا ہو کہ یہ آدمی بخیل، پست ہمت اور میرا مخالف نہیں اور اس کے پاس پانی بھی اتنا ہے کہ اگر مجھے اس میں سے دے دے تو اتنا بچ رہے گا جس سے وہ اپنی ضروریات بغیر کوتاہی کمی کے پورا کرتا ہوا گھر پہنچ جائے گا (۹) یا یہ اپاہج ہو یا مثلاً ہاتھ شل ہو اور وہ کنویں پر ہے (۱۰) یا جانتا ہو کہ وہ کریم النفس ہے سائل کو رد کرنے سے حیا رکھتا ہے خصوصاً جب کہ ان لوگوں میں سے ہو جو اپنے اوپر دوسرے کو ترجیح دیتے ہیں اگرچہ انھیں سخت احتیاج ہی کیوں نہ ہو۔ تو ایسی صورتوں میں اس کا ظنِ عطا جس کا شریعت میں اعتبار ہے درست ہوگا اور یہ غالب گمان ہے جو عمل میں یقین سے ملحق ہے، ضعیف گمان نہیں جو شک میں شامل ہے بلاشبہہ یہ صورتیں دوسری صورتوں سے بہت زیادہ قلیل و کمتر ہیں۔ پھر یہ کیسے کہا جا سکتا ہے کہ آبِ طہارت عادۃً لیا، دیا جاتا ہے۔ بلکہ اس میں تو اکثر بخل ہی ہوتا ہے۔ ہاں ان صورتوں کی قلت حدِ ندرت تک نہ پہنچی کہ انھیں بالکل نظر انداز کر دینا اور حکم کو جائے گمان سے متعلق کرنا لازم ہو تو خود اسی کے گمان پر معاملہ کو دائر رکھنا ضروری ہوا اور وہ خود اپنی حالت زیادہ جانتا ہے تو پانی کے کم یاب

www.alahazratnetwork.org

یا وافر ہونے کی جگہ سے حکم مقید نہ ہوگا۔ تو اس میں شک نہ رہا کہ وجہ صواب تفصیل ہی ہے یہ تو حکم سے متعلق کلام ہوا۔

اما التوفیق **فاقول** وباللہ التوفیق لاغرو فی اطلاق الحکم بالنظر الی الغالب الکثیر، وکم له فی الفقه من نظیر، فکان سیدنا الامام رضی اللہ تعالٰی عنه اطلق الحکم بعدم وجوب الطلب، نظرا الی الاغلب، ورواه الحسن کما سمع، وتداولته المتون والعامة کما وقع، وذهب اجتهاد الحسن الی اجرائه علی اطلاقه فقال به وکذلك ظن بعض ففسروا الاطلاق بالعموم وقلیل ماهم، ورواه الصاحبان عن شیخهما وقد عرفا المراد ففسراه وقالا به فمنهم من نظر الاطلاق عن الامام والتفصیل عنهما فنصب بینهم الخلاف وهو مسلك الهدایة وکثیرین ومنهم من نظر المرام وان التفصیل هو المراد بالاطلاق فصرح بالوفاق اولم یوم الی خلاف وهو مسلك المبسوط والکافی ومن حکی عنهم فی النهایة وهم الاکثرون علی مافیها ومنهم من نظر الی جانبی اللفظ والمقصود فاثبت الخلاف لفظا ونفاه معنی فذهب الی التوفیق وهو مسلك الامام الجصاص وهو التحقیق الناصع ولذا اتری الخانیة مشی علی کلا القولین جازما به غیر موم الی الخلاف فی شیئ من الموضعین کما نقلنا نصوصها فی المسلکین الاول و

رہ گئی تطبیق ـــ **تو میں کہتا ہوں** ـ اور خدا ہی سے توفیق ہے ـــ یہ کوئی تعجب کی بات نہیں کہ غالب وکثیر پر نظر کرتے ہوئے حکم مطلق بیان کردیا جائے۔ فقہ میں اس کی بہت سی نظیریں ہیں۔ تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے امام صاحب رضی اللہ تعالٰی عنہ نے غالب وکثیر پر نظر کرتے ہوئے مانگنے کے عدمِ وجوب کا حکم مطلق بیان فرمادیا اور حسن نے اسے جیسا سنا روایت کردیا اور متون وعامۂ کتب نے جیسا وقوع میں آیا ویسا ہی پیش کردیا۔ اور حسن کا اجتہاد اس طرف گیا کہ اسے اطلاق ہی پر جاری رکھا جائے تو وہ اسی کے قائل ہوئے۔ ایسے ہی کچھ اور حضرات کا بھی گمان ہوا تو انہوں نے اطلاق کی تفسیر عموم سے کردی۔ اور ایسے حضرات کم ہی ہیں۔ اور صاحبین نے اپنے شیخ سے مراد سمجھ کر اس کی روایت کی تو انہوں نے اس کی تفسیر کردی اور خود اسی تفسیر کے قائل ہوئے۔ اب بعض حضرات نے امام کے اطلاق اور صاحبین کی تفصیل پر نظر کی اور ان ائمہ کے درمیان اختلاف پیش کردیا۔ یہ صاحبِ ہدایہ اور بہت سے حضرات کا مسلک ہے۔ اور بعض حضرات نے مقصد پر نظر کی اور یہ دیکھا کہ اطلاق سے بھی مراد تفصیل ہی ہے تو انہوں نے اتفاق کی تصریح کردی یا کسی خلاف کی جانب اشارہ نہ کیا۔ یہ مبسوط، کافی اور ان حضرات کا مسلک ہے جن سے نہایہ میں حکایت کی اور

www.alahazratnetwork.org

الثالث وتبعہ فی خزانۃ المفتین کما علمت و
کلھم علی الصواب وبعضھم اولیٰ بہ من
بعض الاشرذمۃ صرحوا بتعمیم عدم الوجوب
مع اتفاقھم جمیعا علی وجوب الطلب فی
مظنۃ القرب واخاف ان یکون ھذا فی عبارۃ
التجرید المحکیۃ فی جامع الرموز من قبل
القھستانی نقل بالمعنی علی ما فھم فان
عبارۃ التجرید التی اثرھا امامان جلیلان
فی الخلاصۃ والبنایۃ کما مرلا اثر فیھا لھذا
التعمیم واللہ تعالیٰ بکل شیئ علیم ونظیرہ فی جانب
الایجاب صنیع صدر الشریعۃ وفی الجانبین
صنیع الغنیۃ واللہ تعالیٰ اعلم۔

یہ لوگ اکثر ہیں جیسا کہ نہایہ میں ہے ۔ اور بعض حضرات نے
الفاظ اور مقصود دونوں جانب نظر کی تو لفظاً اختلاف
ثابت کیا اور معنیً اس کی نفی کی تو وہ تطبیق کی راہ پر گئے ۔
یہ امام جصاص کا مسلک ہے اور یہی تحقیق خالص ہے ۔
اسی لیے آپ دیکھیں گے کہ خانیہ میں دونوں ہی قول پر
جزم کرتے ہوئے اور دونوں جگہوں میں کسی خلاف کا
اشارہ کئے بغیر چلے ہیں جیسا کہ ہم نے اس کی عبارتیں
مسلک اول اور مسلک سوم میں نقل کیں ——— اور
خزانۃ المفتین میں ان ہی کی پیروی کی، جیسا کہ معلوم ہوا ۔
اور یہ سبھی حضرات درستی پر ہیں اور بعض، بعض سے اولیٰ
ہیں مگر وہ گنتی کے لوگ جنہوں نے عدم وجوب کی تعمیم کی
صراحت کی جبکہ ان سب کا اتفاق ہے کہ پانی
قریب ہونے کا گمان ہو تو طلب واجب ہے ۔ اور میرا اندیشہ یہ ہے کہ یہ بات جامع الرموز میں تجرید کی حکایت کردہ
عبارت میں قہستانی کی طرف سے در آئی ہے اس طرح کہ انہوں نے اپنے فہم کے مطابق اسے معنیً نقل کر دیا اس لیے
کہ تجرید کی جو عبارت دو بزرگ اماموں نے خلاصہ و بنایہ میں نقل فرمائی ——— جیسا کہ گزری ——— اس میں اس تعمیم کا کوئی
نشان، پتا نہیں ——— اور خدائے برتر ہی ہر چیز کو جاننے والا ہے ۔ اسی کی نظیر جانب ایجاب میں صدر الشریعۃ کا
کا طریقہ بھی ہے اور دونوں ہی جانب میں غنیہ کا عمل ——— اور خدائے برتر ہی خوب جاننے والا ہے ۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

**تنبیہ** جعل فی الحلیۃ الاقوال اربعۃ
فافرز قول الصفار عن القول بالظن
وانت تعلم انہ ھو عہ فانما اقام المظنۃ

**تنبیہ** : حلیہ میں اقوال چار کر دئے اس طرح
کہ صفار کا قول، قول بالظن سے جدا شمار کر دیا جبکہ
ناظر کو معلوم ہے کہ یہ وہی ہے ۔ بس یہ ہے کہ انہوں نے ظن

---

عہ **اقول** ستعلم من احاط بنصوص مرت
وتأتی ان لکلامھم ھھنا وجھتین فمنھم
من رددبین نفی واثبات صریحا نحو ان

**اقول** : گزشتہ و آئندہ نصوص و عبارات کا
احاطہ کرنے والے کو معلوم ہوگا کہ یہاں کلام علما کے دو
رُخ ہیں ۔ بعض حضرات نے صراحۃً نفی و اثبات کے درمیان

(باقی بر صفحہ آئندہ)

مقام الظن کما لایخفی وقد قدمتہ فی حاشیۃ نمرۃ ۱۴۴۔

**المقام الثانی** قد تبین انہ ان ظن العطاء وجب الطلب او المنع لا یبقی الشک فاعتری فیہ الشک وجاءت العبارات علی وجہین فی الحاقہ باحد

کی جگہ مظنہ رکھا ہے جیسا کہ مخفی نہیں۔ میں پہلے نمبر ۱۴۴ کے حاشیہ میں بھی اسے بیان کرچکا ہوں۔ (ت)

**مقامِ دوم:** یہ واضح ہوچکا کہ اگر دینے کا گمان ہو تو مانگنا واجب ہے اور نہ دینے کا گمان ہو تو واجب نہیں۔ شک کا حکم رہ گیا تو اس میں شک در آیا اور اسے ظن عطا و ظن منع کسی ایک سے ملحق کرنے

---

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

ظن العطاء وجب الطلب والا لا کالبحر المحیط والاختیار والمبتغی او مفہوما نحوان ظن العطاء لم یجز التیمم کالنہایۃ والخانیۃ وخزانۃ المفتین والخزانۃ وغیرہم فافادوا الحاق الشک بظن المنع ومنہم من ذکر حکم الظنین واہمل ذکر الشک کالکافی والمنیۃ والہندیۃ عن العتابی والزیادات ایضا بتصریح الحلیۃ وقد بحث فی الحلیۃ فی ہذا القول عن الحاق الشک باحد الظنین جعل الکل محتملا ورجح الالحاق بالمنع ولایخرج قول الامامین الصفار و ابی زید عن ہذا فلا وجہ لعدہ علیحدۃ الا بالنظر الی تغایر فی اللفظ ۱۲ منہ غفرلہ (م)

تردید کی ہے مثلاً یہ کہ "اگر عطا کا گمان ہو طلب واجب ہے ورنہ نہیں" جیسے بحر، محیط، اختیار اور مبتغی میں ہے۔ یا مفہوماً تردید کی ہے مثلاً یوں کہ "اگر دینے کا گمان ہو تو تیمم جائز نہیں" جیسے نہایہ، خانیہ، خزانۃ المفتین اور خزانہ وغیرہا میں ہے۔ تو ان حضرات نے شک کو ظن منع سے ملحق کرنے کا افادہ فرمایا۔ اور بعض حضرات نے دونوں ظن (ظنِ عطا و ظنِ منع) کا حکم بیان کردیا اور شک کا ذکر چھوڑ دیا جیسے کافی، منیہ اور ہندیہ میں عتابی سے نقل کرتے ہوئے ہے اور حلیہ کی تصریح کے مطابق زیادات میں بھی ہے۔ اور حلیہ کے اندر اس قول کے تحت شک کو کسی ایک ظن سے لاحق کرنے سے متعلق بحث کی ہے تو محتمل ہر ایک کو رکھا اور منع سے لاحق کرنے کو ترجیح دی اور امام صفار و امام ابوزید کا قول اس سے باہر نہیں تو اسے علیحدہ شمار کرنے کی کوئی وجہ نہیں سوائے اس کے کہ لفظوں کے اختلاف پر نظر ہو ۱۲ منہ غفرلہ۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

الظنین۔

**احدھما** قال صدر الشریعۃ وفی الزیادات اذا کان خارج الصلاۃ ولم یطلب وتیمم لایحل لہ الشروع بالشک فان القدرۃ والعجز مشکوک فیہما[1] اھ فقد الحقہ بظن العطاء فکما لایجوز التیمم اذا ظن العطاء کذلک اذا شک لکن نص فی الحلیۃ ان حکم صورۃ الشک غیر منصوص علیہ فی الزیادات[2] اھ والذی ذکر فی البحر وجعلہ حاصل الزیادات وغیرھا یخالف مافی شرح الوقایۃ وعبارتہ وفی الزیادات ان المتیمم المسافر الٰی اٰخر مانقلنا فی المسألۃ الثالثۃ وقال فیما بعد قولہ فلا یقطع بالشک بخلاف ما اذا کان خارج الصلاۃ الی اٰخر مانقلنا ھھنا فلعل قولہ بخلاف الخ مدرج من عند الامام بین مسألتی الزیادات علی ما یقتضیہ کلام الحلیۃ والبحر ولذا لم یعزہ فی الحلیۃ الا الیہ واللّٰہ تعالٰی اعلم ھذا ووقع فی الخادمی حکایۃ ان الحاقہ بظن العطاء مصحح قال فی الدرر[3] قبل طلبہ جاز التیمم اختارہ فی الھدایۃ وقیل لا اختارہ فی المبسوط اھ فقال الخادمی

متعلق عبارتیں دو طرح آئیں:

**اول:** صدر الشریعۃ نے فرمایا: "زیادات میں ہے کہ جب بیرونِ نماز ہو اور طلب نہ کرے اور تیمم کرے تو شک کے ساتھ شروع کرنا اس کے لیے جائز نہیں اس لئے کہ قدرت وعجز دونوں میں شک ہے" اھ اس عبارت میں شک کو ظن عطا سے ملحق کیا ہے جیسے ظن عطا کی صورت میں تیمم جائز نہیں۔ اسی طرح شک کی صورت میں —— لیکن حلیہ میں تصریح ہے کہ "صورت شک کا حکم زیادات میں منصوص نہیں" اھ اور بحر میں جو ذکر کیا ہے اسے زیادات وغیرہا کا حاصل قرار دیا ہے وہ اس کے برخلاف ہے جو شرح وقایہ میں ہے۔ شرح وقایہ کی عبارت یہ ہے: "زیادات میں ہے کہ تیمم والا مسافر —— اس کے آخر تک جو ہم نے مسئلہ سوم میں نقل کیا۔ اس میں "فلا یقطع بالشک —— تو شک کی وجہ سے نماز نہ توڑے گا" کے بعد یہ بھی لکھا ہے: "بخلاف اس صورت کے جب بیرونِ نماز ہو —— اس کے آخر تک جو ہم نے یہاں نقل کیا —— شاید عبارت "بخلاف الخ" امام صدر الشریعۃ کی طرف سے زیادات کے دونوں مسئلوں کے درمیان درج ہوئی ہے جیسا کہ حلیہ اور بحر کے کلام کا اقتضا ہے اسی لیے اسے حلیہ میں ان ہی کی طرف منسوب کیا۔ اور خدائے برتر ہی خوب جاننے والا ہے۔ یہ ذہن نشین رہے۔ خادمی

www.alahazratnetwork.org

---

[1] شرح الوقایۃ باب التیمم مطبع المکتبۃ الرشیدیہ دہلی ۱/۱۰۱
[2] حلیۃ
[3] درر شرح الغرر باب التیمم مطبع دار السعادت کامل بیروت ۱/۳۲

الصحیح ان رجا اعطاءه او شك یعید والا لا[1] اھ ولم یعزہ لاحد ولم اره لمعتمد فاللہ تعالٰی اعلم۔

میں حکایۃً یہ آیا ہے کہ شک کو ظن عطا سے لاحق کرنا تصحیح یافتہ ہے۔ درر میں فرمایا: "مانگنے سے پہلے تیمم جائز ہے۔ اسی کو ہدایہ میں اختیار کیا۔ اور کہا گیا: جائز نہیں۔ اسی کو مبسوط میں اختیار کیا" اھ اس پر خادمی نے لکھا کہ: "تصحیح یافتہ یہ ہے کہ اگر دینے کی اُمید یا شک ہو تو اعادہ کرے ورنہ نہیں اھ" اور اس پر کسی کا حوالہ نہ دیا۔ نہ ہی میں نے کسی معتمد کے کلام میں اسے پایا، تو خدائے برتر ہی خوب جاننے والا ہے۔ (ت) 4

**وثانیھما** قال فی المبتغی بالغین معرفیقه ماء ظن انه یعطیه لایتیمم والا تیمم[2] اھ فقد الحقه بظن المنع وھو قضیة ما فی المنیة اذ قال ان کان مع رفیقه ماء لایجوز له التیمم قبل ان یسأل عنه اذا کان علی غالب ظنه انه یعطیه[3] اھ وفی البرجندی عن الخزانة ان کان غالب ظنه انه یعطیه لایجوز له ان یتیمم قبل الطلب[4] اھ وفی جامع الرموز عن البحر المحیط ان ظنه وجب الطلب والا لا[5] اھ وھذا ما رجحه فی الحلیة اذ قال احتمال الحاق الشك بظن المنع[ع] ارجح کما یظھر من توجیه ھذا

**دوم:** مبتغی (غین معجمہ سے) میں فرمایا: "ہمسفر کے پاس پانی ہے اگر گمان ہو کہ وہ دے دے گا تو تیمم نہ کرے ورنہ تیمم کرے"۔ اھ انہوں نے شک کو ظن منع سے لاحق کیا۔ یہی عبارت منیہ کا بھی مقتضٰی ہے۔ اس میں یہ لکھا ہے: "اگر اس کے رفیق کے پاس پانی ہو تو اس کے لیے اس سے مانگنے سے پہلے تیمم جائز نہیں جب کہ اس کا غالب گمان یہ ہو کہ وہ دے دے گا" اھ برجندی میں خزانہ کے حوالہ سے یہ ہے: "اگر اس کا غالب گمان یہ ہو کہ اسے دے دے گا تو مانگنے سے پہلے اس کے لیے تیمم کرنا جائز نہیں" اھ جامع الرموز میں بحر محیط کے حوالہ سے لکھا ہے: "اگر دینے کا گمان ہو تو مانگنا واجب ہے ورنہ نہیں" اھ۔ یہی وہ ہے جسے

www.alahazratnetwork.org

---

ع وقع فی نسختی الحلیة بظن العطاء **اقول** وھو سبق قلم او من خطأ النساخ

حلیہ کے میرے نسخے میں "بظن العطاء" لکھا ہوا ہے **اقول** یہ سبقتِ قلم ہے یا کاتبوں کی خطا (باقی بر صفحۂ آئندہ)

---

[1] حاشیۃ علی الدرر باب التیمم مطبع عثمانیہ بیروت ص ۲۹

[2] المبتغی

[3] منیۃ المصلی فصل فی التیمم مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ لاہور ص ۴۹

[4] البرجندی " مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۱/۴۸

[5] جامع الرموز " مکتبہ اسلامیہ ایران ۱/۷۰

التفصیل وانکان فی شرح الوقایۃ لصدر الشریعۃ انہ لایحل لہ الشروع بالشک فان القدرۃ والعجز مشکوک فیھما اھ ثم ذکر التوجیہ بقولہ ولا یبعد القول بان الاول (ای ادارۃ الامر علی ظنہ) اوجہ لان الماء لیس بمبذول للاستعمال غالبا فی الاسفار و خصوصا فی مواضع عزتہ فالعجز محقق نظرا الی ذلک ولان ملک الغیر حاجز عن التصرف والقدرۃ موھومۃ فیصلح التمسک بھذا الاصل مبیحا للتیمم مالم یعارضہ ما یخرجہ عن مقتضاہ وھو ظن دفعہ[1] اھ وھو ماخوذ عن الفتح وقد منا نصہ قبل المقام الاول وعن البدائع وقد منا نصہ فیہ۔

حلیہ میں ترجیح دی۔ لکھتے ہیں: "شک کو ظنِ منع سے لاحق کرنے کا احتمال زیادہ راجح ہے، جیسا کہ اس کی تفصیل کی توجیہ سے ظاہر ہوگا۔ اگرچہ صدر الشریعۃ کی شرح وقایہ میں یہ ہے کہ شک کے ساتھ اس کے لیے نماز شروع کرنا جائز نہیں اس لیے کہ قدرت و عجز میں شک ہے اھ" پھر توجیہ یوں ذکر کی: "یہ کہنا بعید نہ ہوگا کہ اول (یعنی اس کے گمان پر معاملہ کو دار رکھنا) زیادہ بہتر ہے اس لیے کہ سفروں میں زیادہ تر یہی ہوتا ہے کہ پانی استعمال کے لیے نہیں دیا جاتا خصوصاً ایسی جگہوں میں جہاں پانی کم یاب ہو تو اس بات پر نظر کرتے ہوئے عجز متحقق ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ ملکِ غیر، تصرف سے مانع ہے اور قدرت موہوم ہے۔ تیمم کے جواز کے لیے اس قاعدہ سے تمسک بجا ہے جب تک کہ اس کے معارض کوئی ایسی چیز نہ ہو جو اس کے مقتضٰی سے اسے باہر لائے اور وہ یہ ہے کہ دینے کا گمان ہو" اھ۔ یہ توجیہ فتح القدیر سے ماخوذ ہے۔ اس کی

www.alahazratnetwork.org

---

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

وانما صوابہ بظن المنع فان الحاقہ بظن العطاء ھو الذی فی صدر الشریعۃ لاخلافہ ویتضح الامر بما ذکر من التوجیہ فانہ یثبت الحاقہ بظن المنع کما تری ۱۲ منہ غفرلہ۔ (م)

۔ صحیح "بظن المنع" ہی ہے کیونکہ ظنِ عطا سے لاحق کرنا ہی تو صدر الشریعۃ کی شرح میں ہے اس کا مقابل نہیں۔ آگے صاحبِ حلیہ نے جو توجیہ ذکر کی ہے اس سے معاملہ واضح ہوجاتا ہے اس لیے کہ اس توجیہ سے شک کو ظنِ منع سے ہی لاحق کرنا ثابت ہوتا ہے جیسا کہ پیش نظر ہے ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

---

[1] حلیہ

عبارت مقام اول سے قبل ہم نقل کرآئے اور بدائع سے ماخوذ ہے۔ اس کی عبارت ہم نے مقام اول میں پیش کی۔ (ت)

**اقول** وھذا ھو الراجح اما **اولاً** فلانہ یشھد بہ نظیرہ مسألۃ الطلب غلوۃ فقد نصوا قاطبۃ فیھا انہ ان غلب علی ظنہ قرب الماء وجب الطلب والا لا ففی مختصر الامام القدوری والھدایۃ لیس علی المتیمم اذا لم یغلب علی ظنہ ان بقربہ ماء ان یطلب الماء وان غلب علی ظنہ لم یجز تیممہ حتی یطلبہ[1] اھ وفی الوقایۃ والنقایۃ والاصلاح والکنز والوافی والملتقی والغرر والتنویر ونور الایضاح یجب طلبہ غلوۃ لو ظنہ قریبا والا فلا اھ[2] افھم النقایۃ وافصح الکل واتم الشراح والمحشون قاطبۃ وقدمنا فی المسألۃ الرابعۃ التنصیص بہ عن البدائع والسراج الوھاج

**اقول**: اور یہی راجح بھی ہے ــــ **اولاً** اس لیے کہ اس پر اس کی ایک نظیر شاہد ہے وہ بقدر غلوہ (تیر پھینکنے کی دُوری کے برابر) پانی تلاش کرنے کا مسئلہ ہے۔ اس میں سبھی حضرات نے تصریح فرمائی ہے کہ اگر اسے غالب گمان ہو کہ قریب میں پانی ہے تو تلاش کرنا واجب ہے ورنہ نہیں۔ امام قدوری کی مختصر اور ہدایہ میں ہے: "تیمم والے پر پانی تلاش کرنا لازم نہیں جب اس کا غالب گمان یہ نہ ہو کہ اس کے قریب میں پانی ہے۔ اور اگر اس کا غالب گمان یہ ہو تو جب تک تلاش نہ کرلے تیمم جائز نہیں" اھ۔ وقایہ، نقایہ، اصلاح، کنز، وافی، ملتقی، غرر، تنویر اور نور الایضاح میں ہے: "غلوہ (تیر پھینکنے پر جہاں تک پہنچے اتنی دوری) کی مقدار پانی تلاش کرنا واجب ہے اگر وہ پانی قریب گمان کرتا ہو ورنہ نہیں" اھ نقایہ نے اسے مفہوماً

www.alahazratnetwork.org

---

عہ غیران فی الجوھرۃ عند ابی حنیفۃ اذا شک وجب علیہ الطلب[3] اھ **اقول** وھو نقل غریب متوغل فی الاغراب لاسیما بلفظۃ عند والظاھر انھا تصحیف عن من عند الناسخ فلعلھا ان کانت فروایۃ شاذۃ فاذۃ واللہ تعالٰی اعلم ۱۲ منہ غفرلہ (م)

سوا اس کے کہ جوہرہ میں ہے، عند ابی حنیفۃ اذا شک وجب علیہ الطلب (امام ابو حنیفہ کے نزدیک شک کی صورت میں پانی تلاش کرنا اس پر واجب ہے" اھ ــــ **اقول** یہ نقل غریب غرابت میں حد سے متجاوز ہے خصوصاً بلفظ "عند"۔ ظاہر یہ ہے کہ ناقل کے قلم سے یہ "عن" کی تصحیف ہے تو یہ کوئی شاذ سب سے الگ تھلگ روایت ہوگی، اور خدائے برتر ہی خوب جاننے والا ہے ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

---

[1] قدوری باب التیمم مطبع مجتبائی کانپور ص ۱۲
[2] شرح الوقایہ باب التیمم مطبوعہ مکتبۃ الرشیدیہ دہلی ۱/ ۱۰۷
[3] جوہرہ نیرہ باب التیمم مکتبہ امدادیہ ملتان ۱/ ۲۴، ۲۹

والجوهرة النيرة والبحر والدر والهندية ايضا ومثله فی ما لا یحصی فقد اطبقوا علی الحاق الشك بظن البعد **واما ثانیا** فلانه هو المصرح به فی غير ما كتاب جليل فقد قدمنا نصوص النهاية والخانية وخزانة المفتين والاختيار شرح المختار سالفا وذكرنا نصوص المبتغی والمنية والبحر المحيط والخزانة انفا وخلافه لم يعرف الا فی شرح الوقاية۔

**بلی** نسب الحاق الشك بظن العطاء فی الجوهرة الی الصاحبين علی خلاف قول الامام رضی الله تعالی عنهم فقال وجوب الطلب قولهما وعند ابی حنيفة لا يجب لان سؤال ملك الغير ذل عند المنع وتحمل منة عند الدفع وعندهما ان غلب علی ظنه انه لا يعطيه لا يجب عليه الطلب ايضا وان شك وجب وتفريع قول ابی حنيفة اذا لم يجب الطلب وتيمم قبله اجزأه[1] وتفريع قولهما فی وجوب الطلب اذا شك وصلی ثم سأله

بتایا اور سب لوگوں نے صراحۃً بیان کیا اور تمام شارحین محشین نے انہیں برقرار رکھا — اور ہم مسئلہ چہارم میں بدائع، سراج وہاج، جوہرہ نیرہ، بحر، درمختار اور ہندیہ سے بھی اس کی تصریح پیش کر آئے ہیں۔ اور اسی کے مثل بے شمار کتابوں میں ہے تو شک کو ظنِ بُعد سے لاحق کرنے پر سب کا اتفاق موجود ہے۔ **ثانیاً** اس لئے کہ متعدد جلیلہ میں اسی کی تصریح موجود ہے — ہم نہایہ، خانیہ، خزانۃ المفتین اور اختیار شرح مختار کی عبارتیں پہلے پیش کرچکے اور مبتغی، منیہ، بحر محیط اور خزانہ کی عبارتیں ابھی بیان کیں — اور اس کے خلاف سے کہیں آشنائی نہ ہوئی مگر شرح وقایہ میں۔

**ہاں** جوہرہ میں شک کو ظنِ عطا سے لاحق کرنے کی نسبت صاحبین کی طرف کی ہے برخلاف قول امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ اس میں لکھا ہے: "مانگنا واجب ہے یہ صاحبین کا قول ہے۔ امام ابوحنیفہ کے نزدیک واجب نہیں اس لیے کہ غیر کی ملک مانگنے میں ذلّت ہے اگر وہ انکار کردے اور احسان سے زیربار ہونا ہے اگر وہ دے دے۔ اور صاحبین کے نزدیک بھی اگر اس کا غالب گمان ہو کہ نہیں دے گا تو مانگنا واجب نہیں۔ اور شک کی صورت ہو تو واجب ہے امام ابوحنیفہ کے قول پر تفریع یہ ہے کہ جب طلب[1] واجب نہ ہو اور قبلِ طلب تیمم کرلے تو ہوگیا۔ اور وجوب طلب میں قولِ صاحبین پر تفریع یہ ہے کہ جب شک

---

[1] الجوہرۃ النیرۃ شرح قدوری باب التیمم مطبع مکتبہ امدادیہ ملتان ۱/۲۹

www.alahazratnetwork.org

واعطاه وجب علیه الاعادة باتفاقهما وان منعه فعند ابی یوسف صلاته جائزة وعند محمد یعید وان غلب علی ظنه انه یمنعه فصلی ثم اعطاه توضأ واعاد وان غلب علی ظنه ان یدفع الیه فصلی ثم سأله فمنعه اعاد عند محمد وعند ابی یوسف[1] لا اھ۔

کی صورت ہو اور نماز پڑھ لے پھر مانگے اور وہ دے دے تو باتفاق صاحبین اس پر اعادہ واجب ہے اور اگر نہ دے تو امام ابویوسف کے نزدیک اس کی نماز صحیح ہے۔ اور امام محمد کے نزدیک اسے اعادہ کرنا ہے۔ اور اگر اس کا غالب گمان ہو کہ نہیں دے گا تو اس نے نماز پڑھ لی پھر اس نے دے دیا تو وضو کرے اور نماز لوٹائے۔ اور اگر دینے کا غالب گمان رہا ہو اس وقت اس نے نماز (تیمم سے) پڑھ لی پھر مانگا اس نے نہ دیا تو امام محمد کے نزدیک اسے اعادہ کرنا ہے اور امام ابویوسف کے نزدیک اعادہ نہیں" اھ (ت)

**اقول** قوله فی ظن المنع ثم اعطاه اعاد ای باتفاقهما وان لم یعط لا بالاجماع وحاصل قول محمد علی ما حکاه انه ان ظن العطاء او شك اعاد مطلقا اعطی بعد الصلاة او منع وان ظن المنع فان اعطی اعاد والا لا ومحصوله انه یشترط لجواز التیمم ظن منع لا یظهر خلافه وحاصل قول ابی یوسف انه ان اعطی اعاد وان منع لا سواء ظن عطاء او منعا او شك۔

**اقول:** ظنِ منع میں ان کی عبارت "پھر اس نے دے دیا تو اعادہ کرے" کا معنٰی یہ ہے کہ باتفاقِ صاحبین اس کا حکم اعادہ ہے اور اگر نہ دیا تو بالاجماع اعادہ نہیں ـــ اور حکایت جوہرہ کے مطابق قول امام محمد کا حاصل یہ ہے کہ اگر اسے عطا کا گمان یا شک ہو تو مطلقاً اعادہ کرنا ہے بعد نماز دے یا نہ دے اور اگر منع کا ظن رہا ہو تو اگر بعد نماز دے دے اعادہ کرے ورنہ نہیں۔ اور اس کا محصول یہ ہے کہ وہ جوازِ تیمم کے لیے ایسے ظنِ منع کی شرط لگاتے ہیں جس کے خلاف بعد میں ظاہر نہ ہو۔ اور امام ابویوسف کے قول کا حاصل یہ ہے کہ بعد نماز اگر دے دے تو اعادہ کرے اور اگر نہ دے تو نہیں پہلے خواہ دینے کا ظن رہا ہو یا نہ دینے کا، یا شک رہا ہو۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

---

[1] الجوہرۃ النیرۃ شرح قدوری باب التیمم مکتبہ امدادیہ ملتان ۱/۲۹

**وفیہ اولاً** [ف۱] قد کان حکم وجوب الطلب ان لا یجزئ التیمم قبلہ کما قال فی تفریع قول الامام انہ لما لم یجب اجزأہ وقد منا فی الافادۃ الخامسۃ من شرح الحد الرضوی عن سراجیہ وجوھرتہ انہ حیث وجب الطلب و لم یطلب لم یجز وان لم یجد بعد فعلی ھذا انما یظھر وجوب الطلب فی الشک علی ما حکی عن محمد لا علی قول ابی یوسف۔

**الا** ان یبنی علی التحقیق الذی نبدیہ بتوفیق اللہ تعالٰی ان الوجوب ھھنا علی غیر حد الوجوب ثمہ وتکون الثمرۃ البطلان اذا ظن العطاء او شک ولم یسأل قبل ولا بعد واللہ تعالٰی اعلم۔

جوہرہ کے بیان پر چند کلام ہے : **اول :** طلب واجب ہونے کا حکم یہ تھا کہ اس سے پہلے تیمم کفایت نہ کرے جیسا کہ قولِ امام کی تفریع میں لکھا کہ "جب طلب واجب نہ ہو تیمم ہو جائے گا" ہم تعریفِ رضوی کی شرح کے افادہ پنجم میں ان کی سراج اور جوہرہ سے نقل کر آئے ہیں کہ جہاں طلب واجب ہو اور طلب نہ کرے تو تیمم جائز نہیں اگرچہ بعد میں پانی نہ ملے۔ تو اس کے پیشِ نظر صورتِ شک میں وجوبِ طلب صرف اس قول پر ظاہر ہے جو انہوں نے امام محمد سے حکایت کیا امام ابو یوسف کے قول پر ظاہر نہیں۔ مگر یہ کہ اس تحقیق پر بنیاد رکھیں جس کا ہم بتوفیقِ خدائے برتر اظہار کریں گے کہ یہاں پر وجوب کا وہ معنی نہیں جو وہاں ہے۔ اور اس کا ثمرہ یہ ہوگا کہ تیمم باطل ہوگا جب دینے کا گمان یا شک رہا ہو اور پانی نہ پہلے طلب کیا ہو نہ بعد میں — اور خدائے برتر ہی خوب جاننے والا ہے۔

www.alahazratnetwork.org

**وثانیاً** [ف۲] لازم ھذا المحکی عن محمد بل صریحہ کما علمت ان لو رأی فی الصلاۃ وظن العطاء او شک بطلت صلاتہ من دون توقف علی منح او منع بعد لان ما منع [ف۳] وجودہ التیمم نقضہ حدوثہ کما فی البدائع والبحر والدر وغیرھا وھذہ کما علمت روایۃ نادرۃ عن محمد وقد اسلفنا البحث علیھا وانھا

**دوم :** امام محمد سے اس حکایت کا لازم بلکہ صریح جیسا کہ معلوم ہوا ، یہ ہے کہ اگر نماز کے اندر دیکھا اور دینے کا گمان یا شک ہوا تو بعد میں دینے ، نہ دینے پر کچھ موقوف رہے بغیر ابھی اس کی نماز باطل ہوگئی۔ اس لیے کہ جس چیز کی موجودگی تیمم سے مانع ہو اس کا حدوث تیمم کا ناقض ہوگا۔ جیسا کہ بدائع ، بحر ، درمختار وغیرہا میں ہے — اور یہ جیسا کہ معلوم ہوا ، امام محمد سے ایک نادر روایت ہے اور ہم پہلے اس پر بحث کر چکے ہیں۔ اس روایت میں یا تو تاویل

مؤولة او مهجورة ۔

کی جائے یا یہ روایت مہجور و متروک ہے ۔ (ت)

**اقول**[ف] والتأویل لا یتمشی ھنا لتصریحه بعدم الالتفات لما یظهر بعد فلم یبق الا الهجر ۔

**اقول :** اور یہاں تاویل نہیں چل سکتی اس لیے کہ وُہ صراحت کر رہے ہیں کہ اس کی طرف کچھ التفات نہیں جو بعد میں ظاہر ہو تو یہی رہ گیا کہ یہاں یہ روایت مہجور و متروک ہو ۔

**وثالثا**[ف۲] بل تلك النادرة ایضا بمفهومها ان ھذا اذا ظن العطاء لا اذا شك تخالف ھذه الحکایة المسویة بین ظن الاعطاء والشك ۔

**سوم :** بلکہ وُہ نادر روایت بھی اپنے مفہوم سے ظنِ عطا اور شک میں برابری بتانے والی اس حکایت کی مخالفت کر رہی ہے کہ یہ اس وقت ہے جب عطا کا گمان ہو اس وقت نہیں جب شک ہو ۔

**ورابعا**[ف۳] ینافیه ما مر عن الاختیار من قیاس قول محمد المعتبر فیه ظن الاعطاء فقط ویناقضه صریحا ما مر عن النهایة ان المذهب الغیر المنقول فیه خلاف بین اصحابنا الثلثة رضی الله تعالی عنهم الا فی الایضاح ھو قصر الوجوب علی ظن الاعطاء والخلاف الذی فی الایضاح وغیره ھو عدم الوجوب عند الامام مطلقا فلیس عند احد من الفریقین تسویة ظن العطاء والشك عند محمد ولا عند ابی یوسف فتبصر ولله الحمد ۔

**چہارم :** اس کے منافی وہ بھی ہے جو اختیار کے حوالہ سے قولِ امام محمد کا قیاس بیان ہوا کہ اس میں صرف ظنِ عطا کا اعتبار ہے ۔ اور صراحۃً اس کے مناقض وہ ہے جو نہایہ کے حوالہ سے بیان ہوا کہ مذہب جس میں سوائے ایضاح کے کسی سے بھی ہمارے تینوں اصحاب رضی اللہ تعالٰی عنہم کے درمیان کوئی اختلاف منقول نہیں ، یہ ہے کہ وجوب طلب صرف ظنِ عطا میں محدود ہے ۔ اور ایضاح وغیرہ میں جو خلاف منقول ہے وُہ یہ ہے کہ امام صاحب کے نزدیک مطلقاً وجوب نہیں — تو فریقین میں سے کسی کے نزدیک بھی ظنِ عطا اور شک کو نہ امام محمد کے نزدیک برابر بتایا گیا نہ امام ابو یوسف کے نزدیک ۔ تو اسے نگاہِ بصیرت سے دیکھنا چاہیے ۔ اور خدا ہی کے لیے حمد ہے ۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

**واما ثالثا فاقول** وبالله التوفیق وھو الحل علی وجه التحقیق[ف۴] اذا کان شیئ ظاھرا وخلافه محتملا لا عن

**ثالثا — فاقول** وباللہ التوفیق ۔ (میں کہتا ہوں ، اور خدا ہی سے توفیق ہے) اور بطور تحقیق یہی حل بھی ہے ۔ جب کوئی چیز ظاہر ہو اور اسکے

دلیل لم یعارضه فلا یقع الشك فی ذلك الظاهر لعدم استواء الطرفین فقد نصوا فی علم الکلام ان الاحتمال لا عن دلیل لاینافی الیقین بالمعنی الاعم فکیف ینافی الظن والشك فی العطاء لایکون الا اذا لم یترجح جانبه بدلیل فیبقی محتملا لا عن دلیل فلا یورث الشك فی العجز المعلوم الظاهر بخلاف ظن العطاء فانه عن دلیل ولا بد فیعارض الظاهر ویبقی العجز مشکوکا فلا یتحقق شرط التیمم وذلك کمن شك فی قرب الماء فان شکه هذا لایجعل العجز مشکوکا حتی ساغ له التیمم بلا طلب ولم یسغ لمن ظن القرب کما تقدم فظهر به الجواب الساطع عن قول صدر الشریعة ان القدرة والعجز مشکوك فیهما[1] وتبین ان مثل الشك لایعارض ظهور العجز فوجب طرحه والحاقه بظن المنع ولله الحمد ثم بعد بضع لیال رأیت تصدیق تعلیلی هذا فی کلام الامام ملك العلماء کما یأتی اواخر المسألة الثامنة ولله الحمد۔

خلاف کا احتمال بلا دلیل ہو تو یہ اس ظاہر کے معارض نہ ہوگا تو اس ظاہر میں شک واقع ہوگا اس لیے کہ طرفین برابر نہیں۔ علمانے علم کلام میں تصریح فرمائی ہے کہ "احتمال بلا دلیل یقین بمعنی اعم کے منافی نہیں"، تو ظن کے منافی کیسے ہوگا۔ اور عطا میں شک نہ ہوگا مگر اسی وقت جب کہ جانب عطا کو کسی دلیل سے ترجیح حاصل نہ ہو سکے تو جانب عطا محتمل بلا دلیل رہ جائے گی تو اس سے اُس عجز میں شک نہ پیدا ہوگا جس کا ظاہر معلوم ہے بخلاف اس صورت کے جب عطا کا ظن ہو اس لیے کہ یہ ایک دلیل سے ہے اور یہ لازمی امر ہے تو ظاہر، ظاہر کے معارض ہو جائے گا اور عجز مشکوک رہے گا تو تیمم کی شرط متحقق نہ ہو سکے گی —— اور یہ ایسے ہی ہے جیسے کسی کو پانی کے قریب ہونے کا شک ہو کہ اس کا یہ شک اس کے عجز کو مشکوک نہیں بنا دیتا یہاں تک کہ پانی تلاش کیے بغیر اس کے لیے تیمم روا ہے اور اس کے لیے روا نہیں جسے پانی کے قریب ہونے کا گمان ہو جیسا کہ پہلے بیان ہوا۔ اس تحقیق سے صدر الشریعۃ کے اس کلام کا روشن جواب عیاں ہو گیا کہ "قدرت و عجز دونوں میں شک ہے"۔ —— اور واضح ہو گیا کہ ایسا شک ظہورِ عجز کے معارض نہیں۔ تو اس شک کو نظر انداز کرنا اور ظنِ منع سے لاحق کرنا لازم ہے۔ اور خدا ہی کے لیے حمد ہے —— پھر میں نے چند راتوں کے بعد اپنی اس تعلیل کی تصدیق امام ملک العلما کے کلام میں دیکھی جیسا کہ مسئلہ ہشتم کے اواخر میں آرہا ہے —— اور خدا ہی کے لیے حمد ہے۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

---

[1] شرح الوقایہ باب التیمم مکتبۃ الرشیدیہ دہلی ۱/۱۰۲

**مسئلہ ۷** شرح تعریف رضوی کے افادۂ پنجم[1] میں گزرا کہ یہاں اعتبار واقع کا ہے اگر اسے ظن غالب تھا کہ نہ دے گا (یا شک تھا) اور اس نے تیمم سے پڑھ لی بعدۂ اس نے پانی دے دیا (بطور خود خواہ) اس کے مانگے سے تو نماز نہ ہوئی[عہ1] اعادہ کرے اور اگر ظن غالب تھا کہ دے دے گا اور (خلافِ حکم کرکے) اس نے نہ مانگا اور تیمم سے پڑھ لی بعد کو مانگا اور اس نے نہ دیا تو نماز ہوگئی[عہ2] شرح وقایہ کی عبارت وہیں گزری اور دیگر عبارات قوانین میں آئیں گی ان شاء اللہ تعالٰی۔ ہاں اگر اس نے نہ اول مانگا نہ بعد کو کہ منع وعطا کا حال کھلتا۔

**اقول** نہ ظن عطا کی صورت میں اُس نے پانی خرچ کرلیا یا پھینک دیا نہ شک یا ظن منع کی حالت میں اس نے بعد نماز بے انکار سابق دے دیا تو البتہ اس کے ظن کا اعتبار ہے اگر ظن عطا تھا نماز نہ ہوئی ورنہ ہوگئی،

---

عہ۱ ولد عزیز مولوی مصطفٰی رضا خان سلمہ ذوالجلال ورقاہ الی مدارج الکمال نے یہاں ایک تقیید حسن کا مشورہ دیا کہ صاحب آب کے پاس اس وقت کے بعد نیا پانی اور نہ آگیا ہو ورنہ آب کثیر میں سے دے دینا اُس ظن وشک کو کہ قلتِ آب کی حالت میں تھا دفع نہ کرے گا وکان ذلک عند تبییض الرسالۃ للطبع فی ۱۶ من المحرم الحرام ۱۳۳۶ھ وللہ الحمد (اور یہ مشورہ طباعت کے لیے رسالے کی تیاری کے وقت ۱۳۳۶ھ ماہ محرم کی ۱۶ تاریخ کو دیا اور حمد اللہ تعالٰی ہی کے لیے ہے۔ ت)

**اقول** یہ قید ضرور قابلِ لحاظ ہے اگرچہ کتابوں میں نظر سے نہ گزری کہ علما نے اُسی حالتِ موجودہ پر کلام فرمایا اور یہاں یوں تفصیل مناسب کہ اگر وہ وقت ظنِ منع بربنائے قلت آب تھا تو بعد کثرت دینا اس کا تخطیہ نہ کرے گا اور اگر اور وجہ سے تھا مثلاً صاحبِ آب سے رنجش یا ناشناسائی یا اس کی نسبت گمانِ بخل تو ضرور اس گمان کی غلطی ظاہر ہوگی کما لایخفی واللہ تعالٰی اعلم فلیراجع ولیحرر ۱۲ منہ (جیسا کہ مخفی نہیں اور اللہ تعالٰی خوب جانتا ہے تو اس کی مراجعت اور وضاحت کرلی جائے۔ ت) (م)

عہ۲ آیا اسی مشورۂ ولد عزیز کے قیاس پر یہاں بھی کہا جائے کہ اگر یہ نہ دینا اس بنا پر ہو کہ اتنی دیر میں پانی اس کے پاس خرچ ہوکر کم رہ گیا تو یہ منع اس ظنِ عطا کی خطا نہ بتائے گا۔

**اقول** یہاں دو صورتیں ہیں اگر یہ خرچ ہوجانا اس طور پر ہو کہ اس سے پہلے کسی نے مانگا اسے دے دیا اب کم رہ گیا منع کردیا تو بیشک اس ظن کی خطا ثابت نہ ہوگی ظاہراً اعادہ نماز چاہیے اور اگر خود اس نے اپنی حاجت میں خرچ کیا تو اب نہ دینا اُس ظن کا رَد کرے گا کہ اتنا تو اُسے خود درکار رہتا اور جو باقی رہا اُس سے انکار ہے فلیراجع ولیحرر ۱۲ منہ غفرلہ (تو اس کی مراجعت اور وضاحت کرلی جائے۔ ت) (م)

www.alahazratnetwork.org

لانه بظن العطاء کان قادرا فی الظاهر علی الماء ولم یتبین غلط هذا الظن فیعمل به لفوت درك الحقیقة۔

اس لیے کہ وہ ظنِ عطا کے باعث پانی پر بظاہر قادر تھا اور اس ظن کی غلطی واضح نہ ہوئی تو اس کو اسی پر عمل کرنا ہے کیوں کہ حقیقت تک رسائی فوت ہوگئی۔ (ت)

حلیہ میں ہے:[1]

انما یکون الملحوظ ظنا لیس غیر عند عدم الاستکشاف له فاذا وجد وظهر الامر بخلافه کان الحال علی ماظهر اھ واستشهد له بعبارات البدائع والکافی ثم اطال رحمه الله تعالٰی بایراد سؤال ودفعه حاصل السؤال قد یکون ظنه مصیبا ویتبدل رأی صاحب الماء فلا یظهر خطاء ظنه و حاصل الجواب ان الاصل عدم التبدل و الظن ربما یخطئ واستشهد فی السؤال بنصوص فی المذهب انه ان کان بحضرته من یسأله عن الماء فسأله فلم یخبره فتیمم وصلی ثم اخبره به لا اعادة علیه[2] اھ فلم یکن بالاخبار اللاحق عالما فی السابق حین سأله فلم یخبره فکذا لایکون بالعطاء اللاحق قادرا فی السابق حین ظن منعه وافاد الجواب انه فعل مافی

ظن ہی ملحوظ ہوتا ہے کچھ اور نہیں جبکہ اس ظن کی حقیقت منکشف نہ کرلی ہو۔ پھر جب تحقیق ہوجائے اور معاملہ اس ظن کے برخلاف ظاہر ہو تو جو ظاہر ہوا اسی کے مطابق حال ہوگا اھ اس پر انھوں نے بدائع اور کافی کی عبارتوں سے شہادت پیش کی ہے پھر ایک سوال و جواب لاکر طویل گفتگو کی ہے۔ سوال کا حاصل یہ ہے کہ کبھی ایسا ہوگا کہ اس کا گمان درست ہوا اور پانی والے کی رائے بدل جائے تو اس کے گمان کی خطا ظاہر نہ ہوگی ــــ جواب کا حاصل یہ ہے کہ اصل نہ بدلنا ہے اور ظن میں کبھی خطا بھی ہوتی ہے ــــ سوال میں کچھ نصوصِ مذہب سے استشہاد کیا ہے کہ "اگر اس کے پاس کوئی ایسا ہو جس سے پانی کے بارے میں دریافت کرسکے تو اس سے دریافت کیا، اس نے نہ بتایا، اس نے تیمم کیا اور نماز پڑھ لی، پھر اس نے بتایا تو اس پر اعادہ نہیں" اھ ــــ یعنی بعد میں بتانے سے وہ سابق میں جبکہ اس سے پوچھا تھا اور اس نے نہ بتایا واقف نہ ہوگیا تو اسی طرح بعد میں دینے سے وہ سابق

---

[1] حلیہ

[2] حلیہ

وسعه قبل الفعل فیقع جائزا دفعا للحرج فلا ینقلب غیر جائز قال و بعبارۃ اخری انه اذا ابی تأکد العجز فلا تعتبر القدرۃ بعد ذلک ذکرہ فی الولوالجیۃ و لانه متعنت ولا قول للمتعنت بخلاف ما نحن فیه فانه لم یستفرغ الوسع بالاستکشاف[1] اھ

میں جب کہ اسے نہ دینے کا گمان تھا، قادر نہ ہوگیا۔ اور جواب سے یہ مستفاد ہوا کہ اس نے عمل سے پہلے جو کچھ اس کے بس میں تھا کرلیا تو دفع حرج کے پیشِ نظر وہ جائز ہی واقع ہوگا پھر ناجائز میں تبدیل نہ ہوگا۔ فرماتے ہیں، بعبارت دیگر ـــــ "اس نے جب انکار کردیا تو عجز مؤکد ہوگیا پھر اس کے بعد قدرت ہونے کا اعتبار نہیں۔ اسے ولوالجیہ میں ذکر کیا ہے۔ اور اس لیے کہ وہ تشدد برتنے والا ہے اور ایسے شخص کی بات کا اعتبار نہیں، بخلاف ہمارے زیر بحث صورت کے کہ اس نے دریافت کرنے میں اپنی پوری کوشش صرف نہ کی"۔ اھ (ت)

**اقول** اغفل السؤال نصوصا فی المذهب ثمه موافقة فی الصورۃ لما ھنا وھی انه ان کان عندہ من یسأله فلم یسأله وصلی ثم سأله فاخبرہ بماء قریب بطلت صلاته کما قدمنا فی نمرۃ ۱۵۹ عن الحلیۃ عن المحیط ومثله فی البدائع والتبیین والدر وغیرھا فعلمه ان ھذا ممن یسأل ھنا عن حال الماء کظنه العطاء فی ھذہ المسألة وترک السؤال کمثله فیها والاخبار اللاحق کالعطاء اللاحق فتبطل صلاته کما بطلت ثم ھذا۔

**اقول** وہاں کچھ نصوصِ مذہب اور تھے جو یہاں والی صورت کے موافق تھے انھیں سوال میں چھوڑ دیا وہ یہ کہ اگر اس کے پاس ایسا شخص ہو جس سے دریافت کرسکے اور دریافت نہ کیا، نماز پڑھ لی، پھر اس سے پوچھا۔ اس نے قریب میں پانی بتایا تو اس کی نماز باطل ہوگئی۔ جیسا کہ ہم نے نمبر ۱۵۹ میں محیط سے نقل کردہ حلیہ کی عبارت پیش کی۔ اسی کے مثل بدائع، تبیین، درمختار وغیرہا میں بھی ہے تو اسے یہ علم ہونا کہ یہ شخص ایسا ہے جس سے پانی کے بارے میں یہاں دریافت کیا جاسکتا ہے ایسا ہی ہے، جیسے اس مسئلہ میں عطا کا ظن ہے ـــــ اور سوال نہ کرنا ایسا ہی ہے جیسے یہاں سوال نہ کرنا ـــــ اور بعد میں بتانا ایسا ہی ہے جیسے یہاں بعد میں دینا ـــــ تو یہاں بھی اس کی نماز باطل ہوگئی جیسے وہاں باطل ہوئی۔ (ت)

وقوله اذا ابی ای عن الاخبار **اقول** یشمل ما اذا سأله

صاحبِ حلیہ کی عبارت "اذا ابی" (جب انکار کرے) یعنی بتانے سے انکار کرے **اقول** یہ اس

www.alahazratnetwork.org

[1] حلیہ

فسمع وسکت لانه صادق علیه قولهم لم یخبره وانما عبرة عنه فی الحلیة بالاباء لان السکوت عند الحاجة اباء عرفا وقد صرحوا بمسألة الاباء ههنا ایضا انه ان سأله قبل الصلاة فابی ثم اعطاه بعدها فقد تمت ولا عبرة بالمنح بعد المنع۔

صورت کو بھی شامل ہے جب اس سے سوال کرے اور وہ سُن کر خاموش رہے۔ کیونکہ اس پر علما کا یہ قول صادق ہے کہ "اس نے نہ بتایا"— اسے حلیہ میں انکار سے اس لیے تعبیر کیا کہ ضرورت کے وقت سکوت عرفاً انکار ہی ہے۔ اور علما نے یہاں بھی مسئلہ انکار کی صراحت فرمائی ہے کہ اگر اس نے قبل نماز اس سے مانگا، اس نے انکار کیا پھر بعد نماز اسے دے دیا تو اس کی نماز پُوری ہوگئی۔ اور انکار کے بعد دینے کا کوئی اعتبار نہیں۔ (ت)

وما قال انه متعنت وقد اخذه عن البدائع **فاقول** هذا غیر متعین ولا ثابت فقد ینسی ثم یتذکر وحال المسلم تحمل علی الصلاح مهما امکن والله تعالی اعلم قال ثم بعد برهة من ظهور هذا للعبد الضعیف وتسطیره رأیت صدر الشریعة قد صرح بما ذکرنا من الحکم فی هاتین المسألتین وبعلته فیما لو اتم الصلاة مع ظن العطاء ثم سأله فاعطاه فتواردنا علی ذلك[1] اھ۔

صاحبِ حلیہ نے فرمایا وہ تشدد برتنے والا ہے اسے انہوں نے بدائع سے لیا ہے۔ اس پر مجھے کلام ہے **فاقول** یہ متعین اور ثابت نہیں۔ ہوسکتا ہے اس وقت بھول گیا ہو پھر اسے یاد آیا ہو— جہاں تک ہوسکے مسلمان کی حالت کو صلاح و درستی ہی پر محمول کیا جائیگا۔ اور خدائے برتر خوب جاننے والا ہے۔ صاحبِ حلیہ لکھتے ہیں: بندۂ ضعیف کے ذہن میں یہ آیا اور اُسے رقم کیا پھر کچھ عرصہ بعد دیکھا کہ صدر الشریعۃ اس کی تصریح کرچکے ہیں جو ہم نے ان دونوں مسئلوں میں حکم بیان کیا اور اس کی علت بھی بتا چکے ہیں اس صورت میں جب کہ ظنِ عطا کے باوجود نماز پُوری کرلی پھر مانگا اور اس نے دے دیا۔ تو اس پر ہمارا ان کا توارد ہوگیا اھ۔ (ت)

**اقول** هو سبق قلم بل انما ذکر العلة فیما اذا سأله فابی قال لانه ظهر ان ظنه

**اقول** یہ سبقتِ قلم ہے۔ صدر الشریعۃ نے علت صرف اس صورت میں بیان کی ہے جب اس نے مانگا اور اس نے انکار کردیا۔ فرماتے ہیں اس لئے

---

[1] حلیہ

www.alahazratnetwork.org

کان خطأً اھ[1] وھذا نظیر ما سبق ان الحاق الشك بغلبۃ الظن للعطاء ارجح وانما صوابہ المنع کما مر۔

کہ ظاہر ہوگیا کہ اس کا گمان غلط تھا اھ (تو عبارت حلیہ میں " ثم سألہ فاعطاہ " کی جگہ " ثم سألہ فابی " ہونا چاہئے) اور یہ اسی کی نظیر ہے جو عبارت حلیہ میں گزرا کہ شک کو " عطا " کے غلبۂ ظن سے لاحق کرنا زیادہ راجح ہے۔ صحیح " منع " ہے جیسا کہ بیان ہوا۔ (ت)

**تنبیہ:** نماز کے بعد وہ دینا جس سے مطلقاً نماز اعادہ کرنی ہوتی ہے اگرچہ مصلی کو ظن منع ہو کونسا ہے اور وقتِ نماز گزر جانے کے بعد دینا بھی یہ اثر رکھتا ہے یا نہیں، اس کا بیان مسئلہ نہم میں آتا ہے وباللہ التوفیق۔

**مسئلہ ۸:** امام محقق علی الاطلاق سے مسئلہ ششم میں گزرا کہ پانی پر قدرت تین طرح ہوتی ہے:

**اوّل:** خود اپنی ملک میں ہو۔

**اقول:** یعنی حاجتِ ضروریہ سے فارغ اور استعمال پر قدرت تو ہر جگہ شرط ہے۔

**دوم:** اگر بکتا ہے تو قیمت پر قادر ہو۔

**اقول:** یعنی انھیں وجوہ پر کہ گزریں کہ قیمت مثل سے بہت زیادہ نہ مانگے اور قیمت اس کے پاس حاضر نہیں تو اُدھار دینے پر راضی ہو۔

www.alahazratnetwork.org

**سوم:** اباحت۔

**اقول:** یہ مصدر مبنی للمفعول ہے یعنی پانی کا مباح ہونا خواہ باباحتِ اصلیہ جیسے بارش و دریا کا پانی یا کسی کے وقف کیے سے یا بلا وقف عام لوگوں یا کسی خاص قوم کے لیے جن میں یہ داخل ہے مالک نے طہارت کے لیے مباح کیا ہو اگر اسے طہارت درکار ہے یا مالک خاص اس شخص کو مباح کرے۔

**ثمّ اقول:** دو صورتیں قدرت کی اور ہیں:

**چہارم:** ہبہ کہ تملیک بلا عوض ہے بخلاف اباحت کہ شے ملک مالک ہی پر رہتی ہے اُس کی اجازت سے صرف کی جاتی ہے۔

**پنجم:** مالک کا وعدہ کرنا کہ میں تجھے پانی دوں گا یہاں تک کہ ائمہ ثلثہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کے مذہب میں انتظار لازم ہے اگرچہ وقت نکل جائے کہ وعدہ میں ظاہر وفا ہے اور پانی پر قدرت اباحت سے بھی حاصل تو ظاہراً قادر ہے لہذا تیمم جائز نہیں اس کا ذکر نمبر ۹ میں گزرا اور باتباع امام زفر حکم یہ ہے کہ جب وقت جاتا دیکھے تیمم کرکے پڑھ لے جیسا کہ نمبر ۱۹ میں گزرا۔

---

[1] شرح الوقایہ، باب التیمم ۱/۱۰۳

اب یہاں چند ضروری تنبیہات ہیں :

**تنبیہ اوّل :** وہ[ف۱] وعدہ کہ پانی نہ رہنے کے بعد ہو معتبر نہیں مثلاً نماز میں اس نے کسی کے پاس پانی دیکھا اور دینے کا ظن غالب نہ ہوا نماز پُوری کی اس کے بعد مانگا اس نے کہا میرے پاس پانی تھا تو مگر خرچ ہوگیا اگر اُس وقت مانگتے میں ضرور دیتا تو اس وعدہ کا اعتبار نہیں نماز ہوگئی[ف۲] اور اگر نماز سے پہلے دیکھا اور دینے کا ظن غالب نہ ہوا اور تیمم پہلے کرچکا تھا یا اب کرلیا پھر مانگا تو اس نے وہی جواب دیا کہ اب نہ رہا اُس وقت مانگتے تو دے دیتا اس وعدے سے بھی وہ تیمم نہ جائے گا اُسی سے نماز پڑھے یہی اصح ہے کہ نہ رہنے کے بعد وعدہ اس پر دلیل نہیں کہ دے بھی دیتا، شے موجود ہوتے وقت وعدہ سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ دینا منظور ہے اور نہ رہنے کے بعد نہ دینے والا بھی یہ کیوں کہے کہ میں نہ دیتا بلکہ مفت کرم داشتن ہے کہ ہوتا تو ضرور دیتا، بحرالرائق میں ہے :

فی المجتبی رأی فی صلاتہ ماء فی ید غیرہ ثم ذھب منہ قبل الفراغ فسألہ فقال لوسألتنی لاعطیتك فلا اعادۃ علیہ وان کانت العدۃ قبل الشروع یعید لوقوع الشك فی صحۃ الشروع والاصح انہ لا یعید لان العدۃ بعد الذھاب لا تدل علی الاعطاء قبلہ[۱] اھ

مجتبٰی میں ہے : "اپنی نماز کے اندر دوسرے کے ہاتھ میں پانی دیکھا۔ پھر اس کے پاس سے ختم ہوگیا اس سے پہلے کہ فارغ ہو۔ پھر اس سے مانگا۔ تو اس نے کہا، اگر تم نے مجھ سے مانگا ہوتا تو تم کو میں دے دیتا۔ اس صورت میں اس پر اعادہ نہیں۔ اور اگر وعدہ نماز شروع کرنے سے پہلے ہوا تو اعادہ کرے۔ اس لیے کہ صحتِ شروع میں شک واقع ہوگیا اور اصح یہ ہے کہ اسے اعادہ نہیں کرنا ہے اس لیے کہ ختم ہونے کے بعد وعدہ اس کی دلیل نہیں کہ وہ پہلے دے دیتا" اھ (ت)

**اقول** ھذا الفرع یحتاج لہ الشرح وقد تبین مما صورناہ فقولہ ثم ذھب منہ ای الماء من صاحبہ بانفاقہ مثلا قبل الفراغ لھذا من صلاتہ فسألہ بعد صلاتہ فقال نفد ولو سألتنی قبل

**اقول :** اس جزئیہ کی شرح کرنے کی ضرورت ہے اور ہم نے جس طرح مسئلہ کی صورت پیش کی ہے اس سے واضح ہوجاتا ہے۔ شرح اس طرح ہوگی، قولہ پھر اس کے پاس سے ختم ہوگیا یعنی پانی پانی والے کے پاس سے ختم ہوگیا مثلاً اسے خرچ کردیا اس سے پہلے کہ فارغ ہو یعنی اس کے اپنی نماز سے فارغ ہونے سے پہلے۔ پھر اس سے مانگا۔ یعنی نماز ادا کرنے کے

www.alahazratnetwork.org

---

[۱] البحرالرائق باب التیمم مکتبہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۶۲

لاعطیتك قولہ وان کانت العدۃ قبل الشروع **اقول** تصویرہ بصورتین ذکرناھما انہ تیمم ثم رأی اورأی ثم تیمم ثم سألہ بعد حین فقال انفقت ولو سألت لاعطیت ولیس المراد انہ رأی فسأل فاجاب فتیمم لانہ تیمم صحیح قطعا لوقوعہ بعد ظھور العجز عن الماء بخلاف تینك الصورتین ففیھما قیل لیس لہ ان یصلی بذلك التیمم بل یتیمم ثانیا ولوصلی بالاول یعید لوقوع الشك فی صحۃ الشروع بہ فی الصلاۃ لانہ ان لم یظھر بوعدہ القدرۃ فلا یقعد عن ایراث الشك فی العجز فوقع الشك فی بقاء التیمم فلم یصح لہ الشروع بطھارۃ مشکوکۃ بخلاف ما اذا رأی فی الصلاۃ لان الشروع صح بالیقین فلا یزول الابمثلہ والاصح انہ لایعید لان العدۃ بعد الذھاب والنفاد لاتدل علی الاعطاء قبلہ **اقول** لما قررنا من ان الشحیح ایضا لایثقل علیہ مثل ھذا الوعد فاذا لم یترجح بہ جانب العطاء کان وجودہ وعدمہ سواء فلم یورث شکا فی العجز کما قدمنا تحقیقہ اٰخر المسألۃ السادسۃ فھذا ما یتعلق بشرحہ ولا بأس بالتنبیہ علی نکت۔

بعد مانگا۔ تو اس نے کہا: ختم ہوگیا، اور پہلے اگر تم نے مجھ سے مانگا ہوتا، تو تم کو میں دے دیتا۔ قولہ اور اگر وعدہ نماز شروع کرنے سے پہلے ہوا **اقول** اس کی تصویر دُو صورتوں میں ہے جو ہم نے بیان کیں (۱) اس نے تیمم کرلیا پھر دیکھا (۲) یا دیکھنے کے بعد تیمم کرلیا پھر اس سے کچھ دیر بعد مانگا تو اس نے کہا: میں نے خرچ کردیا اگر تم نے مانگا ہوتا تو دے دیتا۔ یہ مراد نہیں کہ اس نے دیکھتے ہی مانگا، اس نے وہ جواب دیا، اس نے اب تیمم کیا۔ اس لیے کہ یہ تیمم تو قطعاً صحیح ہے اس لیے کہ یہ پانی سے عجز ظاہر ہونے کے بعد ہوا ہے بخلاف اُن دونوں صورتوں کے کہ ان ہی کے بارے میں یہ کہا گیا کہ اس کے لیے اس تیمم سے نماز پڑھنا جائز نہیں بلکہ دوبارہ تیمم کرے گا۔ اور اگر پہلے تیمم سے نماز پڑھ لی تو اعادہ کرے اس لیے کہ اس تیمم سے نماز شروع کرنے کی صحت میں شک واقع ہوگیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر وُہ اپنے وعدہ سے قدرت بروئے ظہور نہ لاسکا تو کم از کم عجز میں شک پیدا کرنے سے قاصر نہ رہا اس طرح بقائے تیمم میں شک واقع ہوگیا تو مشکوک طہارت سے نماز شروع کرنا اس کے لیے جائز نہ ہوا بخلاف اس صورت کے جب اندرونِ نماز پانی دیکھا ہو اس لیے کہ شروع بالیقین صحیح ہوا ہے تو اس کا زوال بھی ویسی ہی چیز سے ہوگا۔ اور اصح یہ ہے کہ اسے اعادہ نہیں کرنا ہے اس لیے کہ ختم ہونے کے بعد وعدہ اس کی دلیل نہیں کہ وُہ پہلے دے دیتا **اقول** اس کی وجہ وُہ ہے جس کی ہم نے تقریر کی کہ بخیل کے لیے بھی ایسا وعدہ کرنا کوئی مشکل اور گراں نہیں تو جب اس وعدہ سے جانب عطا کو ترجیح نہ ملی تو اس کا ہونا، نہ ہونا

www.alahazratnetwork.org

برابر ہے اس لیے یہ عجز میں کوئی شک نہ لاسکا جیسا کہ ہم مسئلہ ششم کے آخر میں اس کی تحقیق کرچکے ہیں۔ یہ کلام تو شرح سے متعلق تھا، اب کچھ نکات پر تنبیہ کردی جائے تو کوئی حرج نہیں۔ (ت)

**فاقول اولا** کان تسمیتہ وعدا للمشاکلۃ والا فالوعد للمستقبل۔

**وثانیا** التصویر بذھاب الماء خرج وفاقا والا فالحکم کذلک لو لم یذھب واحتال بھذا الجواب بل بالاولی لانہ منع اشنع۔

**وثالثا** لابد عندی من التقیید بعدم ظن العطاء فی الوجہین کما فعلت لان ظن العطاء اذا لم یظھر خلافہ یمنع صحۃ التیمم والصلاۃ کما مر ویأتی وبھذا الوعد ان لم یظھر وفاقہ لم یظھر خلافہ ایضا بالاولی فتجب اعادۃ الصلاۃ واللہ تعالٰی اعلم۔

**فاقول نکتہ اولٰی:** اسے "وعدہ" کے نام سے ذکر کرنا مشاکلہ کی وجہ سے ہے ورنہ وعدہ تو مستقبل کے لیے ہوتا ہے۔

**نکتہ دوم:** صورتِ مسئلہ میں جو کہا گیا کہ پانی ختم ہوگیا یہ اتفاقاً ہے۔ ورنہ اگر پانی واقع میں ختم نہ ہوا اور اس نے یہ جواب دے کر بہانہ کیا تو بھی حکم یہی ہے بلکہ بدرجۂ اولٰی یہ حکم ہوگا۔ اس لیے کہ یہ بدتر انکار ومنع ہے۔

**نکتہ سوم:** میرے نزدیک دونوں صورتوں میں عدمِ ظنِ عطا کی قید لگانا ضروری ہے جیسا کہ میں نے تصویرِ مسئلہ میں کیا۔ اس لیے کہ جب عطا کا گمان ہو اور اس کے خلاف ظاہر نہ ہو تو یہ تیمم اور نماز کی صحت سے مانع ہے جیسا کہ گزرا اور آئندہ بھی آئیگا۔ اور اس وعدہ سے اس گمان کی اگر موافقت ظاہر نہ ہوئی تو اس کی مخالفت بھی بدرجۂ اولٰی ظاہر نہ ہوئی اس لیے نماز کا اعادہ واجب ہوگا۔ اور خدائے برتر خوب جاننے والا ہے۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

**تنبیہ دوم: اقول**[٢] وعدۂ آب کہ ہمارے ائمہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کے اجماع سے پانی پر قدرت کا موجب سمجھا گیا ظاہراً یہ حکم وقت کے وقت تک ہے کہ کسی موقت حاجت کے لیے ایک وقت میں وعدہ اُسی وقت کا وعدہ سمجھا جاتا ہے نہ یہ کہ کبھی دے دیں گے اگرچہ سال بھر بعد۔ خروجِ وقت پر خلف وعدہ سمجھا جائے گا کہ دینے کا کہا تھا اور نہ دیا آئندہ اوقات کے لیے بھی وہ وعدہ اور اُس کے سبب اس کا پانی پر قادر ہونا سمجھا جائے تو مہینہ بھر کامل گزر جائے اور اُسے نماز پڑھنے کی اجازت نہ ہو کہ وعدہ باقی ہے تو قدرت باقی ہے تو تیمم ناجائز ہے اور ہمارے ائمہ کا اتفاق ہے کہ انتظار کرے اگرچہ وقت نکل جائے تو ہر وقت یہی حکم رہے گا اور

ہفتوں مہینوں نماز سے معطل رہنے کا حکم ہوگا حاشا یہ شریعتِ مطہرہ کا مسئلہ نہیں ہو سکتا لاجرم وعدہ کا اثر اُس ایک ہی وقت تک رہے گا وبس،

وھذا ظاھر جدا ومن خدم الفقہ یری تأییدہ فی مسائل کثیرۃ من کتاب الطلاق وکتاب الایمان واللہ تعالٰی اعلم۔

اور یہ بہت واضح ہے جسے فقہ کی خدمت نصیب ہوتی اسے کتاب الطلاق اور کتاب الایمان کے بہت سے مسائل میں اس کی تائید نظر آئے گی۔ اور خدائے برتر خُوب جاننے والا ہے۔ (ت)

تنبیہ سوم: **اقول** ظاہر[1] یہ ہے کہ وعدہ قدرت مقصودہ ثابت کرے گا یعنی وقت وعدہ سے نہ مستندہ یعنی وقت علم بآب سے وذلک لانہ ھو سبب ثبوتھا فلا تثبت قبلہ لان المسبب لایتقدم السبب (وہ اس لیے کہ یہ وعدہ ہی ثبوت قدرت کا سبب ہے تو قدرت اس سے پہلے ثابت نہ ہوگی، اس لیے کہ مسبَّب، سبب سے مقدم نہیں ہوتا۔ ت) ظاہر ہے کہ وعدہ آئندہ کے لیے ہوتا ہے تو ماضی پر اس کا کیا اثر بلکہ اگر وعدہ اس کے سوال پر ہو تو یہ بھی دلالت نہ کرے گا کہ اس سے پہلے مانگتا تو دے دیتا کہ اب بھی تو مانگے پر نہ دیا نرا وعدہ ہی کیا تو یہ کیونکر مفہوم ہو کہ پہلے دے ہی دیتا بالجملہ وعدہ حقیقۃً عطا نہیں کہ سب احکام عطا نافذ ہوں بلکہ وہ حقیقۃً عدمِ عطا ہے صرف اس اُمید پر کہ مسلمان کے وعدے میں ظاہر وفا ہے اسے ظاہراً پانی پر قادر مانا گیا ہے،

لما مر فی الظفر لقول زفر عن البحر عن البدائع عن محمد ان الظاھر الوفاء بالوعد فکان قادرا علی الاستعمال ظاھرا[1]۔

اس کی وجہ رسالہ "الظفر لقول زفر" میں بحر کے حوالہ سے بیان ہوئی۔ بحر نے بدائع سے انہوں نے امام محمد سے نقل کیا کہ ظاہر وفائے وعدہ ہے تو وہ ظاہراً استعمال پر قادر ہُوا۔ (ت)

تو پیش از وعدہ نہ قدرت ہوگی نہ مانگے پر وعدے سے یہی ظاہر ہو کہ پہلے مانگتا تو دے دیتا۔

ھذا ما ظھر فلیراجع ولیحرر والعلم بالحق عند العلی الاکبر۔

یہ وہ ہے جو میرے ذہن میں آیا تو اس کی مراجعت اور وضاحت کرلی جائے۔ اور حق کا علم خدائے برتر و بزرگ ہی کو ہے۔ (ت)

**اقول** مگر اس میں یہ قوی شک ہے کہ علما نے بعد نماز مانگنے پر پانی دے دینے کو اس پر دلیل ٹھہرایا ہے

---

[1] بدائع الصنائع فصل ما شرائط الرکن فانواع مکتبہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۴۹

www.alahazratnetwork.org

کہ پہلے مانگتا جب بھی دے دیتا۔

کمایأتی فی المسألۃ الاٰتیۃ عن الزیادات و جامع الکرخی والبدائع و الحلیۃ ان البذل بعد الفراغ دلیل البذل قبلہ[1]۔

جیساکہ اگلے مسئلہ میں زیادات ، جامع کرخی ، بدائع اور حلیہ کے حوالے سے آرہا ہے کہ نماز سے فارغ ہونے کے بعد دے دینا اس کی دلیل ہے کہ پہلے بھی دے دیتا۔ (ت)

تو یُوں ہی کیوں نہ کہا جائے کہ بعد نماز مانگنے پر وعدہ اس کی دلیل ہے کہ پہلے مانگتا جب بھی وعدہ کرلیتا اور نفس وعدہ کو موجب قدرت مانا ہے تو جس طرح بعد کو پانی دے دینے سے قدرت سابقہ ثابت ہوتی کہ پہلے مانگتا تو مل جاتا تو پانی زیرِ قدرت تھا یونہی بعد کے وعدے سے ثابت ہوگی کہ پہلے مانگتا تو وعدہ ہوجاتا اور وعدہ موجب قدرت تھا تو قدرت مل جاتی تو پانی زیرِ قدرت تھا اور جب مانگے پر بُرے وعدے سے یہ حکم ہو تو بے مانگے وعدے سے بدرجۂ اولٰی کہ یہاں تو یہ احتمال ہے کہ جب بے مانگے وعدہ کرلیا عجب نہیں کہ پہلے مانگے پر دے ہی دیتا اگرچہ اس اولویت میں یہ کلام واضح ہے کہ شاید اور کیا عجب مفید نہیں ظہور درکار ہے کلام امام محمد سے ابھی گزرا فکان قادرا ظاھرا (تو ظاہراً قادر ہوا۔ ت)

**اقول** مگر بذل و وعدہ میں فرق بیّن ہے بذل حال سے بذل سابق مظنون ہوا اور بذل قطعاً موجب قدرت ہے تو قدرت مظنون ہُوئی بخلاف وعدہ کہ قدرت کا موجب قطعی نہیں خلف بھی ممکن ہے دینے والے کو کوئی عذر پیش آنا بھی ممکن ہے الا تری ان محمدا انما یقول ان الظاھر الوفاء (یہ دیکھیے امام محمد فرماتے ہیں کہ ظاہر وفائے وعدہ ہے۔ ت) تو وعدہ صرف مورث ظن قدرت ہے اور وعدۂ حال سے سابقہ بھی یقینی نہیں صرف مظنون ہے تو اس وقت کے وعدے سے سابق میں ظنِ قدرت نہ ہوا بلکہ ظنِ ظن ہوا اور ظن ظن شَی ظن شَی نہیں تو سابق کے لیے ظنِ قدرت ثابت نہ ہوا تو عجز ظاہر کا معارض نہ پایا گیا اور تیمم و نماز صحیح رہے اور یہ تقریر اُس صورت کو بھی شامل کہ بعد کو بے مانگے وعدہ کرے کما لا یخفی (جیساکہ مخفی نہیں۔ ت) بالجملہ مقام مشکل ہے اور ظاہر وُہ ہے جو فقیر نے گزارش کیا واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

**ثم اقول** بلکہ حقیقت امر یہ ہے کہ مسئلہ وعدہ خود ہی مشکل ہے بلکہ اُس سے بھی صاف تر مسئلہ رجا اور اُس کا اور مسئلہ ظن قرب کا فرق اکابر محققین امام اجل عبدالعزیز بخاری اور امام قوام کاکی و امام اکمل بابرتی و امام کمال ابن الہمام وغیرہم رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم نے مشکل سمجھا اور لاحل چھوڑ دیا،

---

[1] بدائع الصنائع فصل اما شرائط الرکن فانواع مکتبہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۴۹

6/6

والله المسئول لحل کل اشکال ٭ ودفع کل اعضال ٭ ولا حول ولا قوة الا بالله العلی العظیم المتعال ٭

**اما مسألة الوعد** فلم ازل استشکلها لان الوعد لایورث الا الرجاء فی المآل والرجاء فی القابل لایرفع العجز المتحقق فی الحال فکیف یقال انه بمجرد الوعد صار قادرا علی الماء قال فی التبیین راجی الماء یستحب له التاخیر ولا یجب لان العدم ثابت حقیقة فلا یزول حکمه بالشك عـه اھ[1] وفی الھدایة وعن ابی حنیفة وابی یوسف رضی الله تعالٰی عنھما فی غیر روایة الاصول ان التاخیر حتم لان غالب الرأی کالمتحقق وجه الظاهر ان العجز ثابت حقیقة فلا یزول حکمه الا بیقین مثله[2] اھ

اور خدا ہی سے ہر اشکال کے حل، اور ہر پیچیدگی کے دفعیہ کا سوال ہے۔ اور کوئی طاقت وقوت نہیں مگر بلند باعظمت برتر خدا ہی سے۔ (ت)

**مسئلہ وعدہ** کو تو میں ہمیشہ مشکل سمجھتا رہا۔ اس لیے کہ وعدہ صرف زمانہ آئندہ میں امید پیدا کرتا ہے اور مستقبل میں امید حال میں متحقق عجز کو ختم نہیں کرتی پھر یہ کیسے کہا جاسکتا ہے کہ وہ محض وعدہ سے پانی پر قادر ہوگیا۔ تبیین میں ہے، "پانی کی امید رکھنے والے کے لیے نماز کو مؤخر کرنا مستحب ہے، واجب نہیں۔ اس لیے کہ پانی کا نہ ہونا حقیقۃً ثابت ہے تو شک سے اس کا حکم زائل نہ ہوگا" اھ۔ ہدایہ میں ہے: "امام ابوحنیفہ اور امام ابویوسف رضی اللہ تعالٰی عنہما سے غیر روایت اصول میں مروی ہے کہ مؤخر کرنا لازم ہے اس لیے کہ غالب گمان، متحقق کی طرح ہے۔ ظاہر روایت کی وجہ یہ ہے کہ عجز حقیقۃً ثابت ہے تو اس کا حکم ویسے ہی یقین کے بغیر زائل نہ ہوگا" اھ۔

www.alahazratnetwork.org

---

عـه **اقول** اراد بالشك مایقابل الیقین بدلیل مایتلوه من نص الھدایة وقد قال فی البنایة وفی الشلبیة عن الدرایة کلیھما عن الایضاح المراد بالرجاء غلبة الظن ای یغلب علی ظنه انه یجد الماء فی اٰخر الوقت[3] اھ ومثله فی البحر وغیره ۱۲ منه غفرله (م)

شک سے وہ مراد لیا ہے جو یقین کا مقابل ہو اس کی دلیل ہدایہ کی عبارت ہے جو اس کے بعد آرہی ہے۔ بنایہ میں ہے اور شلبیہ میں درایہ کے حوالہ سے پھر بنایہ و درایہ دونوں ہی ایضاح سے ناقل ہیں کہ امید سے مراد غلبۂ ظن ہے یعنی اس کا غالب گمان یہ ہو کہ آخر وقت میں پانی مل جائے گا اور اسی کے مثل بحر وغیرہ میں ہے ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

---

[1] تبیین الحقائق باب التیمم مطبعۃ امیریہ بولاق مصر ۱/۴۱
[2] الہدایہ " مکتبہ عربیہ کراچی ۱/۳۶
[3] حاشیۃ شلبی علی تبیین الحقائق باب التیمم امیریہ بولاق، مصر ۱/۴۱

وعزاه فی الحلیة لها ولغیرها والمسألة معلومة دوارة فی المتون والشروح والفتاوی وهی تعطی قطعا ان رجاء القدرة فی المآل لایرفع العجز فی الحال باجماع اصحابنا فی روایات الاصول فیجب ان لا یعد قادرا بالوعد وانما یؤمر بالانتظار استحبابا ان وقع الوعد قبل الصلاة وان وعد بعدها لم یبطل صلاة صحت بیقین کما لوحصل له رجاء الوجدان اٰخرالوقت بعد ماصلی فان ما لا یمنع التیمم وجوده لایرفعه حدوثه حین حدث فضلا عما سبق اما الفرق بان القدرة علی الماء تثبت بالاباحة اجماعا فیجب الانتظار بخلاف غیره کثوب ودلو فلا تثبت عند الامام فیستحب وعندهما نعم فیجب **فاقول** الوعد لیس اباحة فی الحال بل ایراث رجائها فی المآل فبون بین بین قوله اعطیت وقوله ساعطی۔

حلیہ میں اس پر اور دوسری کتاب کا بھی حوالہ دیا ہے۔ اور یہ مسئلہ معلوم ومعروف ہے متون، شروح اور فتاوٰی میں کثرت سے گردش کرنے والا ہے، اور اس سے قطعی طور پر یہ پتا چلتا ہے کہ مستقبل میں قدرت کی امید، حال میں پائے جانے والے عجز کو ختم نہیں کرتی۔ اس پر روایات اصول میں ہمارے اصحاب کا اجماع ہے۔ تو ضروری ہے کہ وعدہ کی وجہ سے اسے قادر نہ شمار کیا جائے، صرف استحباباً اسے انتظار کا حکم دیا جائیگا اگر قبل نماز وعدہ ہُوا، اور اگر بعد نماز وعدہ ہُوا تو یہ ایک ایسی نماز کو باطل نہیں کرسکتا جو بالیقین صحیح ادا ہوئی جیسے اس صورت میں جب کہ ادائے نماز کے بعد آخر وقت میں اسے پانی ملنے کی امید پیدا ہوئی اس لئے کہ جس چیز کی موجودگی تیمم سے مانع نہیں ہوتی اس کا حدوث بوقت حدوث بھی تیمم کو ختم نہیں کرسکتا بوقت سابق ختم کرنا تو دور کنار۔ یہ فرق کہ پانی پر قدرت بالاجماع اباحت سے ثابت ہوجاتی ہے تو اس کا انتظار واجب ہے، دوسری چیز جیسے کپڑے اور ڈول کا یہ حال نہیں اس میں امام صاحب کے نزدیک اباحت سے قدرت ثابت نہیں ہوتی تو انتظار صرف مستحب ہے اور صاحبین کے نزدیک اس میں بھی قدرت ثابت ہوتی ہے تو انتظار واجب ہے (اس پر مجھے کلام ہے)، **فاقول** وعدہ فی الحال اباحت نہیں بلکہ اس سے صرف آئندہ زمانہ میں امید پیدا ہوتی ہے۔ کسی کے یہ کہنے میں کہ "میں نے دیا" اور یہ کہنے میں کہ "آئندہ دوں گا" کھلا ہوا فرق ہے۔ (ت)

اما ان الظاهر الوفاء فکان قادرا علی استعمال الماء ظاهرا **فاقول** الماء معدوم عنده بعد

اب رہی یہ بات کہ ظاہر وفائے وعدہ ہے تو ظاہراً پانی کے استعمال پر قادر رہا **فاقول** (تو اس پر میں کہتا ہوں کہ) پانی اس کے نزدیک

www.alahazratnetwork.org

ولا قدرة على المعدوم کیف وقد قال فی البحر فی مسألة من نسی الماء فی رحلہ ھذا لانہ لا قدرۃ بدون العلم لان القادر علی الفعل ھو الذی لو اراد تحصیلہ یتأتی لہ ذلك ولا تکلیف بدون القدرۃ[1] اھ ومعلوم ان الموعود لہ لیس الامر بیدہ حتی یتأتی لہ تحصیل الوضوء بارادتہ بل ھو بید الواعد فلم تثبت القدرۃ۔

اب بھی معدوم ہے اور معدوم پر قدرت نہیں — یہ کیسے ہوسکتا ہے جبکہ البحرالرائق میں اپنے خیمہ یا کجاوہ میں رکھا ہُوا پانی بھُول جانے والے کے مسئلہ میں یہ لکھا ہے "یہ اس لیے کہ بغیر علم کے قدرت نہیں اس لئے کہ فعل پر قادر وہی ہے کہ اگر اس فعل کو بروئے ثبوت لانا چاہے تو لاسکے اور قدرت کے بغیر کوئی مکلّف نہیں ہوتا" اھ یہ معلوم ہے کہ جس سے وعدہ کیا گیا ہے معاملہ اس کے ہاتھ میں نہیں کہ وہ چاہے تو وضو کرلے بلکہ یہ وعدہ کرنے والے کے ہاتھ میں ہے تو قدرت ثابت نہ ہوئی۔ (ت)

**فان قلت** الیس اذا اعطاہ بعد الصلاۃ بلا اباء بطلت فقد عد بالعطاء اللاحق قادرا فی السابق وسیأتی التصریح بہ عن الزیادات وجامع الکرخی والبدائع والحلیۃ انہ ظھر انہ کان قادرا لان البذل بعد الفراغ دلیل البذل قبلہ[2] اھ مع ان الماء کان معدوما عندہ اذ ذاك والمعدوم غیر مقدور فلم لا یجعل قادرا بالوعد وان کان الماء معدوما عندہ بعد بل ھذا اولی لانہ علی شرف الحصول اما ما مضی فلا یمکن ان یجعل غیر الحاصل فیہ حاصلا۔

**اگر یہ سوال ہو** کہ کیا ایسا نہیں کہ جب بعد نماز اسے بلا انکار دے دے تو نماز باطل ہوگئی اس سے ظاہر ہوا کہ بعد میں دینے سے سابق میں اس کو قادر شمار کیا گیا۔ اس کی تصریح زیادات، جامع کرخی، بدائع اور حلیہ کے حوالوں سے آرہی ہے کہ "ظاہر ہوگیا کہ وُہ قادر تھا اس لیے کہ نماز سے فارغ ہونے کے بعد دے دینا اس بات کی دلیل ہے کہ پہلے بھی دے دیتا" اھ۔ باوجودیکہ پانی اس وقت اس کے پاس معدوم تھا اور معدوم مقدور نہیں — تو وعدے کی وجہ سے بھی اس کو قادر کیوں نہ قرار دیا جائے اگرچہ اس کے پاس پانی اب بھی معدوم ہے۔ بلکہ یہ بدرجہ اَولیٰ ہوگا اس لیے کہ وہ آئندہ حصول کی راہ میں ہے اور جو زمانہ گزرچکا اس میں تو غیر حاصل کو حاصل بنانا ممکن ہی نہیں۔ (ت)

---

[1] البحرالرائق باب التیمم مکتبہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۶۰

[2] البدائع الصنائع " " " " ۱/۴۹

**اقول** وباللہ التوفیق لیست القدرۃ المانعۃ للتیمم بمعنی الاستطاعۃ فانہا لاتکون قبل الفعل وان کان الماء بکفہ بل بمعنی سلامۃ الاسباب والاٰلات بحیث لایبقی شیئ مما یتوقف علیہ تحصیل الماء خارجا عن قبضتہ فیکون قادرا بمعنی ان تحصیلہ بیدہ ویشترط مع ذلک عدم الحرج فمن بعد الماء عنہ میلا وھو قادر علی المشی فقد سلمت لہ الاسباب وعد عاجزا للحرج ثم غالب الظن کالیقین الاتری ان من ظن قرب الماء عد قادرا علیہ مع انہ لایعلمہ حقیقۃ والظن ربما یخطی اذا علمت ھذا فمن اُعطی لاحقا حصل لہ الظن علی العطاء سابقا لو سأل فثبت ظنا وھو کالثبوت یقینا انہ کان قادرا اذ ذاک علی تحصیل الماء بالسؤال فکان قادرا علی الماء لان القدرۃ الحسیۃ بالعطاء وما کان بینہ وبین العطاء الا السؤال کما ظھر بالبذل اللاحق بالسؤال وان کان بدون سؤال فبالاولی وقد کان السؤال بیدہ وترکہ عالما بالماء عندہ فکان کمن یکون علی رأس البئر وفیہا ماء وبیدہ الدلو والرشاد وھو قادر علی الاستقاء فترک وتیمم وبالجملۃ ظھر بالبذل اللاحق انہ لو اراد تحصیلہ سابقا لتأتی

**میں اس کے جواب میں کہوں گا** اور خدا ہی سے توفیق ہے، وُہ قدرت جو تیمم سے مانع ہے بمعنی استطاعت نہیں۔ اس لیے کہ یہ تو فعل سے پہلے ہوتی ہی نہیں اگرچہ پانی اس کی ہتھیلی میں ہی کیوں نہ ہو۔ بلکہ یہ قدرت بمعنی سلامتِ اسباب و آلات ہے اس طرح کہ جتنی چیزوں پر تحصیلِ آب موقوف ہے ان میں سے کوئی بھی اس کے قبضہ سے باہر نہ رہ جائے تو وہ قادر ہوگا اس معنی میں کہ اس کی تحصیل اس کے ہاتھ میں ہے۔ اُس کے ساتھ یہ شرط بھی ہوگی کہ حرج نہ ہو کیونکہ پانی جس سے ایک میل دُور ہے اور اسے چلنے کی قدرت بھی ہے تو اس کے لیے سلامت اسباب تو موجود ہے پھر بھی حرج کے باعث اسے عاجز شمار کیا گیا۔ یہ بھی ملحوظ رہے کہ غالب ظن، یقین کی طرح ہے۔ دیکھیے جسے پانی قریب ہونے کا ظن ہوا اسے پانی پر قادر شمار کیا گیا ہے حالانکہ حقیقۃً اسے پانی کا علم نہیں۔ اور ظن تو بارہا غلط بھی ہوتا ہے۔ جب یہ سب معلوم ہوگیا تو اب دیکھئے جسے بعد میں پانی دے دیا گیا اسے یہ گمان حاصل ہوا کہ اگر مانگتا تو وہ پہلے بھی دے دیتا تو ظناً ثبوت ہوا۔ اور یہ یقیناً ثبوت کی طرح ہے۔ کہ وہ اس وقت سوال کے ذریعہ تحصیل آب پر قادر تھا۔ تو وہ پانی پر قادر ہوا اس لیے کہ حسّی قدرت تو دینے ہی سے ہوتی ہے۔ اور اس کے اور دینے کے درمیان صرف سوال ہی کا فاصلہ تھا۔ جیسے اس کا قادر ہونا بعد میں سوال پر دینے سے ظاہر ہوتا ہے اور بغیر سوال دینا ہو تو بدرجۂ اولیٰ۔ اور سوال اس کے

www.alahazratnetwork.org

لہ لعدم توقفہ الاعلی سؤالہ المقدور لہ وھذا ھو معنی القدرۃ بخلاف الموعود لہ فان التوقف ھھنا علی الوفاء ولیس الوفاء بیدہ فقد ظھر الفرق والحمد للہ رب العلمین ۔

ہاتھ میں تھا جسے اس نے ترک کردیا جبکہ جانتا تھا کہ اس کے پاس پانی ہے تو یہ اس شخص کی طرح ہوا جو کسی کنوئیں پر ہو جس میں پانی بھی ہے اور اس کے ہاتھ میں ڈول رسّی موجود ہے، پانی کھینچنے پر قدرت بھی ہے مگر اس نے پانی نہ نکالا اور تیمم کرلیا۔ مختصر یہ کہ بعد میں دینے سے ظاہر ہوگیا کہ اگر وُہ سابق میں پانی حاصل کرنا چاہتا تو میسر آجاتا کیونکہ وہ صرف اس کے مانگنے پر موقوف تھا اور مانگنا اس کی قدرت میں ضرور تھا۔ یہی قدرت کا معنی بھی ہے۔ بخلاف اس شخص کے جس سے پانی کا وعدہ ہوا اس لیے کہ یہاں موقوفی وفا پر ہے اور وفا اس کے ہاتھ میں نہیں۔ اس بیان سے دونوں میں فرق واضح ہوگیا۔ اور ساری خوبیاں سارے جہانوں کے مالک خدا ہی کے لیے ہیں۔ (ت)

**فان قلت** الیس قد اوجبوا الطلب وابطلوا الصلاۃ قبلہ فیما اذا کان فی العمرانات اوقربھا مطلقا اوفی الفلاۃ وقد اخبر بقرب الماء اوظنہ بوجہ اٰخر من رؤیۃ خضرۃ وغیرھا کما قدمتہ فی خامس افادات شرح الحد الرضوی واثرت ثمہ عن الحلیۃ ان العلم بقرب الماء قطعا اوظاھرا ینزلہ منزلۃ کون الماء موجودا بحضرتہ فلا یجوز تیممہ کما لایجوز مع وجودہ بحضرتہ[1] اھ فکذلک ھھنا وان کان الماء معدوما ینزلہ ظن الوفاء لانہ ھو الظاھر من المسلم منزلۃ الموجود فلا یجوز لہ التیمم۔

**اگر یہ سوال ہو** کہ کیا ایسا نہیں کہ فقہا نے پانی تلاش کرنا واجب اور اس سے پہلے ادائے نماز کو باطل قرار دیا ہے جب وُہ آبادی یا قرب آبادی میں ہو تو مطلقاً بیابان میں ہو تو اس وقت جب آ بتایا گیا ہو کہ پانی قریب ہے یا کسی دوسرے طریقہ مثلاً ہریالی وغیرہ دیکھ کر اسے گمان ہوا ہو جیسا کہ شرح تعریف رضوی کے افادہ پنجم میں اس کا بیان ہوچکا ہے اور وہاں حلیہ سے یہ بھی نقل ہوا ہے کہ "پانی قریب ہونے کا قطعاً یا ظاہراً علم ہوجائے تو یہ پانی اس کے پاس موجود ہونے کی منزل میں اُتارتا ہے تو اسے تیمم کرنا جائز نہیں ہوتا جیسے پاس موجود ہونے کی صورت میں جائز نہیں ہوتا" اھ تو اسی طرح یہاں پانی اگرچہ معدوم ہے ظنِ وفا ــــ اس لیے کہ مسلم سے وہی ظاہر ہے ــــ اسے موجود کی منزل میں لا اتارے گا تو اس کے لیے تیمم جائز نہ ہوگا۔ (ت)

---

[1] حلیہ

www.alahazratnetwork.org

**اقول** ولربی الحمد علی الخبیر
سقطت ؛ و فی القیاس غلطت ؛ فرق عظیم
بین المسألتین القرب والعطاء کلاھما مانع
عن التیمم لحصول القدرۃ بھما فان الشرع
المطھر جعل ماکان دون میل کالذی بیدہ
والا لجاز لمن بیتہ علی شط البحر التیمم
اذا لم یجد الماء فی بیتہ کما تقدم فی نمرۃ ۹۱
عن العنایۃ والظن الغالب فی العمل کالعلم
و مع علم المانع لامساغ للتیمم بیدان
القریب لما کان مقدورا حقیقۃ شرعا فی
الحال کما علمت کان ظن القرب ظن انہ
مقدور الاٰن وانہ حاصل بحضرتہ فی
اعتبار الشرع المطھر و ھھنا ظن الوفاء ظن انہ
سیحصل مع العلم القطعی بانہ غیر حاصل
فی الحال فذلک علم ان المانع موجود وھذا
علم انہ سیحدث ان وفی وتوقع حدوث
المانع لایمنع التیمم۔

**اقول** (جواباً میں کہوں گا) اور میرے رب
ہی کے لیے حمد ہے ـــ باخبر سے سوال کیا اور قیاس
میں غلطی کی۔ دونوں مسئلوں میں عظیم فرق ہے ـــ قرب
آب اور عطائے آب دونوں ہی تیمم سے مانع ہیں کیونکہ
دونوں سے قدرت حاصل ہوجاتی ہے۔ اس لیے کہ
جو پانی ایک میل سے کم دُوری پر ہو شرع مطہر نے اسے
اس پانی کی طرح قرار دیا ہے جو ہاتھ میں موجود ہو۔
ورنہ سمندر کے کنارے جس کا گھر ہو اس کے لیے یہ
جائز ہوتا کہ گھر میں پانی نہ پائے تو تیمم کرلے جیسا کہ
نمبر ۹۱ میں عنایہ کے حوالہ سے گزرا۔ اور ظنِ غالب
حقِ عمل میں یقین کی حیثیت رکھتا ہے۔ اور مانع کا
یقین ہوتے ہوئے تیمم کی کوئی گنجائش نہیں ـــ مگر یہ
ہے کہ آبِ قریب چونکہ از رُوئے شرع فی الحال
حقیقۃً مقدور ہے جیسا کہ معلوم ہُوا تو قرب کا گمان
اس امر کا گمان ہے کہ پانی اس وقت مقدور ہے اور
وہ شرع مطہر کے اعتبار میں اس کے پاس حاصل ہے
ـــ اور یہاں وفائے وعدہ کا گمان اِس بات کا
گمان ہے کہ پانی آئندہ حاصل ہوگا۔ ساتھ ہی اس بات کا قطعی علم ہے کہ وہ فی الحال حاصل نہیں۔ تو اس
بات کا علم ہے کہ مانع موجود ہے۔ اور یہ اس بات کا کہ مانع پیدا ہوگا اگر اس نے وعدہ وفا کردیا۔
اور مانع کے پیدا ہونے کی توقع تیمم سے مانع نہیں۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

وھذا ما قدمت فی الظفر لقول
زفر انہ اذا درک الوقت فاراد الصلاۃ
لاینھی عنھا ولاینظر الا الی حالتہ
الراھنۃ وقلت قبلہ فیہ ان الطاعۃ
بحسب الاستطاعۃ قال ربنا تبارک و

یہی بات میں رسالہ "الظفر لقول زفر" میں
بیان کرچکا ہوں کہ جب وقت ہوگیا اور اس نے
نماز ادا کرنی چاہی تو اسے اس سے روکا نہ جائیگا
اور صرف اس کی موجودہ حالت دیکھی جائے گی۔
اس سے پہلے اس رسالہ میں مَیں نے لکھا ہے کہ

تعالٰی فاتقوا اللہ ما استطعتم[1] ولا ینظر الا الی الحالۃ الراھنۃ و استشھدت علیہ بمسألۃ الراجی ھذہ ان لیس علیہ التأخیر وبمسألۃ الدر امرہ الطبیب بالاستلقاء الخ وستأتی عن البنایۃ سبع مسائل و من زیادتنا سبع اُخر تشھد لھذا و من ذلک مامر فی نمرۃ ۹۰ من مسألۃ عار وُعد ثوبا لہ ان یصلی عاریا ولا ینتظر ھذا ھو مذھب امام المذھب رضی اللہ تعالٰی عنہ والاٰن رأیت فی الغنیۃ فی مسألۃ الراجی نفسہا (یستحب ان یؤخر) ولو لم یفعل وتیمم وصلی جاز لانہ اداھا بحسب قدرتہ الموجودۃ عند انعقاد سببھا وھو ما اتصل بہ الاداء[2] اھ ثم بنعمۃ ربی ولہ الحمد رأیت بعد قلیل من الحین الامام الاجل ابا البرکات النسفی رحمہ اللہ تعالٰی فی الکافی فرّق بعین ما وفقنی ربی من انہ این الحاصل مما سیحصل کما سأذکر نصہ ان شاء اللہ تعالٰی وللہ الحمد فی الاولٰی والاخرٰی ھذا ما کان یتخالج صدری فی مسألۃ الوعد۔

"طاعت، حسبِ استطاعت ہوتی ہے۔ ہمارے رب تبارک وتعالٰی کا ارشاد ہے۔ تو تم خدا سے ڈرو جتنی تمھیں استطاعت ہو ——— اور موجودہ حالت ہی دیکھی جائے گی۔ اس پر میں نے پانی کی امید رکھنے والے کے اس مسئلہ سے استشہاد بھی کیا ہے کہ اس پر نماز مؤخر کرنا لازم نہیں۔ اور درمختار کے اس مسئلہ سے کہ طبیب نے اسے چت لیٹنے کا مشورہ دیا الخ۔ عنقریب بنایہ کے حوالہ سے سات مسائل آرہے ہیں۔ اور ہمارے اضافہ سے سات اور، وُہ سب اس پر شاہد ہیں۔ اسی میں سے وہ مسئلہ بھی ہے جو نمبر ۹۰ میں گزرا کہ کوئی برہنہ بدن ہے جس سے کپڑے کا وعدہ کیا گیا ہے اس کے لیے برہنہ نماز ادا کرنا اور انتظار نہ کرنا، جائز ہے۔ یہی امام مذہب رضی اللہ تعالٰی عنہ کا مذہب ہے۔ اور اب میں نے غنیہ میں خود اُمید آب والے کا مسئلہ دیکھا جو اس طرح ہے: (تاخیر مستحب ہے) اور اگر نہ کی اور تیمم کرکے نماز پڑھ لی تو جائز ہے اس لیے کہ اس نے اپنی اس قدرت کے مطابق نماز ادا کی جو سببِ نماز کے انعقاد کے وقت موجود تھی اور سببِ نماز وہ وقت ہے جس سے متصل نماز ادا ہوتی اھ پھر بانعام ربانی ——— اور اسی کا شکر ہے۔ تھوڑے دنوں بعد میں نے دیکھا کہ امام اجل ابوالبرکات نسفی رحمہ اللہ تعالٰی نے کافی میں بعینہٖ وہی فرق بیان کیا ہے جس کی میرے رب نے مجھے توفیق دی کہ کہاں وُہ جو حاصل ہے اور کہاں وُہ جو آئندہ حاصل ہوگا۔ جیسا کہ ان کی عبارت عنقریب ذکر کروں گا اگر خدائے برتر کی مشیت ہُوئی۔ اور خدا ہی کے لیے حمد ہے دنیا و آخرت میں۔ یہ وُہ باتیں ہیں جو مسئلہ وعدے متعلق میرے دل میں خلجان کر رہی تھیں۔ (ت)

---

[1] القرآن ۳۲/۹۴ [2] غنیۃ المستملی فصل فی التیمم مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۷۰

**وامّا مسألة الرّجاء** وما علّلها به في الهداية فاعترضه الامام الاجل الشيخ عبد العزيز ثم الامام قوام الدين الكاكي ثم الامام اكمل الدين البابرتي ثم الامام المحقق على الاطلاق بوجهين[عـ۱] قال في الفتح على عبارة الهداية المذكورة قوله[عـ۲] لان

**اب مسئلۂ امید اور ہدایہ میں** بیان شدہ اس کی تعلیل[۱] پر کلام کیا جاتا ہے۔ اس پر امام اجل شیخ عبد العزیز، پھر امام قوام الدین کاکی، پھر امام اکمل الدین بابرتی، پھر امام محقق علی الاطلاق نے دو[۲] وجہوں سے اعتراض کیا ہے۔ فتح القدیر میں ہدایہ کی مذکورہ عبارت پر یہ کلام ہے: "ان کا قول: اس لیے

---

عـ۱ التعليل يرد عليه الوجهان وعلى الحكم الوجه الاول فقط كما سيأتي ۱۲ منه غفرله (م)

تعلیل پر دونوں وجہوں سے اعتراض ہوتا ہے اور حکم پر صرف وجہ اول سے اعتراض ہوتا ہے جیسا کہ آرہا ہے ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

عـ۲ قوله قوله مبتدء خبره يقتضي وقوله مع انه منظور فيه متعلق بقوله يقتضي **اقول** والمقصود الايراد على وجه ظاهر الرواية وانما اشرك معه تعليل الرواية النادرة لان النظر الاول يبتني على ان ظاهر الرواية لم يعتبره فهما نظران حاصل الاول كيف قلتم لا يزول الا بيقين مثله ولم تجعلوا غالب الرأي كالمحقق مع انكم اعتبرتموه في مسألتي العمرانات و

ان کی عبارت میں "قولہ" (ان کا قول) مبتدا ہے۔ اس کی خبر ہے "یقتضی" (مقتضی ہے) اور ان کی عبارت "مع انہ منظور فیہ" (باوجودیکہ اس میں کلام ہے) ان کی عبارت "یقتضی" سے متعلق ہے **اقول** مقصد ظاہر الروایۃ کی وجہ پر اعتراض کرنا ہے۔ اس کے ساتھ روایت نادرہ کی تعلیل کو اس لیے شریک کرلیا کہ پہلا اعتراض اس پر مبنی ہے کہ ظاہر الروایہ نے اس کا اعتبار نہ کیا تو یہ دو اعتراض ہوئے۔ پہلے کا حاصل یہ ہے کہ آپ نے

(باقی برصفحہ آئندہ)

---

۱ امید کی صورت میں روایت نادرہ میں یہ حکم ہے کہ نماز مؤخر کرنا واجب ہے جس کی تعلیل ہدایہ میں یہ ہے کہ "غالب رائے متحقق کی طرح ہے" یعنی غلبۂ ظن کو حق عمل میں یقین کی حیثیت حاصل ہے۔ اور ظاہر الروایہ میں اس کا حکم یہ ہے کہ تاخیر صرف مستحب ہے واجب نہیں، ہدایہ میں اس کی تعلیل یہ ہے کہ "عجز حقیقۃً ثابت ہے تو ویسے ہی یقین کے بغیر اس کا حکم زائل نہ ہوگا" ـــ مسئلۂ وعدہ پر کلام کے شروع میں یہ باتیں گزر چکی ہیں ۱۲ محمد احمد مصباحی

www.alahazratnetwork.org

غالب الرأی کالمتحقق مع قوله فی وجه ظاهر الروایة ان العجز ثابت حقیقة فلا یزول حکمه الا بیقین مثله انه منظور فیه بان التیمم فی العمرانات وفی الفلاة اذا اخبر بقرب الماء او غلب علی ظنه بغیر ذلک لا یجوز قبل الطلب اعتبار الغالب الظن کالیقین یقتضی انه لو تیقن وجود الماء فی اٰخر الوقت لزمه التأخیر علی ظاهر الروایة لکن المصرح به خلافه علی ما تقدم اول الباب انه اذا کان بینه وبین الماء میل جاز التیمم من غیر تفصیل وفی الخلاصة المسافر اذا کان علی تیقن من وجود الماء او غالب ظنه علی ذلک فی اٰخر الوقت فتیمم فی اول الوقت وصلی ان کان بینه وبین الماء مقدار میل جاز وان کان اقل ولکن یخاف الفوت لا یتیمم[1] اھ وقد فصله اتم تفصیل

کہ غالب رائے، متحقق کی طرح ہے، ظاہر الروایہ کی وجہ میں ان کے اس قول کے ساتھ کہ "عجز حقیقۃً ثابت ہے تو اس کا حکم ویسے ہی یقین کے بغیر زائل نہ ہوگا" ــــ باوجودیکہ ایک تو اس میں یہی کلام ہے کہ غالب ظن کو یقین کی طرح ماننے کے باعث پانی تلاش کرنے سے پہلے آبادیوں میں تیمم جائز نہیں اسی طرح بیابانوں میں بھی جبکہ اسے یہ بتایا گیا ہو کہ قریب میں پانی ہے یا کسی اور طرح اسے پانی کا غلبۂ ظن ہوا ہو (دوسرے یہ کہ ان کا وہ قول) اس کا مقتضی ہے کہ اگر اسے یقین ہو کہ آخر وقت میں پانی مل جائے گا تو ظاہر الروایۃ کے مطابق اسے نماز مؤخر کرنا لازم ہے لیکن اس کے برخلاف جیسا کہ اول باب میں گزرا یہ تصریح موجود ہے کہ جب اس کے اور پانی کے درمیان ایک میل کا فاصلہ ہو تو تیمم جائز ہے اس میں کوئی تفصیل نہیں ــــ اور خلاصہ میں ہے کہ مسافر کو جب آخر وقت میں پانی ملنے کا یقین یا غلبۂ ظن ہو پھر بھی وہ اول وقت میں تیمم

www.alahazratnetwork.org

---

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

الفلاة وحاصل الثانی ان قولکم هذا یقتضی ان لو تیقن وجدان الماء فی اٰخر الوقت لم یجز له التیمم لانه معارض اذن بیقین مثله مع ان المصرح به خلافه ۱۲ منه غفرله (م)

کیسے کہا کہ ویسے ہی یقین کے بغیر زائل نہ ہوگا اور آپ نے غالب رائے متحقق کی طرح کیوں نہ قرار دیا جب کہ آبادیوں اور بیابانوں کے دونوں مسئلوں میں آپ نے اس کو مانا ہے ــــ اور دوسرے اعتراض کا حاصل یہ ہے کہ آپ کا یہ قول اس کا مقتضی ہے کہ اگر اسے آخر وقت میں پانی ملنے کا یقین ہو تو اس کے لیے تیمم جائز نہ ہو کیونکہ ایسی صورت میں ویسا ہی یقین اس کے معارض مل گیا حالاں کہ تصریح اس کے برخلاف موجود ہے۔ (ت)

---

[1] فتح القدیر باب التیمم نوریہ رضویہ سکھر ۱/۱۲۰

الامام الاجل البخاری ونقل کلامہ فی العنایۃ
والدرایۃ وھذا لفظ الاکمل قال قولہ
لان غالب الرأی کالمتحقق قال الشیخ
عبد العزیز ھذا التعلیل مشکل لانہ
یقتضی ان یجب التأخیر عند التحقق
فی اٰخر الوقت مع بعد المسافۃ فی الروایات
الظاھرۃ لیصح مقیسا علیہ ولیس کذلک
فانہ ذکر فی اول الباب ان من کان خارج
المصر یجوز لہ التیمم اذا کان بینہ وبین
الماء میل او اکثر وفی الخلاصۃ وعامۃ
النسخ المسافر اذا کان علی تیقن من وجود
الماء فی اٰخر الوقت او غالب ظنہ ذلک جاز
لہ التیمم اذا کان بینہ وبین الماء میل او اکثر
وان کان اقل لا یجوز وان خاف فوت الصلاۃ
فلو حمل ھذا یعنی التعلیل علی ان المراد
ان التیمم لا یجوز فی المتحقق فی غیر روایۃ
الاصول فالحق بہ غالب الظن فی ھذہ
الروایۃ لم یستقم ایضا لانہ علل وجہ
ظاھر الروایۃ بان العجز ثابت حقیقۃ فلا
یزول حکمہ الا بیقین مثلہ وذلک یقتضی
ان حکم العجز وھو جواز التیمم یزول عند
التیقن بوجود الماء فی ظاھر الروایۃ و
لیس کذلک علی ما بینا ولو حمل علی ان
ھذا فیما اذا کان بینہ وبین ذلک الموضع
اقل من میل لم یستقم ایضا لانہ لا فرق

کر کے نماز پڑھ لے تو اگر اس کے اور پانی کے درمیان ایک
میل کا فاصلہ ہو تو جائز ہے۔ اور اگر کم ہو لیکن نماز
فوت ہونے کا اندیشہ ہو تو تیمم نہ کرے" اھ امام اجل
عبد العزیز بخاری نے اس کی بھرپور تفصیل فرمائی ہے
اور ان کا کلام عنایہ اور درایہ میں نقل ہوا ہے۔ عنایہ
اکمل الدین بابرتی کے الفاظ یہ ہیں: ان کا قول" اس لیے
کہ غالب رائے محقق کی طرح ہے"۔ اس پر شیخ عبد العزیز
نے فرمایا، اس تعلیل میں اشکال ہے اس لیے کہ اس کا
اقتضا یہ ہے کہ آخر وقت میں یقین کی صورت میں بُعد
مسافت کے باوجود ظاہر روایات میں مؤخر کرنا
واجب ہو تاکہ وہ مقیس علیہ ہو سکے ۔۔ حالاں کہ ایسا
حکم نہیں۔ اس لیے کہ شروع باب میں وہ بتا چکے ہیں کہ
" جو بیرونِ شہر ہو اس کے لیے تیمم جائز ہے جب کہ
اس کے اور پانی کے درمیان ایک میل یا زیادہ کا فاصلہ ہو"
اور خلاصہ وعامۂ کتب میں ہے کہ" مسافر کو جب آخر
وقت میں پانی ملنے کا یقین یا غالب گمان ہو تو اس
کے لیے تیمم جائز ہے جب کہ اس کے اور پانی کے درمیان
ایک میل یا زیادہ کا فاصلہ ہو اور اگر اس سے کم فاصلہ
ہو تو تیمم جائز نہیں اگرچہ نماز فوت ہو جانے کا اندیشہ
ہو"۔ تو اگر اس کا یعنی تعلیل کا محمل یہ ہو کہ" مراد
یہ ہے کہ غیر روایتِ اصول میں چونکہ بصورت تحقق بھی
تیمم جائز نہیں اس لیے اس روایت میں غالب ظن
کو بھی اسی سے ملحق کر دیا گیا" تو بھی بات نہیں بنتی۔
اس لیے کہ ظاہر روایت کی انہوں نے علت یہ بتائی
ہے کہ" عجز حقیقۃً" ثابت ہے تو ویسے ہی یقین کے

www.alahazratnetwork.org

فی تعلیل ظاهر الروایة بین غلبة الظن والیقین فیما اذا کانت المسافة اقل من میل فی عدم جواز التیمم کما انه لا فرق بینهما فیما اذا کانت المسافة اکثر من میل فی جواز التیمم وقد صرح فی اٰخر هذا الباب انه اذا غلب علی ظنه ان بقربه ماء لا یجوز التیمم کما لو تیقن بذلك فعلم انه مشکل بقی وجه اٰخر وهو ان یحمل هذا علی ما اذا لم یعلم ان المسافة قریبة او بعیدة فلو ثبت انه تیقن بوجود الماء فی اٰخر الوقت فقد امن الفوات ولما لم یثبت بعد المسافة للتشکیك فیه لم یثبت جواز التیمم فیجب التاخیر اما لو غلب علی ظنه ذلك و کذلك عندهما فی غیر روایة الاصول لان الغالب کالمتحقق وفی ظاهر الروایة لا یجب التاخیر لان العجز ثابت لعدم الماء حقیقة وحکم هذا العجز وهو جواز التیمم لا یزول الا بیقین مثله وهو التیقن بوجود الماء فی اٰخر الوقت ولم یوجد فلا یجب التاخیر ولکن هذا الوجه لا یخلو عن تمحل و یلزم علیه انه فرق ههنا بین غلبة الظن والیقین فی ظاهر الروایة ولم یفرق بینهما فیما اذا غلب علی ظنه ان بقربه ماء فی عدم جواز التیمم ولا فیما اذا کانت المسافة بعیدة فی جواز التیمم کما بینا قال فالاظهر

بغیر زائل نہ ہوگا"۔ یہ تعلیل اس کی مقتضی ہے کہ ظاہر الروایہ میں حکم عجز ـــــ جوازِ تیمم ـــــ پانی ملنے کے یقین کے وقت زائل ہو جائے۔ حالاں کہ ایسا نہیں جیسا کہ ہم بتا چکے ـ اور اگر اس کا محمل یہ ہو کہ "یہ اس صورت میں ہے جب اس کے اور اس جگہ کے درمیان ایک میل سے کم فاصلہ ہو" تو بھی بات نہیں بنتی ـ
اس لیے کہ تعلیل ظاہر الروایہ میں ایک میل سے کم فاصلہ ہونے کی صورت میں، تیمم ناجائز ہونے کے معاملہ میں غلبۂ ظن اور یقین کے درمیان کوئی فرق نہیں جیسے کہ ان دونوں کے درمیان ایک میل سے زیادہ مسافت ہونے کی صورت میں تیمم جائز ہونے کے معاملہ میں کوئی فرق نہیں۔ وہ خود اس باب کے آخر میں صراحت کر چکے ہیں کہ جب اسے قریب میں پانی ہونے کا غلبۂ ظن ہو تو تیمم جائز نہیں جیسے اگر اس کا یقین ہو تو تیمم جائز نہیں ـــــ معلوم ہوا کہ یہ تعلیل اشکال رکھتی ہے ـ
ایک صورت اور رہ گئی وہ یہ کہ اس کا محمل وہ صورت ہو جب اسے یہ معلوم نہ ہو کہ مسافت قریب ہے یا بعید تو اگر یہ ثابت ہو کہ اسے آخر وقت میں پانی ملنے کا یقین ہے تو نماز کے فوت ہونے سے اس کو بے خوفی حاصل ہو گئی اور شک کی وجہ سے جب بُعدِ مسافت ثابت نہیں تو جوازِ تیمم بھی ثابت نہیں، تو نماز مؤخر کرنا واجب ہے ـــ لیکن اگر اُس کو اس کا غلبۂ ظن ہو تو بھی غیر روایتِ اصول میں شیخین کے نزدیک یہی حکم ہے اس لیے کہ پانی نہ ہونے کی وجہ سے عجز "حقیقۃً" ثابت ہے اور اس عجز کا

www.alahazratnetwork.org

بقاء الاشکال۱؎ اھ ضمیر قال الی الامام البخاری وقد اقرہ العلامتان الکاکی والبابرتی رحمہم اللہ الجمیع ورحمنا بھم اٰمین۔

حکم ـــ جوازِ تیمم ـــ ویسے ہی یقین کے بغیر زائل نہ ہوگا۔ اور وہ یہ ہے کہ آخر وقت میں پانی ملنے کا یقین ہو اور یقین نہ پایا گیا تو تاخیر واجب نہیں ـــ لیکن یہ صورت تکلف سے خالی نہیں اور اس پر یہ اعتراض لازم آئے گا کہ ظاہر الروایہ میں انھوں نے یہاں غلبۂ ظن اور یقین کے درمیان فرق کیا اور ان دونوں کے درمیان عدم جوازِ تیمم میں اس صورت میں فرق نہ کیا جب اسے قریب میں پانی ہونے کا غلبۂ ظن ہو نہ ہی جوازِ تیمم میں اُس صورت میں فرق کیا جب مسافت بعیدہ ہو جیسا کہ ہم نے بیان کیا۔ فرمایا: "تو اظہر یہی ہے کہ اشکال باقی ہے" اھ "فرمایا" کی ضمیر امام بخاری کے لیے ہے۔ اس کلام کو علامہ کاکی اور علامہ بابرتی نے بھی برقرار رکھا۔ خدا ان سب حضرات پر رحمت فرمائے اور ان کی برکت سے ہم پر بھی رحمت فرمائے۔ الٰہی! قبول فرما۔ (ت)

**واقول** انما وجہ الکلام الی ظاھر الروایۃ وتعلیلھا وصرفہ الشیخ اجلالا لھا الی الروایۃ النادرۃ ودلیلھا وجعل لہا اربعۃ محامل ورد الکل وانا ارید تلخیصہ مع الایضاح فقد خفی علی بعض اجلۃ الکبراء۔

**واقول** کلام کا رخ ظاہر الروایۃ اور اس کی تعلیل کی جانب ہی ہے مگر شیخ نے اس کی عظمت کے پیشِ نظر رخ روایتِ نادرہ اور اس کی دلیل کی طرف پھیر دیا ہے۔ اور اس کے چار محمل نکالے ساتھ ہی ہر ایک کو رد بھی کر دیا ـــ میں اس کلام کی تلخیص کرنا چاہتا ہوں، ساتھ ہی توضیح بھی، کیونکہ یہ بعض جلیل بزرگوں پر واضح نہ ہو سکا۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

**فاقول** وباللہ التوفیق جعل محملہ **الاول** تقدیر ان وجوب التاخیر عند تیقن الوجدان فی اٰخر الوقت متفق علیہ بین الروایات الظاھرۃ والنادرۃ انما الخلاف عند الظن فقاستہ النادرۃ علی الوفاقیۃ **وردہ** ببطلان ھذا التقدیر للتنصیص المتواتر علی جواز التیمم اذا بعد الماء میلا۔ **اقول** ای وربما یتیقن فیہ الوجدان فی اٰخر الوقت

**فاقول** (تو میں کہتا ہوں) اور خدا ہی سے توفیق ہے، **محمل اول**: پہلا محمل اس تقدیر کو قرار دیا کہ آخر وقت میں پانی ملنے کا یقین ہو تو تاخیر نماز کے وجوب پر ظاہر و نادر سبھی روایات متفق ہیں۔ اختلاف صرف ظن کی صورت میں ہے تو روایتِ نادرہ میں صورتِ ظن کا قیاس اُس صورت پر ہے جو متفق علیہ ہے۔ اور اس کا رد یوں کیا کہ یہ ماننا ہی غلط ہے (کہ جب بھی آخر وقت میں پانی ملنے کا یقین ہو تو بالاتفاق تاخیر واجب ہے) اس لیے کہ اس کی متواتر تصریح آئی ہے کہ پانی

---

۱؎ العنایۃ مع فتح القدیر باب التیمم مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۱۲۰

فان المیل یقطع بسیر الوسط فی اقل من نصف ساعۃ ووقت الصبح والمغرب اوسع من ضعف ذلک فضلا عن سائر الاوقات۔

ایک میل دُور ہونے کی صورت میں تیمم جائز ہے **اقول** کہنا یہ چاہتے ہیں کہ اس صورت میں بارہا ایسا بھی ہوگا کہ اسے آخر وقت میں پانی مل جانے کا یقین ہے اس لیے کہ ایک میل کا فاصلہ متوسط رفتار سے آدھ گھنٹہ سے کم میں طے ہوجاتا ہے جبکہ فجر و مغرب کا بھی وقت اس کے دوگنا سے زیادہ ہے دیگر اوقات کا تو اور بھی زیادہ ہوگا۔ (ت)

**والثانی** ان فی کلیھما الاختلاف والحقت النادرۃ احد المختلفین بالاٰخر **اقول** وھو من ابعد المحامل اذ لا یبقی علی ھذا تعلیلا بل ایضاحا لخلافیۃ باخرٰی کعادۃ الامام الربانی محمد فی کتبہ **وردہ** بان جواب الظاھر اذن بالفرق بین الظن فلا یجوز فیہ التیمم والیقین فیجوز وقد علم بطلانہ **اقول** ویمکن ان یجعل ردا للالحاق فقط وان کان بعیدا کذلک المحمل۔

**محمل دوم:** دونوں ہی میں اختلاف ہے اور روایتِ نادرہ نے ایک اختلافی کو دوسرے اختلافی سے لاحق کردیا **اقول** یہ سب سے بعید تر محمل ہے اس لیے کہ پھر یہ تعلیل نہ رہ جائے گی بلکہ ایک اختلافی مسئلہ کی دوسرے اختلافی مسئلہ سے توضیح ہوگی جیسا کہ امام ربانی محمد بن الحسن کا اپنی تصانیف میں طریقہ ہے۔ اس پر رد یہ ہے کہ پھر ظاہر الروایہ کا جواب یہ ہوگا کہ ظن و یقین میں فرق ہے۔ ظن کی صورت میں تیمم جائز نہیں اور یقین کی صورت میں جائز ہے حالانکہ اس فرق کا بطلان معلوم ہوچکا ہے۔ **اقول** اسے صرف الحاق کا رد بھی قرار دیا جاسکتا ہے اگرچہ یہ بھی اسی محمل کی طرح بعید ہے۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

**والثالث** ان النادرۃ انما توجب التاخیر عند ظن الوجدان فیما اذا کان الفصل اقل من میل **اقول** معناہ ان علم الماء قریبا لا یجوز لہ التیمم ان ظن وجدانہ والا اٰن ضاق الوقت جاز کما ھو قول زفر **وردہ** بان المذھب انما فرق بالقرب والبعد دون غلبۃ ظن الوجدان والیقین کما یعطیہ ما ذکرہ فی

**محمل سوم:** پانی ملنے کا گمان ہونے کی صورت میں روایت نادرہ تاخیر نماز کو اس وقت لازم کرتی ہے جب ایک میل سے کم فاصلہ ہو۔ **اقول** اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر اسے علم ہو کہ پانی قریب ہے تو اگر اسے یہ گمان ہو کہ وقتِ نماز کے اندر پانی مل جائے گا تو تیمم جائز نہیں اور اگر یہ گمان نہ ہو اس طرح کہ وقت تنگ ہوچکا ہو تو تیمم جائز ہے جیسا کہ یہ امام زفر کا قول ہے۔ اس پر رد یہ ہے کہ مذہب میں صرف

وجه الظاهر فان کان الفصل میلا او اکثر جاز مطلقا والا لا مطلقا وبان المذهب بطلان التیمم عند ظن القرب کما صرح به اٰخر هذا الباب فکیف یجیزه مع العلم بالقرب لعدم التیقن بالوجدان ولیس معناه ان یظن الوجدان لظنه الماء اقرب من میل فان کونه اقرب مفروض علی هذا المحمل وسیأتی ایضاحه۔

قُرب و بُعد کی تفریق ہے پانی ملنے کے غلبۂ ظن ویقین میں تفریق نہیں جیسا کہ یہ اس سے معلوم ہو رہا ہے جو ظاہر الروایہ کی وجہ میں ذکر کیا کہ اگر فاصلہ ایک میل یا زیادہ ہو تو مطلقاً تیمم جائز ہے ورنہ مطلقاً جائز نہیں۔ دُوسرا رد یہ ہے کہ مذہب یہ ہے کہ پانی قریب ہونے کا گمان ہو تو تیمم باطل ہے جیسا کہ اس باب کے آخر میں اس کی تصریح فرمائی ہے پھر قریب ہونے کا علم ہونے کے باوجود اس وجہ سے تیمم کیسے جائز کہہ دیں گے کہ وقت میں پانی ملنے کا یقین نہیں۔ یہ معنی نہیں کہ ایک میل سے کم ہونے کے گمان کی وجہ سے اسے پانی مل جانے کا گمان ہو اس لیے کہ اس محمل میں ایک میل سے کم ہونا تو فرض ہی کیا گیا ہے ـــ اس کی مزید توضیح بھی آرہی ہے۔ (ت)

**والرابع** ان النادرة فیما اذا جهل الفصل وتقریره دلیلها ان للتیمم مبیحا ومانعا اما المبیح فالعلم ببعد المسافة واما المانع فالعلم بانه یجد الماء فی اٰخر الوقت والمبیح ههنا غیر معلوم بالفرض والمانع لو کان متیقنا لم یجزله التیمم قطعا للامن من الفوات وههنا هو مظنون والمظنون کالمتیقن فلا یجوز ایضا وجب التاخیر و حاصل جواب الظاهر ان للتیمم مصححا ومانعا فالمصحح العجز عن الماء وهو حاصل قطعا لان الماء معدوم حقیقة والمانع العلم بوجدانه فی اٰخر الوقت وهو غیر متیقن وان کان مظنونا فلا یعارض المتیقن **ورده** بان فیه تمحلا لتقیید

www.alahazratnetwork.org

**محمل چہارم:** روایت نادرہ اس صورت سے متعلق ہے جب پانی کا فاصلہ معلوم نہ ہو۔ اس کی دلیل کی تقریر یہ ہے کہ تیمم کو ایک چیز مباح کرنے والی ہے اور ایک چیز ممنوع کرنے والی ہے۔ مبیح یہ ہے کہ بُعد مسافت کا علم ہو۔ مانع یہ ہے کہ اس بات کا علم ہو کہ آخر وقت میں پانی مل جائیگا اور فرض کیا گیا ہے کہ مبیح (یعنی بعد مسافت) یہاں نامعلوم ہے۔ اور مانع اگر متیقن ہو تو قطعاً اس کے لیے تیمم جائز نہ ہوگا اس لیے کہ فوت نماز کا اندیشہ نہیں ـــ اور یہاں مانع متیقن نہیں مظنون ہے۔ مظنون بھی متیقن ہی کی طرح ہے تو بھی تیمم کا جواز نہیں اور نماز مؤخر کرنا واجب ہے۔ اور ظاہر الروایۃ کے جواب کا حاصل یہ ہے کہ ایک چیز تیمم کو صحیح قرار دینے والی ہے اور ایک چیز تیمم کو ممنوع کرنے والی ہے۔ مصحح یہ ہے

اطلاق الروایات بقید لا اشارت الیه فی کلام احد من الفریقین وھو الجھل بحال المسافۃ قربا وبعدا ولانہ بعید الانفھام من العبارۃ وبانہ یلزم ان ظاھر الروایۃ فرقت ھھنا بین الظن والیقین مع انھا سوت بینھما فی مسألتی القرب والبعد فلا یجوز مع ظن القرب ویجوز مع ظن البعد کالعلم فی الفصلین فبقی الاشکال علی کل حال ھذا توضیح کلامہ رحمہ اللہ تعالٰی وقد علمت ان الکلام علی کل وجہ انما یتوجہ الی تعلیل ظاھر الروایۃ ففیہ الاشکال کما سلکہ الامام الکمال۔ **وذکر** الامام العینی فی البنایۃ کلام العنایۃ ھذا برمتہ[عہ] غیرانہ غیر قول الامام البخاری اما لو غلب علی ظنہ ذلک فکذلک عندھما بقولہ اما لو غلب علی ظنہ عدم بعد المسافۃ فذلک عندھما[1] فجعل المشار الیہ قرب المسافۃ۔

کہ پانی سے عاجز ہو۔ اور یہ قطعاً حاصل ہے اس لیے کہ پانی حقیقۃً معدوم ہے۔ اور مانع یہ ہے کہ آخر وقت میں پانی ملنے کا علم ہو اور یہ یقینی نہیں اگرچہ مظنون ہے تو یہ متیقن کے معارض نہ ہوگا۔ اس پر رَدیہ ہے کہ اس میں تکلف ہے اس لیے کہ اس میں اطلاق روایات کی ایسی قید سے تقیید ہے جس کا فریقین میں سے کسی کے کلام میں کوئی اشارہ بھی نہیں۔ اور وہ یہ قید ہے کہ مسافت کے قرب و بُعد کی حالت کا پتا نہ ہو۔ اور اس لیے بھی کہ عبارت سے یہ سمجھ میں آنا بہت بعید ہے۔ اس پر دوسرا رَدیہ بھی ہے کہ یہ اعتراض لازم آئیگا کہ ظاہر الروایہ نے یہاں تو ظن و یقین کے درمیان فرق رکھا باوجودیکہ ان دونوں کے درمیان قرب و بُعد کے مسئلوں میں برابری رکھی کہ قُرب کا ظن ہو تو جائز نہیں اور بعد کا ظن ہو تو جائز ہے ویسے ہی جیسے کہ دونوں صورتوں میں علم و یقین کا حکم ہے۔ تو اشکال بہرحال باقی رہا۔ یہ شیخ عبدالعزیز رحمہ اللہ تعالٰی کے کلام کی توضیح ہے۔ اور یہ معلوم ہوچکا کہ ہر وجہ پہ کلام ظاہر الروایہ کی تعلیل کی جانب ہی متوجہ ہے کیونکہ اشکال اسی میں ہے۔ جیسا کہ اسی راہ پر امام کمال الدین ابن الہمام چلے ہیں۔ امام عینی نے بنایہ میں عنایہ کا یہ کلام مکمل ذکر کیا۔ صرف یہ فرق ہے کہ امام عبدالعزیز بخاری کی عبارت "اما لو غلب علی ظنہ ذلک فکذلک عندھما (اگر اسے اس پر غلبۂ ظن ہو تو بھی شیخین کے نزدیک یہی حکم ہے) کو بدل کر یہ لکھ دیا" اما

---

عہ وجعل ملخصہ مع انہ لم یخرم منہ شیئا وکأنہ رحمہ اللہ تعالٰی اراد تلخیصہ ثم بدا لہ الاستیفاء ۱۲ منہ غفرلہ۔ (م)

اور انھوں نے اسے اس کا ملخص قرار دیا باوجودیکہ اس میں سے کچھ بھی کم نہ کیا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ امام عینی رحمہ اللہ تعالٰی کا پہلے تلخیص کا ارادہ تھا پھر یہ خیال ہوا کہ پورا کلام ہی بیان کردیں۔ (ت)

---

[1] البنایہ المعروف عینی شرح ہدایہ باب التیمم المکتبۃ الامدادیۃ مکۃ المکرمہ ۱/ ۳۲۷

www.alahazratnetwork.org

لو غلب علی ظنه عدم بعد المسافة فذلك عندھما" (اگر اسے مسافت بعید نہ ہونے کا غلبۂ ظن ہو تو بھی شیخین کے یہاں یہی حکم ہے۔ ت) اس تبدیل سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے امام بخاری کی عبارت میں لفظ "ذلك" کا اشارہ "قربِ مسافت" کی جانب سمجھا۔ (ت)

**اقول** وھو[1] باطل قطعا فان عند ظن القرب یجب التاخیر اجماعا طفحت بذلك کتب المذھب لا انھا روایة نادرة والمذھب خلافھا بل الاشارة الی وجود الماء فی اٰخر الوقت انه ان غلب ھذا علی ظنه فکذلك عندھما کما لا یخفی وقد اوضحه[2] بقوله فی جواب الظاھر لا یزول الا بیقین مثله وھو التیقن بوجود الماء فی اٰخر الوقت[1] اھ فھذا ھو الذی شرط الظاھر تیقنه علی ما یقتضیه تعلیل الھدایة واکتفت النادرة بغلبته علی الظن فکان ھو المشار الیه بقوله ان غلب علی ظنه ذلك فاعلم ذلك ثم قال اعنی الامام العینی وقد ذکر ھذا کله صاحب الدرایة ایضا ناقلا عن شیخه والعجب من الشیخ (یرید الامام البخاری) حیث لم یذکر وجه التخلص منه مع کونه من المحققین الکبار وکذا صاحب الدرایة والاکمل ذکرا ھذا او سکتا علیه فنقول وبالله التوفیق نذکر وجھا ینحل منه ھذا الاشکال وھو انه یعتبر

**اقول** جبکہ یہ خیال قطعاً باطل ہے اس لئے کہ اگر قربِ مسافت کا گمان ہو تو بالاجماع نماز مؤخر کرنا واجب ہے اس بیان سے کتبِ مذہب بھری ہوئی ہیں ایسا نہیں کہ یہ کوئی نادر روایت ہے اور اصل مذہب اس کے برخلاف ہے۔ صحیح یہ ہے کہ "ذلك" کا اشارہ وجود الماء فی اٰخر الوقت (آخر وقت میں پانی کی دستیابی) کی طرف ہے کہ اگر اسے اس کا غلبۂ ظن ہو تو بھی شیخین کے نزدیک یہی حکم ہے یہ کچھ پوشیدہ نہیں۔ اور اسے انہوں نے جواب ظاہر الروایہ کے تحت اپنی اس عبارت میں واضح بھی کر دیا ہے کہ "ویسے ہی یقین کے بغیر زائل نہ ہوگا اور آخر وقت میں پانی کی دستیابی کا یقین ہے" ——— یہی وہ بات ہے جس کا یقین ہونے کی شرط ظاہر الروایہ میں تعلیل ہدایہ کے اقتضا کے مطابق پائی گئی ——— اور روایت نادرہ میں صرف غلبۂ ظن پر اکتفا ہوئی تو ان کی عبارت "ان غلب علی ظنه ذلك" (اگر اسے "اس کا" غلبۂ ظن ہو) میں اشارہ اسی کی طرف ہوا۔ یہ معلوم رہنا چاہئے۔ پھر امام عینی لکھتے ہیں: "یہ سب صاحب درایہ نے بھی اپنے شیخ سے نقل کرتے ہوئے بیان کیا ہے۔ اور شیخ یعنی امام بخاری پر تعجب ہے کہ

---

[1] عینی شرح الہدایہ باب التیمم المکتبۃ الامدادیۃ مکۃ المکرمۃ ۱/۳۲۷

رجاء الماء وعدمه جائه باسباب أُخر غير بعد المسافة او قربها وهو[1] ان يكون في السماء غيم رطب وغلب على ظنه انه يمطر ويقدر على الماء في آخر الوقت فانه يستحب له التأخير في ظاهر الرواية ويجب عليه في غير رواية الاصول كما لو تحقق بوجود الماء او[2] يكون الماء بعيدا لكن ارسل من يستقي له وغلب على ظنه حضور من ارسله في آخر الوقت بامارات ظهرت له او[3] كان الماء في بئر ولم تكن له آلة الاستقاء لكن غلب على ظنه وجدانه في آخر الوقت او[4] كان الماء بقرب منه ولم يعلم مكانه وجود ثمن يشتري به الماء[1]

انہوں نے اس اشکال سے چھٹکارے کی صورت نہ بیان کی، حالاں کہ وہ کبار محققین میں شامل ہیں۔ اس طرح صاحب درایہ اور اکمل الدین نے بھی اسے ذکر کیا اور اس پر سکوت ہی اختیار کیا۔ تو اب ہم کہتے ہیں اور خدا ہی سے توفیق ہے ہم ایسی صورت بیان کرتے ہیں جس سے یہ اشکال حل ہو جائے۔ وہ یہ کہ پانی کی امید اور عدمِ امید مسافت کے قُرب و بُعد کے علاوہ کچھ اور اسباب سے بھی ہوتی ہے۔ مثلاً:
(۱) یہ کہ آسمان میں ابرِ تر ہو اور اسے غالب گمان ہو کہ بارش ہوگی اور آخر وقت میں وہ پانی پر قادر ہو جائیگا۔ تو اس کے لیے ظاہر الروایہ میں نماز مؤخر کرنا مستحب ہے اور غیر روایتِ اصول میں واجب ہے، جیسے پانی ملنے کے یقین کی صورت میں واجب ہے۔
(۲) پانی دُور ہو لیکن کسی ایسے شخص کو بھیجا ہے جو اس کے لیے پانی بھر لائے اور اسے غالب گمان ہے کہ جسے بھیجا ہے وہ آخر وقت میں حاضر ہو جائیگا۔ اس کی کچھ ایسی علامات ہیں جو اس پر ظاہر ہیں۔ (۳) پانی کنوئیں کے اندر ہے۔ اس کے پاس پانی نکالنے کا سامان نہیں لیکن غالب گمان ہے کہ آخر وقت میں مل جائے گا۔ (۴) پانی قریب ہی ہے مگر اسے اس کی جگہ معلوم نہیں ـــ ایسے ثمن کا وجود جس سے پانی خرید ے۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

(**اقول** هكذا في نسخة الطبع السقيمة وفيه سقط وكان العبارة هكذا ولم يعلم مكانه لا يستطيع طلبه في كل جهة لما به من ضعف ولو علم مكانه لامكنه الذهاب الى جهة معينة وقد ذهب الى جهة مثلا فلم يجده فرجع وهو حسير وغلب على ظنه

(**اقول** طباعت کے سقیم نسخہ میں اسی طرح ہے۔ اس میں کچھ چھوٹ گیا ہے۔ خیال ہے کہ عبارت اس طرح ہوگی" اور اسے اس کی جگہ معلوم نہیں۔ اور چونکہ اسے ضعف لاحق ہے اس لیے ہر طرف تلاش نہیں کرسکتا۔ اگر اسے پانی کی جگہ معلوم ہوتی تو ایک معین سمت جاسکتا تھا ایک طرف (مثلاً) گیا بھی مگر اسے ملا نہیں،

---

[1] عینی شرح الہدایۃ باب التیمم المکتبۃ الامدادیۃ مکۃ المکرمۃ ۱/ ۳۲۸

انہ یلحقہ فی اٰخر الوقت من یخبرہ او یأتیہ بہ او۵ کان الماء یباع ولا ثمن عندہ ولا غلب علی ظنہ وجود ثمن یشتری بہ الماء فی اٰخر الوقت او نحو ذلک ممایؤدی ھذا المعنی فلتراجع نسخۃ اُخری قال) او۶ عندہ مایعد للعطش وغلب علی ظنہ وجود ماء اٰخر غیر مشغول بالحاجۃ الاصلیۃ او۷ کان الماء عند اللصوص او السباع اومن یخاف منہ علی نفسہ اومالہ وغلب علی ظنہ زوال المانع اٰخر الوقت وقس علی ھذا اسبابا اُخر۱

تھک کر لوٹ آیا اور اسے غالب گمان ہے کہ آخر وقت میں ایسا شخص آجائیگا جو پانی کی جگہ بتادے یا پانی لے آئے۔ (۵) یا پانی فروخت ہو رہا ہے اور اس کے پاس دام نہیں اور غالب گمان ہے کہ آخر وقت میں ثمن مل جائے گا جس سے پانی خریدلے گا" ۔یا ایسی ہی کچھ اور عبارت جس سے یہ معنیٰ ادا ہوسکے تو کسی دوسرے نسخہ کی مراجعت کرنی چاہیے ـــــ آگے فرماتے ہیں) (۶) اس کے پاس پیاس دُور کرنے کے لیے پانی رکھا ہُوا ہے اور غالب گمان ہے کہ آخر وقت میں دوسرا پانی مل جائے گا جو حاجت اصلیہ سے زائد ہوگا (۷) پانی ایسی جگہ ہے جہاں چور یا درندے ہیں یا ایسا آدمی ہے جس سے اس کو اپنی جان یا مال کے لیے خطرہ ہے اور غالب گمان ہے کہ آخر وقت میں مانع دُور ہو جائے گا۔ اسی پر دُوسرے اسباب کا قیاس کرلو۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

(**اقول** کان۸ تکون ظلمۃ یرجو زوالہا او وجود فانوس او۹ ھو مریض او اشل او مقعد اوشیخ کبیر الی غیر ذلک من عوارض یحتاج بہا الی من یوضئہ اویستقی لہ وذھب ولدہ او خادمہ لحاجۃ ویرجو عودہ واٰخر الوقت او۱۰ تعاودہ حمی نافضۃ ساعۃ او ساعتین لایستطیع معہا الوضوء او الغسل او الاستقاء ورجا ذھابہا فی اواخر الوقت او۱۱ الماء لغیرہ وھو غائب فی حاجۃ لہ ویظن عطاءہ وعودہ فی اٰخر الوقت او۱۲ لایجد الجنب او

(**اقول** (۸) مثلاً یہ کہ تاریکی ہو جس کے چھٹ جانے یا کوئی فانوس مل جانے کی امید ہو (۹) بیمار ہے یا ہاتھ شل ہے یا لنجھا ہے یا سن رسیدہ بوڑھا ہے۔ ایسے ہی اور عوارض جن کی وجہ سے اس کو ایسے شخص کی ضرورت ہے جو وضو کرادے یا اس کے لیے پانی نکال دے اور اس کا فرزند یا خدمت گار کسی کام سے گیا ہُوا ہے۔ آخر وقت میں اس کی واپسی کی امید ہے۔ (۱۰) باری سے گھنٹہ دو گھنٹہ جاڑا آتا ہے جس کے ہوتے ہُوئے وضو یا غسل نہیں کرسکتا۔ امید ہے کہ اواخر وقت میں جاتا رہے گا (۱۱) پانی دُوسرے کا ہے وُہ اپنے

---

۱؎ عینی شرح الہدایہ باب التیمم المکتبۃ الامدادیۃ مکۃ المکرمۃ ۱/۳۲۸

المحدثة سترا عن حضار سيغيبون[13] او
لا يستطيع الذهاب للاستقاء لاجل مال
او ولد ويرجو حضور حافظ[14] او الماء في
المسجد ويرجو الجنب ان وجد في اٰخر الوقت من
يأتيه به فهي سبعة مع سبعة ويؤيد الكل
ماهو منصوص صريحا من امام المذهب ان
من وعد بدلو اورشاء لا يجب عليه الانتظار
وقد مر في نمرة ۹۰ قال العيني) والمصنف
رحمه الله تعالى لم يقيد الرجاء وعدمه
ببعد المسافة وقربها بل اطلق فوجب حمله
على وجه لا يرد عليه الاشكال وليس في
كلامه اشعار بما قيد الشيخ حتى يرد عليه
من الاشكال ما لا مخلص له اھ[1]

کسی کام سے غائب ہے۔ گمان ہے کہ آخر وقت میں
واپس آجائے گا اور پانی دے دے گا (۱۲) جنب
گویا بے وضو عورت کو حاضرین سے آڑ نہیں مل رہی ہے
اور آخر وقت میں یہ لوگ چلے جائیں گے (۱۳) مال
یا اولاد کی وجہ سے پانی لانے کے لیے جا نہیں سکتا اور
امید ہے کہ آخر وقت میں کوئی نگہبان آجائے گا ——
(۱۴) پانی مسجد کے اندر ہے اور جنب کو امید ہے کہ آخر
وقت میں کوئی لانے والا مل جائے گا —— اُن سات
کے ساتھ یہ مزید سات صورتیں ہیں سبھی کی تائید اس
مسئلہ سے ہو رہی ہے جو امام مذہب رضی اللہ تعالٰی
عنہ سے صراحۃً منصوص ہے کہ "جس سے ڈول یا رسّی
کا وعدہ ہوا اس پر انتظار واجب نہیں۔ یہ مسئلہ
نمبر ۹۰ میں گزر چکا۔ آگے علامہ عینی فرماتے ہیں:)

www.alahazratnetwork.org

"مصنف رحمہ اللہ تعالٰی نے امید و عدمِ امید کو مسافت کے قُرب و بعد سے مقید نہ کیا بلکہ مطلق رکھا تو اسے ایسی صورت پر محمول کرنا واجب ہے جس پر اشکال نہ وارد ہو۔ شیخ عبدالعزیز نے جو قید لگائی اس کی مصنف کے کلام میں کوئی نشان دہی تو ہے نہیں کہ ان پر وہ اشکال وارد ہو جس سے کوئی راہِ خلاص نہ ہو اھ" (ت)

**اقول** رحم الله الامام البدر و
رحمنا به في كل ورد وصدر قد انتفعنا
بما افاد من الفروع فيما قدمنا ان لا نظر الا الى
الحالة الراهنة وكفى به شبهة على مسألة
الوعد اما ما رام من حل الاشكال فهيهات
بيان ذلك انه حيث تكرر ذكر المسافة في
كلام الامام البخاري ذهب وهل العلامة الى

**اقول** خدا امام بدرالدین عینی پر رحمت
فرمائے اور ان کی برکت سے ہم پر بھی ہر حاضری و واپسی
میں رحمت فرمائے —— انہوں نے سابقاً جن
جزئیات کا افادہ فرمایا اس سے ہمیں یہ فائدہ ملا
کہ صرف حالت موجودہ پر نظر کی جائے گی۔ مسئلہ وعد
پر شبہہ کے لیے یہی کافی ہے —— اشکال کا حل
جو ان کا مقصود تھا وہ تو بہت دُور ہے۔ اس کا

---

۱؎ عینی شرح الہدایہ باب التیمم ملک سنز فیصل آباد ۱/۳۲۸

انہ جعل موضوع الخلافیۃ بین الظاہرۃ والنادرۃ ما اذا کان الرجاء لاجل قرب المسافۃ ولذا وضع مکان اسم الاشارۃ فی کلامہ عدم بعد المسافۃ واذ قد علم ان علی ہذا التقریر لا مخلص من اشکال الامام النحریر کما صرح بہ اخر التحریر عطف العنان الی ابداء صور یکون فیہا الرجاء لا لاجل قرب الماء وظن انہا تخلص عن الاشکال ولا صحۃ لشیئ من ذلک۔

بیان یہ ہے کہ امام بخاری کے کلام میں مسافت کا ذکر بار بار آیا اس سے علامہ عینی کا خیال اس طرف چلا گیا کہ انہوں نے روایت ظاہرہ و نادرہ کے درمیان مسئلہ خلافیہ کا موضوع اس صورت کو قرار دیا ہے جب مسافت کے قُرب کی وجہ سے امید پیدا ہوتی ہو۔ اسی لیے امام بخاری کے کلام میں جو اسم اشارہ تھا اس کی جگہ علامہ عینی نے "عدم بعد المسافۃ" (مسافت کا دُور نہ ہونا) رکھ دیا۔ پھر جب انہیں پتا چلا کہ اس تقدیر پر اس امام ماہر کے اشکال سے چھٹکارا نہیں جیسا کہ خود آخر تحریر میں اس کی تصریح کی ہے تو عنانِ کلام کچھ ایسی صورتیں پیش کرنے کی جانب موڑی جن میں امید، قُربِ آب کی وجہ سے نہ ہو ——— اور یہ خیال فرمایا کہ یہ صورتیں اس اشکال سے خلاصی عطا کر دیں گی ——— حالاں کہ ان دونوں خیالوں میں سے ایک بھی صحیح نہیں۔ (ت)

**اما الاول** اعنی جعل الامام الخلافیۃ ما ذکر۔

**پہلا خیال** امام موصوف کا امر مذکور کو اختلافی قرار دینا۔

www.alahazratnetwork.org

**فاقول اولا** ذکر الامام البخاری لہ اربعۃ محامل لیس فی شیئ منہا ما یعطی ان المراد الرجاء لقرب الماء الا الثالث المفروض فیہ القرب فدل ان البواقی لیست علی فرضہ فکیف یکون الرجاء لاجل القرب ہو المراد مطلقا۔

**فاقول** (اس پر میں کہتا ہوں) **اولاً** امام بخاری نے اس کے چار محمل بیان کیے ان میں سے کسی میں کوئی ایسی بات نہیں جس سے یہ معلوم ہو کہ قربِ آب کی وجہ سے امید مراد ہے مگر صرف تیسرا محمل جس میں قرب فرض کیا گیا ہے اس سے پتا چلا کہ باقی محلوں میں یہ مفروض نہیں تو کیوں کر صرف امید بوجہ قرب مطلقاً مراد ہوگی۔ (ت)

**وثانیا** بل فی الرابع التنصیص علی خلافہ حیث فرض الکلام فیما اذا جہل القرب والبعد ثم جعلہ علی الرجاء بقولہ اما لو غلب علی ظنہ ذلک الخ والعجب انکم حولتم ہذا الذی ہو ابین مخالفۃ لذلک المحمل الی غلبۃ ظن القرب وسبحن

**ثانیاً** بلکہ چوتھے محمل میں تو اس کے برخلاف تصریح موجود ہے اس طرح کہ اس میں کلام اس صورت میں فرض کیا گیا ہے جب قُرب و بُعد کچھ معلوم نہ ہو پھر اس کو امید پر اپنی اس عبارت سے منطبق کیا ہے "اما لو غلب علی ظنہ ذلک الخ" (لیکن اگر اس کو اس کا غلبۂ ظن ہو الخ)۔ حیرت ہے

اللّٰہ اذا غلب علٰی ظنہ القرب کیف یقال لویعلم ان المسافۃ قریبۃ او بعیدۃ فان الظن الغالب علم۔

کہ یہ جو اس حمل کے مخالف ہونے پر سب سے زیادہ روشن وواضح ہے اُسے آپ نے قُرب کے غلبۂ ظن کی جانب پھیر دیا۔ سبحان اللہ! جب اسے قرب کا غلبۂ ظن ہوگا تو یہ کیسے کہا جائیگا کہ اسے علم نہیں کہ مسافت قریب ہے یا بعید۔ ظن غالب تو علم ہے۔ (ت)

**فان قیل** بل العلم ھنا بمعنی الیقین فرض نفیہ واثبت الظن لتکون خلافیۃ بین النادرۃ المعتبرۃ ایاہ و الظاھرۃ الملغیۃ لہ الشارطۃ للیقین القطعی فالحاصل انہ اذا لم یتیقن القرب و البعد لکن غلب علی ظنہ القرب کان کیقین القرب علی النادرۃ وفرقت الظاھرۃ فجوزت التیمم فی ظن القرب ومنعتہ عند الیقین۔

**اگر یہ کہا جائے** کہ نہیں یہاں علم بمعنی یقین ہے۔ یقین کی نفی فرض کی ہے اور ظن کا اثبات تاکہ یہ اختلافی مسئلہ ہوسکے روایت نادرہ کے درمیان جو ظن کا اعتبار کرتی ہے اور روایت ظاہرہ کے درمیان جو ظن کو بیکار قرار دیتی ہے اور یقین قطعی کی شرط لگاتی ہے تو حاصل یہ ہُوا کہ جب قُرب و بُعد کا یقین نہ ہو لیکن قُرب کا غالب گمان ہو تو یہ روایت نادرہ پر یقینِ قرب ہی کی طرح ہوگا اور روایتِ ظاہرہ نے دونوں میں فرق رکھا ہے کہ قرب کے ظن کی صورت میں تیمم کو جائز قرار دیا اور یقین کی صورت میں ممنوع رکھا۔ (ت)

**اقول** فغیم یقول بقی وجہ[ع] اٰخر فان ھذا ھو المحمل الاول الذی جعل فیہ الیقین وفاقیا والظن خلافیا۔

**اقول** (میں کہوں گا) پھر کس کے بارے میں وُہ فرما رہے ہیں "بقی وجہ اٰخر" (ایک صورت رہ گئی)۔ یہی تو وہ پہلا محمل ہے جس میں یقین کو اتفاقی اور ظن کو اختلافی قرار دیا ہے۔ (ت)

---

ع **فان قلت** فکیف تفرق انت بین المحامل **اقول** الاولان علی فرض بعد المسافۃ کما اشار الیہ فی الاول والفرق بینھما بجعل الیقین وفاقیا او خلافیا و الثالث بفرض قربھا والرابع بفرض انہ لایعلم قربا ولا بعدا ۱۲ منہ غفرلہ (م)

اگر یہ سوال ہُوا کہ پھر ان محملوں میں کیسے فرق کیا جائیگا **اقول** پہلے دونوں محمل بُعد مسافت کے مفروضہ پر ہیں جیسا کہ محمل اول میں اس طرف اشارہ کیا ہے۔ اور ان دونوں میں یقین کو اتفاقی اور اختلافی رکھنے سے فرق ہوگا۔ تیسرا محمل قرب مسافت کے مفروضہ پر ہے اور چوتھا محمل یہ فرض کرکے ہے کہ وہ نہ قریب ہونا جانتا ہے نہ دُور ہونا ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

www.alahazratnetwork.org

**وثالثاً** بل[ف۱] قد نص فی الاول ایضا علی خلافه اذ قال یقتضی ان یجب التاخیر عند التحقق فی اٰخر الوقت مع بعد المسافة فی الروایات الظاهرة الخ فافصح ان الکلام عند بعد المسافة فکیف یکون مبنی الرجاء قربها و ان تنزلنا یکن الکلام مطلقا یشمل القرب والبعد والا لم یکن لقوله مع بعد المسافة مساغ وعلی الکل یبطل ان المراد خصوص الرجاء لاجل القرب۔

**ورابعاً** بل[ف۲] الثانی ایضا شاھد علی بطلانه فانه قد رفیه ان النادرة هی التی تمنع التیمم فی الظن والیقین والظاهرة تخالفها فیهما لو کان هذا لاجل قرب المسافة کان المعنی ان الروایة الظاهرة تجیز التیمم وان کان الماء قریبا بالیقین وهذا لا یتفوه به عاقل فکیف یجوز لهذا الامام الجلیل الذی قد قلتم انه من المحققین الکبار ان یدخله فی المحامل۔

**وخامساً** یا[ف۳]للعجب لم یقنع بجعله محملا بل رده بان ذلك یقتضی ان جواز التیمم یزول عند التیقن ولیس

**ثالثاً** بلکہ محمل اول میں بھی اس کے برخلاف تصریح موجود ہے کہ وُہ فرماتے ہیں: "یہ اس کا مقتضی ہے کہ ظاہر روایات پر بُعدِ مسافت کے باوجود آخر وقت میں یقین کی صورت میں تاخیر واجب ہو"۔ اس میں صاف بتا دیا کہ بُعدِ مسافت کی صورت میں کلام ہے پھر قربِ مسافت امید کا مبنی کیسے ہوگا؟ اگر ہم تنزّل اختیار کریں تو کلام مطلق ہوکر قُرب و بُعد دونوں کو شامل ہوگا ورنہ ان کے الفاظ "مع بعد المسافۃ" (بُعدِ مسافت کے باوجود) کی کوئی گنجائش نہ نکل سکے گی ـــــ بہرصورت یہ باطل ہے کہ خاص وہی امید مراد ہے جو قربِ مسافت کے باعث ہو۔ (ت)

**رابعاً** بلکہ محمل دوم بھی اس کے بطلان پر شاہد ہے۔ اس لیے کہ اس میں انھوں نے یہ فرض کیا ہے کہ روایتِ نادرہ ہی ظن و یقین دونوں میں مانعِ تیمم ہے اور روایتِ ظاہرہ دونوں میں اس کے برخلاف ہے اگر یہ قُربِ مسافت کی وجہ سے ہوتا تو معنی یہ ہوتا کہ روایت ظاہرہ تیمم کو جائز قرار دیتی ہے اگرچہ پانی یقیناً قریب ہو۔ یہ تو کوئی ہوشمند نہیں بول سکتا پھر امام جلیل کے لیے یہ کیسے ممکن ہوگا جن کے بارے میں آپ فرما چکے کہ وہ کبارِ محققین میں سے ہیں یہ کیسے ممکن ہوگا کہ اسے محملوں میں داخل فرمائیں۔ (ت)

**خامساً** یاللعجب! اسے محمل بتانے ہی پر قناعت نہ کی بلکہ اس کی تردید اس طرح فرمائی کہ اس کا اقتضا یہ ہے کہ یقین کی صورت میں جوازِ تیمم

www.alahazratnetwork.org

كذلك فقد ادعى ان التيمم جائز مع تيقن القرب وهل ثم شئ افسد منه ۔

ختم ہو جائے حالانکہ ایسا نہیں ـــــ یہ کہہ کر انھوں نے یہ دعوٰی کر دیا کہ یقینِ قُرب کے باوجود تیمم جائز ہے ۔ کیا وہاں کوئی چیز فساد میں اس سے بالاتر بھی ہے؟

**وسادسا** یحیله[ف1] على ما بيّن وانما بيّن الجواز عند البعد فكانت الاحالة باطلة محالة ۔

**سادسا** اس پر حوالہ دے رہے ہیں کہ جیسا کہ بیان ہُوا اور بیان یہ کیا ہے کہ دُوری کی صورت میں جواز ہے تو حوالہ باطل ومحال ہوا ۔

**وسابعا** بل[ف2] في الثالث ايضا اشعار الى خلافه فانه جعل موضوع المسألة ما اذا كان الفصل اقل من ميل لا اذا ظنه اقل من ميل والموضوع ماخوذ مفروض مفروغ عنه فكيف يختلف فيه بظن ويقين ويجعل عدمه محتملا على احد الوجهين وقد قال[ف3] لا فرق في ظاهر الرواية بين الظن واليقين اذا كانت المسافة اقل من ميل فلو كان المعنى على ظن القرب آل الى انه لا فرق بين الظن واليقين عند الظن وبالجملة جميع محامله وكل كلامه يرد هذا المعنى الذي ذهب اليه وهل العلامة ۔

**سابعا** بلکہ محل سوم میں بھی اس کے خلاف کی نشان دہی موجود ہے اس لیے کہ انہوں نے مسئلہ کا موضوع اس صورت کو بنایا، جب فاصلہ ایک میل سے کم ہو اس صورت کو نہیں جب اس کا گمان ایک میل سے کم کا ہو ـــــ اور موضوع پُوری گفتگو میں ماخوذ و مفروض ہوتا ہے اس پر بحث سے فارغ رہتا ہے پھر اس میں ظن ویقین کا اختلاف کیسے کریں گے اور ایک صورت میں اس کے عدم کو محتمل کیسے بنائیں گے؟ ـــــ جب کہ یہ فرما چکے ہیں کہ مسافت ایک میل سے کم ہونے کی صورت میں ظاہر الروایہ میں ظن ویقین کے درمیان کوئی فرق نہیں ـــــ تو اگر ظن قرب کی بنیاد پر معنی لیا جائے تو مآل یہ ہوگا کہ ظن کی صورت میں ظن ویقین کے درمیان کوئی فرق نہیں۔

مختصر یہ کہ امام موصوف کے سبھی محمل اور ان کا پُورا کلام اس معنی کی تردید کر رہا ہے جس کی طرف علامہ کا خیال گیا (ت)

**واما الثاني** اعني زعم المخلص منه على ما بدى ۔

**خیال دوم** پیش کردہ صورتوں کے ذریعہ اشکال سے چھٹکارا۔

**فاقول** لا[ف4] ولا نصف مخلص فان الحاصل على هذا ان النادرة توجب التيمم عند ظن وجدان الماء

**فاقول** (اس پر میں کہتا ہوں) نہیں آدھا چھٹکارا بھی نہیں ہوتا ۔ اس لیے کہ اس طور پر حاصل یہ ہوا کہ روایت نادرہ قرب آب کے علاوہ

www.alahazratnetwork.org

في اٰخر الوقت لاحد من الاسباب المذكورة المغايرة لقرب الماء والظاهرة تقول لاعبرة بغلبة الظن بوجدانه بها انما العبرة لليقين به وهو مورد كلا الايرادين كما كان فانهم نصوا ان ظن القرب يمنع التيمم فقد اعتبروا الظن ثمه فكيف الغوه هنا ونصوا ان عند بعد الماء ميلا يجوزله التيمم من دون تفصيل مع القطع بانه ربما يتيقن ببلوغه الماء في اٰخر الوقت فلم يعتبروا اليقين ثمه فكيف اعتبروه هنا فثبت ان سعيه رحمه الله تعالٰى هذا لم يرجع الى طائل، وتعجبه من اولئك الجلة الى نفسه الكريمة آئل،

مذکورہ اسباب میں سے کسی ایک کی وجہ سے آخر وقت میں پانی ملنے کا گمان ہونے کی صورت میں تیمم واجب کرتی ہے ـــــ اور روایت ظاہرہ یہ بتاتی ہے کہ ان اسباب کی وجہ سے پانی ملنے کے غلبۂ ظن کا کوئی اعتبار نہیں ـــــ اعتبار تو صرف اس یقین کا ہے کہ پانی مل جائیگا اس حاصل پر دونوں اعتراض جیسے پہلے وارد ہورہے تھے اب بھی وارد ہیں (۱) اس لیے کہ ان حضرات نے نص فرمایا ہے کہ قرب آب کا ظن مانع تیمم ہے تو انہوں نے وہاں ظن کا اعتبار کیا پھر یہاں اسے کیسے بیکار قرار دیا؟ ـــــ اور ان حضرات نے تصریح فرمائی ہے کہ پانی ایک میل دُور ہو تو تیمم جائز ہے اس میں کوئی تفریق وتفصیل نہ فرمائی۔ باوجودیکہ یہ قطعی امر ہے کہ بعض اوقات اسے یقین ہوگا کہ وہ آخر وقت میں پانی تک پہنچ جائے گا۔ تو وہاں ان حضرات نے یقین کا اعتبار نہ کیا پھر یہاں کیسے اعتبار کرلیا ـ تو ثابت ہُوا کہ علامہ رحمہ اللہ تعالٰی کی یہ کاوش کچھ سُود مند نہ ہوسکی اور ان بزرگوں پر انھوں نے جس تعجب کا اظہار فرمایا وُہ خود ان کی ذاتِ گرامی پر عائد ہوتا ہے۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

**ثمّ اقول** لعلك قد تفطنت مما القينا عليك ان الايراد الاخير اعني على صورة اليقين بمسألة البعد ميلا انما يرد على ما علل به في الهداية ظاهر الرواية اما نفس المسألة فلا غبار عليها من جهته فان المذهب عدم وجوب التاخير ظانا كان اومستيقنا كما تقدم التصريح به عن الخلاصة بنقل الائمة

**ثمّ اقول** ہمارے بیان سے ناظرین نے یہ سمجھ لیا ہوگا کہ دوسرا اعتراض یعنی ایک میل دُوری والے مسئلہ سے صورت یقین پر اعتراض صرف اس تعلیل پر وارد ہوتا ہے جو صاحبِ ہدایہ نے ظاہر الروایہ سے متعلق پیش کی۔ لیکن نفسِ مسئلہ پر جانب اعتراض سے کوئی غبار نہیں آتا اس لیے کہ مذہب یہی ہے کہ تاخیر نماز واجب نہیں خواہ ظن ہو یا یقین جیسا کہ اس کی تشریح خلاصہ سے

البخاری والکاکی والبابرتی والسیواسی وتقریرهم ایاه نعم الایراد الاول علی صورة الظن بمسألة ظن القرب یرد علی التعلیل والمسألة معا للاحتیاج الی الفرق بینهما حیث لم یعتبروا ههنا الظن بل ولا الیقین وقد منعوا ثمه لمحض غلبة الظن ولاجل هذا قلت انهم استشکلوا المسألة والتعلیل معا وان کانوا انما وجهوا الکلام الی التعلیل هذا۔

گزر چکی۔ خلاصہ کا کلام امام بخاری، امام کاکی، امام بابرتی اور امام سیواسی نے نقل کیا اور اسے برقرار رکھا۔ ہاں پہلا اعتراض جو صورتِ ظن پر ظنِ قرب کے مسئلہ سے وارد ہوتا ہے وہ تعلیل اور مسئلہ دونوں ہی پر وارد ہوتا ہے اس لیے کہ دونوں میں فرق کرنے کی ضرورت ہے کہ یہاں پر کیوں ظن بلکہ یقین کا بھی اعتبار نہ کیا اور وہاں محض غلبۂ ظن کی وجہ سے منع کر دیا۔ اسی لیے میں نے کہا کہ حضرات علما نے مسئلہ اور تعلیل دونوں ہی میں اشکال قرار دیا اگرچہ کلام کا رُخ صرف اس تعلیل کی جانب کیا۔ (ت)

**ورأیت** الامام ملک العلماء قرر المسألة فی البدائع بحیث لا یتوجه الیه هذا الاشکال ورفع الخلاف عن الظاهرة والنادرة فقال قد قال اصحابنا ان المسافر ان کان علی طمع من الماء فی اٰخر الوقت یؤخر التیمم الی اٰخر الوقت وان لم یکن لا یؤخر هکذا روی المعلی عن ابی حنیفة وابی یوسف رضی الله تعالٰی عنهما وذکر فی الاصل احب الی ان یؤخر الی اٰخر الوقت ولم یفصل بین ما اذا کان یرجو الماء اولا یرجو وهذا لا یوجب اختلاف الروایة بل یجعل روایة المعلی تفسیرا لما اطلقه فی الاصل ولو تیمم اول الوقت وصلی ان کان عالما ان الماء قریب بان کان بینه وبین الماء اقل من میل لم تجز صلاته بلا خلاف لانه واجد للماء وان کان میلا فصاعدا اجازت

**میں نے دیکھا** کہ امام ملک العلماء نے بدائع میں مسئلہ کی تقریر اس طرح فرمائی ہے کہ اس پر یہ اشکال پیش نہیں آتا۔ اور انہوں نے روایتِ ظاہرہ ونادرہ کا اختلاف بھی دور کر دیا ہے، رقمطراز ہیں، "ہمارے اصحاب نے فرمایا کہ مسافر کو اگر آخر وقت میں پانی کی امید ہو تو تیمم آخر وقت تک مؤخر کرے۔ اور اگر ایسی امید نہ ہو تو مؤخر نہ کرے۔ ایسے ہی معلی نے امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کی ہے۔ اور اصل (مبسوط) میں ذکر فرمایا ہے کہ میرے نزدیک زیادہ پسندیدہ یہ ہے کہ آخر وقت تک مؤخر کرے۔ اور پانی کی امید ہونے اور نہ ہونے کا فرق نہ بیان کیا۔ اس سے اختلافِ روایت لازم نہیں آتا بلکہ معلی کی روایت مبسوط کے اطلاق کی تفسیر قرار پاتی ہے۔ اور اگر اول وقت میں تیمم کرکے نماز پڑھ لی تو اگر اسے علم تھا کہ پانی قریب ہے اس طرح کہ اس کے اور

www.alahazratnetwork.org

وان[1] لم یکن عالما بقرب الماء او بعدہ تجوز صلاتہ سواء کان یرجو الماء فی اٰخر الوقت اولا سواء کان بعد الطلب اوقبلہ عندنا خلافا للشافعی لما مران العدم ثابت ظاہرا واحتمال الوجود احتمال لادلیل علیہ فلایعارض الظاہر[1] اھ

پانی کے درمیان ایک میل سے کم فاصلہ ہے تو اس کی نماز جائز نہیں۔ اس میں کوئی اختلاف نہیں اس لئے کہ پانی اس کے لیے دستیاب ہے۔ اور اگر ایک میل یا زیادہ کا فاصلہ ہو تو اس کی نماز ہوگئی — اور اگر اسے پانی کے قُرب و بُعد کا علم نہیں تو اس کی نماز جائز ہے خواہ آخر وقت میں پانی کی امید ہو یا نہ ہو خواہ پانی تلاش کرنے کے بعد ہو یا پہلے ہو۔ یہ حکم امام شافعی کے برخلاف ہمارے نزدیک ہے اس کی وجہ گزر چکی کہ عدم ظاہراً ثابت ہے اور پانی ملنے کا احتمال ایسا احتمال ہے جس پر کوئی دلیل نہیں تو وہ ظاہر کے معارض نہ ہوگا۔" (ت)

**اقول** لکن[1] للعبد الفقیر توقف فی التعلیل الاخیر فان من[2] علم فی اول وقت الظہر او العشاء مثلا ان الماء من ھنا علی مسافۃ اقل من میلین اوثلثۃ امیال وعلم انہ یصل الیہ فی سعۃ الوقت ولم یعلم انہ علی فصل میل او اقل فصادق علیہ انہ لایعلم قرب الماء ولا بعدہ وھو یرجو الماء لاعن احتمال بلادلیل بل عن دلیل فیعارض الظاہر ویمنع التیمم ولیس کذلک انما یمنع التیمم ظن ان الماء قریب وھو منہ فی شک مریب ھذا۔

**اقول** لیکن بندۂ محتاج کو تعلیل اخیر میں کچھ توقف ہے۔ اس لیے کہ مثلاً جسے وقتِ ظہر یا وقتِ عشا کے شروع میں علم ہوا کہ پانی یہاں سے دو میل یا تین میل سے کم مسافت پر ہے اور اسے یہ بھی علم ہے کہ وقت میں وسعت رہتے ہوئے وہاں تک پہنچ جائیگا — اور اسے یہ معلوم نہیں کہ ایک میل کا فاصلہ ہے یا کم تو اس پر یہ صادق ہے کہ پانی کے قُرب و بُعد کا اسے علم نہیں۔ اور اس کو پانی کی امید بلا دلیل احتمال کے باعث نہیں بلکہ دلیل کے باعث ہے تو یہ احتمال ظاہر کے معارض اور تیمم سے مانع ہو جائیگا، حالانکہ ایسا نہیں۔ تیمم سے مانع صرف اس بات کا گمان ہے کہ پانی قریب ہے اور اسی میں تو اسے پریشان کن شک درپیش ہے۔ یہ ذہن نشین رہے۔ (ت)

**ولنعم** حل الاشکال عن مسئلۃ الرجاء ماقررہ الامام الجلیل ابوالبرکات

مسئلۂ امید کے اشکال کا **بہترین حل** وُہ ہے جس کی تقریر امام الجلیل ابوالبرکات

---

[1] بدائع الصنائع فصل واما بیان وقت التیمم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۵۴

رحمه الله تعالٰی فی الکافی حیث عدل عن تعلیل الھدایۃ ؛ وعلل بتعلیل حسن الی الغایۃ ؛ اذقال مسافر غلب علی ظنہ ان بقربہ ماء وجب الطلب ولایجب بغیرغلبۃ الظن اواخبار لان العدم ثابت حقیقۃ وظاھرًا لفوات الدلیل الدال علی الوجود من حیث الظاھر اذ الظاھر فی المفاوز عدم الماء بخلاف العمرانات فانہ لوتیمم قبل الطلب فیھالم یجزلان العدم وانکان ثابتاحقیقۃ لم یثبت ظاھرًا لقیام الدلیل علیہ وھو العمارۃ اذقیامھا بالماء وکذا لوغلب علی ظنہ اواخبرہ مخبرلان غالب الرأی کالمتحقق فی حق وجوب العمل[1] ولھذا وجب العمل باخبار الاٰحاد والاقیسۃ والاٰی المؤولۃ والمخصوصۃ والبینات فان قیل لوکان غالب الرأی کالمتحقق ھنا لوجب التاخیرفیما اذا غلب علی ظنہ انہ یجد الماء فی اٰخر الوقت قلناعن ابیحنیفۃ وابی یوسف رضی اللہ تعالٰی عنھما ان التاخیرحتم ولان غلبۃ ظنہ ثم انہ سیصیربقرب الماء وھذا غلبۃ ظنہ انہ بقرب الماء[2] اھ کلامہ الشریف وھذا بحمداللہ تعالٰی عین ما ظھر

نسفی رحمہ اللہ تعالٰی نے کافی میں فرمائی۔ انھوں نے ہدایہ کی تعلیل سے ہٹ کر خود ایک انتہائی عمدہ تعلیل پیش کی، فرماتے ہیں: ایک مسافر ہے جس کا غالب گمان یہ ہے کہ اس کے قریب پانی ہے تو تلاش کرنا واجب ہے۔ غلبۂ ظن یا کسی کے بتائے بغیر تلاش واجب نہیں اس لیے کہ پانی نہ ہونا حقیقۃً اور ظاہرًا ثابت ہے کیونکہ بظاہر ایسی کوئی دلیل نہیں جو پانی ہونے کا پتا دے اس لیے کہ بیابانوں میں ظاہر پانی کا نہ ہونا ہی ہے۔ آبادیوں کا حال اس کے برخلاف ہے۔ اگر آبادیوں کے اندر پانی تلاش کرنے سے پہلے تیمم کرلے تو جائز نہیں۔ اس لیے کہ نہ ہونا اگرچہ حقیقۃً ثابت ہے مگر ظاہرًا ثابت نہیں کیونکہ پانی ہونے کی دلیل ——— آبادی ——— موجود ہے وجہ یہ ہے کہ آبادیوں کا قیام پانی سے ہوتا ہے۔ ——— اسی طرح اگر پانی کا غلبۂ ظن ہو یا کوئی مخبر خبر دے (تو بھی پانی تلاش کرنے سے پہلے تیمم جائز نہیں) کیونکہ غالب رائے وجوبِ عمل کے حق میں یقینی ومتحقق کی حیثیت رکھتی ہے۔ اسی لیے اخبار آحاد، قیاسات، تاویل وتخصیص یافتہ آیات اور بینات وگواہان سے وجوبِ عمل ثابت ہوجاتا ہے۔ اگر یہ سوال ہو کہ اگر غالب رائے کو یہاں متحقق کی حیثیت حاصل ہوتی تو اس صورت میں نماز کو مؤخر کرنا واجب ہوتا جب اسے اس بات کا غالب

---

[1] کافی

[2] الکفایۃ علی الھدایۃ مع الفتح القدیر باب التیمم مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۱۲۵

www.alahazratnetwork.org

للعبد الضعیف فیما ذکرت ونحوہ فی الکفایۃ فقد ظہران مسألۃ الرجاء لیس المراد فیہا من رجا لاجل القرب فانہ لایجوز لہ التیمم اجماعا بل من رجا الوصول فی اٰخر الوقت مع بعدہ الاٰن فہذا لیس بظن القرب بل ظن انہ سیقرب فلایعتبر ولا یعکر علیہ بمسألۃ ظن القرب وقد صرح بکونہا موضوعۃ فی بعد المسافۃ فی غیرما کتاب معتمد ففی الدرایۃ ثم الشلبیۃ ھذا الاستحباب اذا کان بینہ وبین موضع یرجوہ میل او اکثر فان کان اقل لایجزیہ التیمم وان خاف فوت وقت الصلاۃ[1] اھ ومثلہ فی البحر ونحوہ فی الدر وفی البنایۃ ھذا اذا کان الماء بعیدا وان کان قریبا لایتیمم وان خاف خروج الوقت قال الفقیہ ابوجعفر اجمع اصحابنا الثلثۃ علی ھذا[2] اھ ثم قال اعنی العینی وقیل اذا کان بینہ وبین موضع یرجوہ[3] الی اٰخر ما قدمنا عن الدرایۃ۔

گمان ہوتا کہ آخر وقت میں اسے پانی مل جائے گا۔ تو ہم جواباً کہیں گے کہ یہ امام ابوحنیفہ و امام ابویوسف رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ایک روایت ہے کہ نماز مؤخر کرنا واجب ہے۔ اور وجہ یہ ہے کہ وہاں اس کا غلبۂ ظن یہ ہے کہ وہ کچھ دیر بعد پانی کے قریب ہوجائیگا اور یہاں اس کا غلبۂ ظن یہ ہے کہ وہ بروقت پانی کے قریب ہے اھ امام نسفی کا مبارک کلام ختم ہوا۔ یہ بحمد اللہ تعالٰی بعینہٖ وہی بات ہے جو بندۂ ضعیف کے ذہن میں آئی جیسا کہ سابقاً ذکر کیا اسی کے ہم معنی کفایہ میں بھی ہے —— تو یہ واضح ہوگیا کہ مسئلہ امید میں یہ مراد نہیں کہ جسے قربِ آب کی وجہ سے امید ہو کیونکہ اس کے لیے بالاجماع تیمم جائز نہیں —— بلکہ جسے امید ہے کہ آخر وقت میں پانی کے پاس پہنچ جائیگا باوجودیکہ اس وقت پانی سے دُور ہے تو اسے قربِ آب کا گمان ہی نہیں بلکہ یہ گمان ہے کہ وہ آئندہ پانی کے قریب ہوجائیگا تو یہ گمان معتبر نہیں اور اس پر ظنِ قرب کے مسئلہ سے کوئی گڑ بڑ نہیں ڈالی جاسکتی۔ متعدد معتمد کتابوں میں اس بات کی تصریح موجود ہے کہ مسئلۂ اُمید بُعدِ مسافت کی صورت میں رکھا گیا ہے۔ درایہ پھر شلبیہ میں ہے: "یہ استحباب اُس وقت ہے جب اس کے درمیان اور اس جگہ کے درمیان جہاں پانی کی امید ہے ایک میل یا زیادہ کا فاصلہ ہو اگر اس سے کم ہو تو اس کے لیے تیمم جائز نہیں اگرچہ وقتِ نماز نکل جانے کا خطرہ ہو۔" اسی کے مثل بحر میں اور اس کے

---

[1] الشلبی علی الکنز مع تبیین الحقائق | باب التیمم | مطبعۃ امیریہ مصر | ۱/۴۱
[2] البنایۃ شرح ہدایہ | " | ملک سنز فیصل آباد | ۱/۳۲۵
[3] البنایۃ شرح ہدایہ | " | مطبعۃ الامداد مکۃ المکرمہ | ۱/۳۲۵

www.alahazratnetwork.org

ہم معنیٰ دُرِّمختار میں ہے — اور بنایہ میں اس طرح ہے "یہ اُس وقت ہے جب پانی دُور ہو۔ اگر قریب ہو تو تیمم نہ کرے اگرچہ اسے وقت نکل جانے کا اندیشہ ہو، فقیہ ابُوجعفر نے فرمایا، اس پر ہمارے تینوں اصحابؒ ائمہ کا اجماع ہے" اھ۔ آگے علامہ عینی صاحبِ بنایہ لکھتے ہیں: "اور کہا گیا جب اس کے اور اس جگہ کے درمیان جہاں اُسے پانی کی امید ہے — اس کے آخر تک جو ہم نے درایہ کے حوالہ سے پیش کیا۔ (ت)

**اقول** ولا ادری ما الفرق بینه وبین ما قال ھذا اذا کان الماء بعیدا الخ حتی جزم بذلك ومرّض ھذا وجعله قولا اٰخر مع انه لا تفاوت الا فی اللفظ۔

**اقول** پتا نہیں ان کے کلام "یہ اُس وقت ہے جب پانی دُور ہو الخ" اور اس کلام میں فرق کیا ہے کہ انھوں نے اُس پر تو جزم کیا اور قیل (کہا گیا) سے اس کی تمریض وتضعیف کی اور اسے ایک الگ قول بنا دیا جب کہ دونوں میں سوائے الفاظ کے کوئی تفاوت نہیں۔ (ت)

**اقول** وقد تقدم نص الخلاصة وتقریر الائمة الجلة ان الظن والیقین فی ذلك سواء لا یجب علیه التاخیر وان تیقن بوجدان الماء فی اٰخر الوقت وتلك النادرة حیث اوجبت فی الظن فالیقین اولٰی فقد ظھر ان الواقع من المحامل الاربعة ھو الثانی وان کان ابعد بالنظر الی ظاھر العبارة اما قول النادرة غالب الرأی کالمتحقق قلنا نعم ولو کان متحققا لم یؤثر لانه انما تیقن انه سیقرب لا انه قریب وبھذا یعفو الاشکال علی تعلیل الھدایة لظاھر الروایة۔

www.alahazratnetwork.org

**اقول** خلاصہ کی عبارت اور بزرگ ائمہ کی تقریر پہلے گزر چکی کہ ظن ویقین اس بارے میں یکساں ہیں۔ اس پر نماز مؤخر کرنا واجب نہیں اگرچہ آخر وقت میں پانی ملنے کا یقین ہو — اور اس روایتِ نادرہ نے جب ظن کی صورت میں واجب کیا تو یقین تو اس سے بڑھا ہُوا ہے۔ اس سے واضح ہُوا کہ امام بخاری کے پیش کردہ چاروں محملوں میں سے واقع محمل دوم ہے اگرچہ ظاہر عبارت کے لحاظ سے بعید تر معلوم ہوتا ہے — اب رہا روایتِ نادرہ سے متعلق یہ قول کہ غالب رائے متحقق کی طرح ہے۔ ہم کہتے ہیں ہاں اور اگر یہ یقینی ومتحقق ہو جب بھی مؤثر نہیں اس لئے کہ اسے صرف اسی بات کا یقین ہُوا کہ آئندہ وہ قریب ہوگا، اس کا نہیں کہ وہ قریب ہے — اسی سے ظاہر الروایہ سے متعلق ہدایہ کی تعلیل پر پیش آنے والا اشکال ختم ہوجاتا ہے۔ (ت)

**اقول** وایضا یمکن حمله علی المحمل الرابع فان من جھل

**اقول** اسے محمل چہارم پر بھی محمول کیا جاسکتا ہے۔ اس لیے کہ جو مسافت سے

المسافۃ جاز لہ التیمم فی المفاوز وان کان یرجوالوصول الیہ فی اٰخر الوقت کما قدمناہ اٰنفا عن البدائع وذلک لان المانع عن التیمم ھو قرب الماء یقینا اوظنا غالبا وقد انتفیا وآلجواب عن دلیل النادرۃ والاشکال علی تعلیل الھدایۃ کما کان لان ھھنا ایضا یباح لہ التیمم وان تیقن الوصول الیہ فی اٰخر الوقت کما اسلفنا تقریرہ تحت عبارۃ البدائع المذکورۃ اٰنفا ھھنا ظھر انحلال الاشکال عن الحکم واستبان الفرق بین مسألتی الرجاء وظن القرب۔

ناواقف ہو اس کے لیے بیابانوں میں تیمم جائز ہے اگرچہ امید رکھتا ہو کہ آخر وقت میں پانی تک پہنچ جائے گا، اسے بدائع کے حوالہ سے ہم ابھی پیش کر آئے ــــ اس کی وجہ یہ ہے کہ تیمم سے مانع پانی کا قریب ہونا ہے بطور یقین یا بطور ظن غالب اور یہ دونوں ہی امر یہاں مفقود ہیں۔ اور روایت نادرہ کی دلیل کا جواب اور ہدایہ کی تعلیل پر اشکال جیسے پہلے تھا اب بھی رہے گا۔ اس لیے کہ یہاں بھی تیمم اس کے لیے مباح ہے اگرچہ آخر وقت میں پانی تک پہنچے گا اسے یقین ہے جیسا کہ اس کی تقریر ہم بدائع کی مذکورہ عبارت کے تحت تحریر کر آئے ــــ یہاں تک دو باتیں طے ہوگئیں ایک تو حکم پر جو اشکال تھا اس کا حل واضح ہوگیا دوسرے مسئلۂ امید اور مسئلۂ ظنِ قرب کے درمیان فرق روشن ہوگیا۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

اما تعلیل الھدایۃ **فاقول** التاویل خیر من التعطیل یمکن ان یؤول بان المراد بالیقین ھو الیقین الفقھی الشامل لغلبۃ الظن فلیس المقصود التفرقۃ ھھنا بین الظن والیقین لما علمت انھما سواء ھھنا علی کلتا الروایتین وانما المعنی انکار ان یکون لہ اثر ھھنا وذلک ان العجز ثابت حقیقۃ شرعا لانعدام الماء حقیقۃ وظاھرا لعدم الدلیل علی قربہ ان جھل المسافۃ وقیام الدلیل علی عدمہ ان علم اوظن البعد فلا یزول حکمہ الثابت شرعا وھو جواز التیمم الا بیقین

اب رہا تعلیلِ ہدایہ کا معاملہ **فاقول** (تو میں کہتا ہوں) کسی کلام کی تاویل کرنا اسے لغو و بیکار کرنے سے بہتر ہے ــــ اس کی یہ تاویل ہوسکتی ہے کہ یقین سے مراد یقین فقہی ہے جو غلبۂ ظن کو بھی شامل ہوتا ہے کہ یہاں ظن و یقین کے درمیان فرق کرنا مقصود نہیں اس لیے کہ معلوم ہوچکا کہ یہاں دونوں ہی روایتوں پر ظن و یقین یکساں ہیں ــــ مقصود صرف اس بات کا انکار ہے کہ یہاں وہ یقین کچھ اثرانداز ہے ــــ وہ اس لیے کہ عجز حقیقۃً ثابت ہے، شرعاً اس لیے کہ پانی حقیقت میں معدوم ہے اور ظاہراً اس لیے کہ مسافت سے ناآشنائی کی صورت میں پانی کے قریب ہونے پر کوئی دلیل نہیں،

فقهي مثله بان يحصل له ظن القرب واذ ليس فليس فانه لاعبرة بظن انه سيقرب ولا باستيقانه وانما هذا هو الحاصل في رجاء الوصول او تيقنه دون ظن القرب المانع عن التيمم المعارض للعجز الظاهر فهذا تقريره وليس في العبارة ما ينكره فوجب الحمل عليه فقد انحل الاشكال ولله الحمد عن مسألة الرجاء حكما وتعليلا ؛

اور دُوری کا یقین یا ظن غالب ہونے کی صورت میں اس کے عدم پر دلیل موجود ہے — تو اس کا حکم — جوازِ تیمم — جو شرعاً ثابت تھا زائل نہ ہوگا مگر ایسے یقینِ فقہی سے جو اسی کے مثل ہو اس طرح کہ اسے قرب کا ظن ہو جائے اور جب یہ نہیں تو وُہ بھی نہیں (قرب کا ظن نہیں تو حکم عجز کا زوال یعنی عدم جوازِ تیمم بھی نہیں ۱۲ م۔ الف) اس لیے کہ اس کا یہ گمان کہ وہ آئندہ قریب ہو جائیگا، کوئی اعتبار نہیں، نہ ہی اس کے یقین ہی کا کوئی اعتبار ہے اور پانی تک پہنچنے کی اُمید میں یہی گمان یا یقین پایا جاتا ہے۔ ہر وقت پانی قریب ہونے کا گمان جو تیمم سے مانع اور عجز ظاہر کا معارض ہے یہ نہیں پایا جاتا — یہ اس تعلیل سے متعلق تاویل کی تقریر ہوئی اور عبارت میں ایسا کوئی لفظ نہیں جو اس تاویل کی تردید کرتا ہو تو کلام کو اسی پر محمول کرنا لازم ہے۔ خدا ہی کے لئے ساری خوبیاں ہیں اس سے مسئلہ امید کے حکم اور تعلیل دونوں ہی سے متعلق اشکال حل ہوگیا۔ (ت)

**اقول** وتم على مسألة الوعد تفريعا وتاصيلا ؛ فمعلوم قطعا بداهة ان الوعد لا يحصّل وانما يرجّي وقد تقرر في المذهب ان راجي الماء يجوز له التيمم ولا يجب عليه التأخير وان زعم الأن زاعم ان الوعد محصّل للشيئ في الحال فقد صادم بداهة غير مكذوبة واي وعد مثل وعد الله ورسوله جل وعلا وصلى الله تعالٰى عليه وسلم وتلك الجنة قد وعدها المتقون افتراهم دخلوها الأن و تنعموا بنعيمها في الدنيا وحصلوا الحور

**اقول** اور تفریع و تاصیل کے لحاظ سے مسئلہ وعدہ بیاں پر تمام ہُوا اس لیے کہ قطعاً بداہۃً معلوم ہے کہ وعدہ پانی حاصل نہیں کرا دیتا۔ پانی حاصل ہونے کی صرف اُمید پیدا کرتا ہے۔ اور مذہب میں یہ طے شدہ ہے کہ پانی کی امید رکھنے والے کے لیے تیمم کرلینا جائز ہے اور اس پر نماز مؤخر کرنا واجب نہیں — اب اگر کوئی یہ خیال کرے کہ وعدہ فی الحال شیئ کو حاصل کرا دیتا ہے تو وہ ناقابلِ تکذیب بداہت سے تصادم میں مبتلا ہے — خدائے بزرگ و برتر اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے وعدے جیسا کون سا وعدہ ہو سکتا ہے — اور متقیوں سے اس

والقصور، والالبان والخمور، والحریر، والسریر، هذه سفسطة ظاهرة فاذا کان هذا فی وعد من یستحیل ان یخلف المیعادُ فکیف فی مواعید العباد، وبالجملة لم یصل فهمی القاصر الی کنه هذه المسألة ولم ار من تکلم فیها لکشف خافیها غیر انه لیس لنا مع نص فی المذهب مجال مقال فالمسألة مسلمة قطعا لکونها منصوصا علیها فی الاصل کما عزاه له فی الخلاصة لکن لا دلالة لها ولا لشیئ مما علمتُ من من فروع المذهب وتعلیلاتها علی کون الوعد یثبت قدرة مستندة بل الذی لاح من الدلیل یقضی باقتصارها کما علمت فانا استخیر اللّٰه تعالٰی فیه وحاش للّٰه لا اقطع القول به ولا اجعله حکما وانما اقول کما قلت هذا ما ظهر، فلیراجع ولیحرر، واللّٰه سبحٰنه وتعالٰی اعلم، وصلی اللّٰه تعالٰی علی سیدنا ومولٰنا واٰله وصحبه وسلم اٰمین۔

جنت کا وعدہ ہوا ہے تو کیا وہ ابھی جنت میں داخل ہوگئے اور اس کی آسائشوں کی لذت دنیا ہی میں پا گئے اور حُور وقصور، شیر وشراب، ریشم وتخت سب ابھی حاصل کرلیے ـــــ یہ کھلا ہوا سفسطہ ہے ـــــ تو جب اس کے وعدہ کا معاملہ ہے جس سے وعدہ خلافی محال ہے تو بندوں کے وعدوں کا کیا حال ہوگا۔ المختصر میرا فہم قاصر اس مسئلہ کی تہ تک نہ پہنچ سکا ـــــ نہ ہی کوئی ایسا نظر آیا جس نے اس مسئلہ کا رازِ سربستہ کھولنے کے لئے اس میں کلام کیا ہو مگر یہ نصِ مذہب ہوتے ہوئے ہمیں مجالِ کلام نہیں۔ مسئلہ تو قطعاً مسلّم ہے کیوں کہ اصل میں اس پر نص موجود ہے جیسا کہ خلاصہ نے اس کا حوالہ دیا ـــــ لیکن یہ مسئلہ اور مذہب کے جتنے بھی مسائل وجزئیات اور ان کی تعلیلات میرے علم میں آئیں کسی کی کوئی دلالت اس پر نہیں کہ وعدہ سے قدرت مستندہ ثابت ہوتی ہے بلکہ دلیل سے جو کچھ ظاہر ہُوا وہ اسی کا مقتضی ہے کہ اس سے قدرت مقتصرہ ثابت ہوگی جیسا کہ (تنبیہ سوم کے شروع میں) معلوم ہوا ـــــ تو میں خدائے تعالٰی سے اس بارے میں استخارہ کرتا ہوں ـــــ اور خدا ہی کے لیے پاکی ہے، میں اس بارے میں قطعی قول نہیں کرتا، نہ ہی اسے کوئی حکم قرار دیتا۔ میں اب بھی وہی کہتا ہوں جو پہلے کہہ چکا کہ یہ وُہ ہے کہ جو میرے ذہن میں آیا تو اس کی مراجعت اور تنقیح وتحقیق کی ضرورت ہے ـــــ اور خدائے پاک وبرتر ہی خُوب جاننے والا ہے۔ اور اللہ تعالٰی درود وسلام نازل فرمائے ہمارے آقا ومولٰی اور ان کی آل واصحاب پر ـــــ الٰہی! قبول فرما۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

**تنبیہ چہارم:** **اقول** ظاہراً وعدہ کہ مثبتِ قدرت مانا گیا ہے اُس میں شرط ہے کہ یا تو مطلق ہو مثلاً دُوں گا یا وقتِ حاضر سے مقید مثلاً ابھی دیتا ہوں نہ وُہ کہ وقت آئندہ سے مقید ہو مثلاً کل دُوں گا یا

شام کو لینا یا گھنٹا بھر بعد ملے گا اور وقت میں نصف ہی گھنٹا ہے ایسا وعدہ اصلاً مثبت قدرت نہ ہوگا قبل نماز ہو یا بعد کہ وہ حقیقۃً دو چیزوں سے مرکب ہے وقت حاضر میں منع اور وقت آئندہ کے لیے امید دلانا تو وقت حاضر کے لیے منع ہی ہُوا نہ وعدہ ورنہ لازم ہو کہ اگر وہ کہے دس برس بعد دُوں گا تو دس برس تک اسے نماز سے معطل رہنے کا حکم ہو کما تقدم تقریرہ فی التنبیہ الثانی وھذا ظاھر جدا (جیسا کہ تنبیہ دوم میں اس کی تقریر پیش ہُوئی اور یہ بہت واضح ہے۔ ت)

بالجملہ ایسا وعدہ بنظر وقت حاضر منع ہے تو اگر پہلے ظن عطا تھا اُس کی خطا ثابت ہوگی اور ظن منع تھا تو اس کی تصدیق ہوگی اور شک تھا تو علم منع سے بدل جائے گا واللہ تعالٰی اعلم اس وعدے کا نام وعدِ اباقی رکھیے اور مطلق یا مقید بوقت حاضر کا نام وعدِ رجائی۔

**تنبیہ پنجم: اقول** وعدۂ رجائی اگر قبل تمام نماز ہو ضرور مطلقاً مؤثر ہے اگر تیمم سے پہلے ہے تیمم کا مانع ہوگا اور بعد ہے تو اس کا ناقض اور عین نماز میں ہے تو اس کا مبطل اگرچہ وفا ہو یا نہ ہو یعنی وقت گزر جائے اور پانی نہ دے کہ ہمارے ائمہ نے انتظار واجب فرمایا اگرچہ وقت نکل جائے لیکن اگر یہ وعدہ بعد نماز ہو خواہ یُوں کہ اس نے مانگا ہی بعد یا اصلاً نہ مانگا اور اس نے بطورِ خود وعدہ کر لیا یہاں دو صورتیں ہیں اگر وقت کے اندر دے دیا ضرور اعادہ نماز کرے گا

www.alahazratnetwork.org

فان العطاء فی الوقت مبطل مطلقا ولو بلا وعد وما زادہ الوعد الا تأییدا۔

اس لیے کہ وقت میں دے دینا مطلقاً باطل کر دیتا ہے اگرچہ بلا وعدہ ہو، وعدہ بھی ہوا تو اس کی اور زیادہ تائید ہی ہُوئی۔ (ت)

**فان قلت** کیف ولا یخلو الوعد عن منع فی الحال لان حاصلہ لا اعطیك الاٰن بل بعد حین فان من یجیب من فورہ فیم یعد فھذا اعطاء بعد اباء فلا یعتبر۔

**اگر یہ سوال ہو** کہ یہ کیسے جب کہ وعدہ حال میں منع سے خالی نہیں ہوتا اس لیے کہ اس کا حاصل یہ ہوتا ہے کہ تم کو ابھی نہ دُوں گا کچھ بعد میں دُوں گا، کیونکہ جو فوراً کام کرے وہ وعدہ کس بات کا کرے گا۔ تو یہ انکار کے بعد دینا ہے لہذا اس کا اعتبار نہ ہوگا۔ (ت)

**اقول** الوعد لوقت الحاجۃ لایعد منعا عرفا ولا شرعا فمن حلف لا یمنع زیدا کذا فسألہ زید

**اقول** (جواباً میں کہوں گا) ضرورت کے وقت دینے کا وعدہ عرفاً منع نہیں شمار ہوگا، نہ ہی شرعاً۔ اگر کسی نے قسم کھائی زید سے فلاں چیز

فوعدہ لوقت حاجتہ لا یحنث قطعا وبہ تبین ان الوعد غیر العطاء ایضا فلو حلف لا یعطیہ لا یحنث بمجرد الوعد ایضا فہو امر بین بین فکما لا تثبت لہ احکام المنع ینبغی ان لا تثبت ایضا احکام العطاء بل الرجاء کما ذکرنا ولکن العبرۃ بالمنقول وان لم یظہر للعقول۔

کا انکار نہ کروں گا۔ اب زید نے اس سے وہ چیز طلب کی۔ اس نے وعدہ کیا کہ جب ضرورت ہوگی دے دوں گا تو ہرگز اس کی قسم نہ ٹوٹے گی۔ اسی سے یہ بھی واضح ہوگیا کہ وعدہ اور ہے دینا اور۔ اگر قسم کھائی کہ فلاں چیز اسے نہ دے گا تو صرف وعدہ کرنے سے اس کی قسم نہ ٹوٹے گی۔ وعدہ ایک درمیانی امر ہے تو جیسے اس کے لیے منع کے احکام ثابت نہ ہوں گے ایسے ہی عطا کے احکام بھی نہ ثابت ہوں گے بلکہ رجا کے جیسا کہ ہم نے بیان کیا۔ لیکن اعتبار منقول کا ہے اگرچہ عقلوں پر واضح نہ ہو۔ (ت)

اور اگر وقت میں نہ دیا تو دو صورتیں ہیں یا تو اس کا خُلف ظاہر ہوگا کہ وقت گزر گیا اور قصداً نہ دیا تو یہ وعدہ مؤثر نہ ہوگا۔

لانہ لم یعط وما اعطاء الوعد من ظن الاعطاء زال بالاخلاف ولا عبرۃ بالظن البین خطؤہ فان کان قبلہ یظن عطاء فقد خاب او منعا فقد صدق او یشک فتبدل بعلم المنع۔

اس لیے کہ اس نے دیا نہیں اور وعدہ نے جو ظنِ عطا بخشا تھا وہ وعدہ خلافی سے ختم ہوگیا اور ایسے گمان کا اعتبار نہیں جس کی غلطی واضح ہو۔ اگر پہلے اسے عطا کا گمان تھا تو وہ ناکام ہوا، یا منع کا گمان تھا تو سچ ہوا، یا شک تھا تو وہ منع کے یقین سے بدل گیا۔ (ت)

اور اگر اُس کا خُلف ظاہر نہ ہوا، مثلاً وعدہ یُوں تھا کہ دو گھڑی بعد آکر لے جانا یہ نہ گیا وقت کے اندر اسے یا اسے کہیں جانے کی ضرورت لاحق ہوئی یوں افتراق ہوگیا اور نہ دے سکا تو اس صورت میں ظاہر یہ ہے واللہ تعالٰی اعلم کہ مطلقاً اعادۂ نماز کا حکم ہو۔

فان الحقیقۃ بقیت فی استر فدار الامر علی الظن فان کان یظن العطاء فقد تضاعف بالوعد وان کان یظن المنع فقد تضعف بل اضمحل بہ لان الوعد یورث ظن العطاء قطعا کما قال الامام محمد ان

اس لیے کہ حقیقت تو رُوپوش ہی رہ گئی اس لیے مدارِ امر ظن پر ہُوا اب اگر اسے عطا کا گمان تھا تو وہ وعدہ سے اور بڑھ گیا اور اگر منع کا گمان تھا تو وہ اس سے ضعیف بلکہ مضمحل ہوگیا — اس لیے کہ وعدہ بلاشبہہ ظنِ عطا پیدا کرتا ہے، جیسا کہ

الظاهر الوفاء ولا امکان لتعلق الظن الغالب بکلا الطرفین فاذا احدث ظن العطاء فقد زال ظن المنع وکذا الشک لان الرجحان یبطل التساوی فلم یبق ما تبنی علیہ صحۃ صلاتہ والاصل فی الماء الاباحۃ وقد تبین ان التقصیر منہ لترکہ السؤال لاجل ظن منع او شک ظھر کونھما فی غیر المحل فتعاد الصلاۃ لتقع البراءۃ بیقین، فان الصلاۃ من اجل ما یحتاط لہ فی الدین، ھذا ما ظھر لی والعلم بالحق عند الحق المبین **و بالجملۃ** لقد طال الکلام فی ھذہ المسألۃ الثامنۃ ولعمری لم یخل عن فائدۃ عائدۃ بل اشتمل ولوجہ ربی الحمد علی غرر درر لم تنظم ببنان البیان، ونفائس عرائس لم یطمثھن انس قبلی ولا جان، وحاصل ما قررنا فیہ ان الوعد الابائی لا یؤثر مطلقا والرجائی مؤثر مطلقا الا اذا کان بعد الصلاۃ وظھر خلفہ واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم۔

امام محمد رحمۃ اللہ تعالٰی نے فرمایا کہ "ظاہر وفا ہے" اور یہ ممکن نہیں کہ ظن غالب کا تعلق دونوں ہی جانب سے ہو۔ تو جب ظن عطا پیدا ہوگا ظنِ منع ختم ہوجائے گا۔ یہی حال شک کا ہے اس لیے کہ جب ایک طرف رجحان پیدا ہوگا تو وہ دونوں جانب کی باہمی مساوات باطل کر دے گا۔ اب ایسا کوئی امر باقی نہ رہا جس پر اس کی نماز کی صحت کی بنیاد رکھی جاسکے۔ اور پانی میں اصل اباحت ہے۔ اور واضح ہوگیا کہ کوتاہی اس کی ہے کہ اس نے سوال ہی نہ کیا اس ظن سے یا شک کے باعث جن (دونوں) کا بے جا ہونا عیاں ہوگیا تو نماز کا اعادہ کرنا ہوگا تاکہ یقینی طور پر عہدہ برآ ہوجائے اس لیے کہ دین کے جن کاموں میں احتیاط برتی جاتی ہے ان میں نماز سب سے بزرگ ہے۔ یہ وہ ہے جو میرے ذہن میں آیا اور حق کا علم حق مبین کو ہے۔ **بالجملہ** اس آٹھویں مسئلہ میں کلام طویل ہوگیا مگر نفع بخش فائدے سے خالی نہ رہا بلکہ ایسے آبدار گوہروں پر مشتمل ہُوا جو کبھی انگشتِ بیان سے پروئے نہ گئے اور ایسی نفیس وحسین عروسوں پر جنہیں مجھ سے پہلے نہ کسی انسان نے ہاتھ لگایا نہ کسی جن نے۔ اور ساری حمد میرے رب کی ذات کے لیے ہے۔ اور اس بارے میں ہم نے جو کچھ ثابت کیا اس کا حاصل یہ ہوا کہ وعدۂ ابائی مطلقاً بے اثر ہے اور وعدۂ رجائی مطلقاً مؤثر ہے مگر جب کہ ادائے نماز کے بعد ہو اور اس کا خلف ظاہر ہوجائے۔ اور خدائے پاک و برتر خوب جاننے والا ہے (ت)

یہ تمام مباحث وُہ ہیں کہ ذہنِ فقیر پر فیضِ قدیر سے القا ہوئے۔ ہزار ہزار حسرت کہ کتب حاضرہ میں ان میں سے کسی صورت سے اصلاً تعرض نہ پایا یہی حال آئندہ مسئلہ سکوت کا ہے تاچار دونوں میں

ان ابحاث کی احتیاج نے مُنہ دکھایا حاشا احکام میں رائے زنی نہ ہمارا منصب نہ اس پر اعتبار تتبع اسفار وتلاحق انظار اولی الابصار ضرور درکار۔

واللہ المستعان وعلیہ التکلان ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم وصلی اللہ تعالٰی علی سیدنا مولٰنا محمد واٰلہ وصحبہ اجمعین اٰمین۔

اور خدا ہی سے مدد طلب کی جاتی ہے اور اسی پر بھروسہ ہے اور کوئی طاقت وقوت نہیں مگر خدائے برتر وباعظمت ہی سے۔ اور اللہ تعالٰی رحمت نازل فرمائے ہمارے آقا ومولٰی محمد اور ان کی آل واصحاب سب پر الٰہی قبول فرما۔ (ت)

**مسئلہ ۹** منع یعنی دینے سے انکار دو قسم ہے ایک صراحۃً کہ صاف کہہ دے نہ دُوں گا یا اور الفاظ کہ ان معنے کو مؤدی ہوں۔

**اقول** منع اباء کہ ہم نے ابھی تنبیہ چہارم میں ذکر کیا اسی قسم میں ہے کہ وہ خاص مدلولِ کلام ہے۔

دوسرا دلالۃً یعنی اور کوئی امر کہ منع پر دلالت کرے۔ درمختار میں اس کی مثال استہلاک سے دی یعنی پانی خرچ کرلینا یا پھینک دینا کہ اب دینے کی صلاحیت ہی نہ رہی۔

حیث قال یطلبہ ممن ھو معہ فان منعہ ولو دلالۃ بان استھلکہ تیمم[1]۔

ان کے الفاظ یہ ہیں: پانی اپنے ساتھی سے طلب کرے گا اگر وہ انکار کرے اگرچہ دلالۃً اس طرح کہ وہ پانی ختم کرڈالے تو تیمم کرے۔ (ت)

یونہی اگر بعض خرچ کردیا اور باقی طہارت مطلوبہ کو کافی نہ رہا طحطاوی میں ہے:

او استھلک البعض والباقی غیر کاف[2]۔ یا کچھ ختم کر ڈالا اور جو بچا وہ ناکافی ہے (ت)

**اقول** مطلوب کی قید ہم نے اس لیے لگائی کہ اگر نہا چکا اور مثلاً پیٹھ پر اتنی جگہ خشک رہی جسے ایک چلّو پانی درکار ہے تو اگر ایک ہی چلّو باقی ہے طہارت غسل کو کافی ہے اور اگر پُورا نہانا ہے تو آدھا گھڑا بھی کافی نہیں۔ اور اگر اس نے مانگا اور اس نے اُسے نہ دیا زید کو دے دیا تو یہ بھی حکماً استہلاک اور دلالۃً منع ہوگا یا نہیں۔

**اقول** لم ارہ واذکر ماظھرلی

**اقول** یہ میری نظر سے نہ گزرا، اب

---

[1] درمختار باب التیمم مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۴۴

[2] طحطاوی علی الدر المختار باب التیمم ؍؍ بیروت ۱/۱۳۲

www.alahazratnetwork.org

بتوفیقه جل وعلا واس جوانیکون صوابا ان شاء اللہ تعالٰی۔

میں وہ بیان کرتا ہوں جو خدائے بزرگ و برتر کی توفیق سے مجھ پر ظاہر ہوا اور مجھے امید ہے کہ اگر خدائے برتر نے چاہا تو درست ہی ہوگا۔ (ت)

ف۱: اگر دوسرے کو اباحۃً دے دیا تو یہ منع ہے کہ صاف معلوم ہوا کہ اسے دینا نہ چاہا اور جسے مباح کیا وہ اسے دے نہیں سکتا کہ وہ اباحت سے مالک نہ ہوا اور اگر اُس کے ہاتھ ہبۂ تامہ بیع کر دیا تو اگرچہ یہ اس خاص شخص کی طرف سے منع ہوا مگر یہ مسئلہ کہ دوسرے کے پاس پانی پایا بدستور متوجہ ہے کہ اب جو اس کا مالک ہوا اگر ظن غالب ہو کہ یہ مانگے سے دے دے گا تو اس سے مانگنا واجب ورنہ نہیں اور اب اس کے عطا و منع میں وہ سب احکام عود کریں گے واللہ تعالٰی اعلم۔

**ثم اقول** ظاہراً بلکہ ان شاء اللہ المولٰی تعالٰی یقیناً منع ف۲ دلالۃً کی تیسری صورت سکوت بھی ہے اس نے مانگا اور اس نے صاف انکار تو نہ کیا مگر چُپ رہا تو حاجت کے وقت سکوت سے یہی سمجھا جائیگا کہ دینا منظور نہیں

وقد تقدم قولھم فی من سألہ المتیمم عن الماء فلم یخبرہ وھو یشمل السکوت وقد عبرعنہ فی الحلیۃ بالاباء۔

حضرات علمائے کرام کا کلام اُس سے متعلق گزر چکا جس سے تیمم والے نے پانی کے بارے میں پُوچھا تو اس نے خبر نہ دی یہ صورت سکوت کو بھی شامل ہے اور حلیہ میں اس کی تعبیر انکار سے کی ہے۔ (ت)

ف۳: اس کی نظیر سکوت مدعا علیہ ہے جب بطلب مدعی اس پر حلف متوجہ ہوا اور قاضی نے اُس سے حلف طلب کیا وہ چُپ رہا یہ سکوت انکار سمجھا جائیگا جبکہ نہ سننے یا نہ بول سکنے کے باعث نہ ہو ولہذا مستحب ہے کہ قاضی اس سے تین بار کہے اگر سکوت کرے حلف سے نکول ٹھہرا کر مدعی کو ڈگری دے دے تنویر الابصار و درمختار میں ہے:

(قضی) القاضی (علیہ بنکولہ مرۃ) حقیقۃ (بقولہ لا احلف او) حکما کان (سکت من غیر اٰفۃ) کخرس وطرش فی الصحیح سراج وعرض الیمین ثلثا ثم القضاء احوط[1] اھ قال ش ای ندبا[2]۔

قاضی (قسم سے ایک بار انکار کی وجہ سے اس کے خلاف فیصلہ دے دے گا) یہ انکار حقیقۃً ہو (اس طرح کہ وہ کہے میں قسم نہ کھاؤں گا، یا) حکماً ہو مثلاً وہ گونگے پن اور بہرے پن جیسی کسی معذوری (آفت کے بغیر خاموش رہے) یہی صحیح قول ہے

[1] الدر المختار مع الشامی کتاب الدعوٰی مطبع مصطفی البابی مصر ۴/۴۷۱

[2] رد المحتار " " " " ۴/۴۷۲

سراج ___ اور تین بار قسم پیش کرنا پھر فیصلہ دینا زیادہ محتاط طریقہ ہے اھ ۔ علامہ شامی نے فرمایا: یعنی استحباباً ۔ (ت)

**اقول** مگر استعمالِ قرائن ضرور ہے وہ اُس وقت وحالتِ سائل ومسئول عنہ اور ان کے تعلقات سے اُن پر ظاہر ہوتے ہیں۔ یہ تو سکوت ہے قول صریح میں استعمال قرائن لازم ہے ایک ہی بات حرف بحرف ایک ہی جملہ اور اُس سے کبھی اقرار مفہوم ہوتا ہے کبھی انکار۔ زید نے عمرو سے کہا تُو نے اپنی عورت کو طلاق دی اُس نے نرم آواز و دبے لہجے سے کہا میں نے طلاق دی۔ یہ اقرار ہے طلاق ہوگئی اور اگر اُس نے ترش رُو گرم ہو کر سخت آواز سے تعجب یا زجر و توبیخ کے لہجے میں کہا میں نے طلاق دی۔ یہ انکار ہے طلاق نہ ہوئی الفاظ بعینہا وہی ہیں اور حکم اثبات سے نفی تک بدل گیا۔ یونہی اگر عورت نے کہا مجھے طلاق دے اس نے نہ مانا عورت نے پوچھا دی، اس نے جھڑکنے کے لہجے میں سختی سے کہا دی، طلاق نہ ہوئی ورنہ ہوگئی۔ فتاوٰے امام قاضی خان میں ہے:

امرأۃ قالت لزوجہا طلقنی فابی فقالت دادی قال دادم ان کان فی قولہ دادم ادنی تشقیل لا یقع الطلاق[1]

کسی عورت نے اپنے شوہر سے کہا "مجھے طلاق دے دے" اس نے انکار کیا۔ پھر عورت نے کہا "تم نے دی" اُس نے کہا "میں نے دی"۔ اگر شوہر کے قول میں کچھ گرانباری ہو تو طلاق نہ ہوگی۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

یونہی[ع] شوہر نے گواہوں کے سامنے عورت سے کہا: اللہ تیرا بھلا کرے تُو نے مجھے مہر بخش دیا۔ وہ بولی ہاں میں نے بخشا ہاں میں نے بخشا، گواہوں نے کہا کیا ہم گواہ ہوجائیں کہ تُو نے مہر بخش دیا۔ بولی ہاں گواہ ہوجاؤ ہاں گواہ ہوجاؤ۔ علما فرماتے ہیں اس کے یہ الفاظ اقرار و انکار دونوں کو محتمل ہیں گواہ اس کی

---

ع فتاوٰی نسفی پھر فتاوٰی ذخیرہ پھر فتاوٰی ہندیہ میں دو بار کی قید نہ لگائی اور گواہوں کے جواب میں عورت کا یہ قول بتایا کہ ہزار آدمی گواہ ہوجاؤ۔

**اقول** یہ لفظ معنے طنز کی طرف زیادہ مائل ہے عالمگیری کی عبارت کتاب البینۃ باب ۱۱ میں یہ ہے:

فی فتاوی النسفی رجل قال لامرأتہ بین یدی

فتاوٰی امام نسفی میں ہے کہ ایک شخص نے

(باقی بر صفحہ آئندہ)

---

[1] فتاوٰی قاضی خان کتاب الطلاق مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۲/ ۲۱۲

طرز سے پہچانیں گے کہ تحقیق مقصود ہے یا طنز سے کہہ رہی ہے۔ وجیز امام کردری کتاب النکاح فصل ۱۲ میں ہے،

قال لہا عند الشھود جزاك اللّٰہ تعالٰی خیرا وھبت المھر فقالت[1] آرے بخشیدم مرتین فقال الشھود لہا انشھد علی ھبتك فقالت مرتین[2] آرے گواہ باشید فھذا یحتمل الردّ والاجابۃ والشھود یعرفون ذلك ان قالت علی وجہ التقریر حملت علی الاجابۃ والاعلی الرد[3]۔

بیوی سے گواہوں کے سامنے کہا خدا تجھے جزائے خیر عطا فرمائے تُو نے مجھے مہر بخش دیا، وہ بولی "ہاں میں نے بخش دیا" دو بار کہا۔ اس پر گواہوں نے کہا کیا ہم گواہ ہوجائیں کہ تُو نے بخش دیا۔ وہ دو بار بولی "ہاں گواہ ہوجاؤ"۔ تو اس میں رد وقبول دونوں کا احتمال ہے۔ گواہان اس کی شناخت کرسکیں گے۔ اگر اس نے بطور اثبات کہا تو قبول پر محمول ہوگا ورنہ رد پر محمول ہوگا۔ (ت)

فلہذا اگر قرینہ سابقہ[و] یا حاضرہ یا لاحقہ دلالت کرے کہ یہ سکوت بروجہ منع نہ تھا تو حکم انکار ہی ٹھہرے گا۔ قرینہ سابقہ یہ کہ اُس کی عادت معلوم ہے کہ سوال اگرچہ مانے سکوت کرتا اور کام کردیتا ہے تو جب تک نہ دینا متحقق نہ ہو ایسے کا سکوت دلیل منع نہ ہوگا۔ قرینہ حاضرہ یہ کہ اُس وقت وُہ کسی امر عظیم میں مشغول ہے یا وظیفہ پڑھ

www.alahazratnetwork.org

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

الشھود غفر اللّٰہ لك حیث وھبت لی المھر الذی لك علی فقالت آرے بخشیدم فقال الشھود ھل نشھد علی ھبتك فقالت ہزار تن گواہ باشید فقال یعرف الرد والتصدیق فی انثناء کلامھا فیحمل علی ما تعرف کذا فی الذخیرۃ ۱۲ منہ غفر لہ (م)

گواہوں کے سامنے اپنی عورت سے کہا اللہ تیرا بھلا کرے کیا تُو نے مجھ پر لازم اپنا حق مہر بخش دیا؟ تو عورت نے کہا، ہاں میں نے بخش دیا۔ اس پر گواہوں نے کہا کیا ہم گواہ ہوجائیں کہ تُو نے اپنا حق مہر بخش دیا۔ عورت نے کہا ہزار آدمی گواہ ہوجاؤ۔ فرمایا اس صورت میں عورت کے طرز کلام سے انکار یا تصدیق کی پہچان ہوگی اس کو اس پر محمول کیا جائے گا جو تم غور کے بعد نتیجہ اخذ کرو ذخیرہ میں ایسے ہی ہے ۱۲ منہ غفر لہ (ت)

[1] فتاوٰی بزازیۃ مع الہندیۃ　الثانی عشر فی المہر　مطبع نورانی کتب خانہ پشاور　۴/۱۳۲
[2] 〃　〃　〃　〃　〃　〃　۴/۱۳۲
[3] 〃　〃　〃　〃　〃　〃
[و] فتاوٰی ہندیۃ　کتاب الہبۃ　باب ۱۱　۴/۲۳۳، ۴/۴۰۲

رہا ہے یا پریشان ہے یا کسی بات پر سخت غصہ میں ہے کہ ان حالات کا سکوت دلیل منع نہیں ہوتا۔ قرینۂ لاحقہ یہ کہ اُس وقت کی حالت سے تو کچھ ظاہر نہ ہوا مگر تھوڑی دیر بعد وقت کے اندر وہ پانی لے آیا اگرچہ یہ اتنی دیر میں جلدی کرکے اُس کی نگاہ سے جُدا نماز تیمم سے پڑھ چکا ہو کہ وقت پر دینا صریح اجابت ہے تو منع کہ سکوت سے مفہوم ہوتا تھا صریح کے معارض نہ ہوگا۔ فتاوٰی امام قاضی خان وغیرہا میں ہے: الصریح یفوق الدلالۃ[1] (صریح، دلالت سے بڑھا ہوا ہے۔ ت) اور یہ نہ ٹھہرائیں گے کہ وہ سکوت بغرض منع ہی تھا پھر رائے بدل گئی کہ یہ خلاف اصل ہے، حلیہ میں ہے:

فان قلت من الجائز تبدل حال المسئول قلت الاصل عدم التبدل فیجری علیہ مالم یتم الدلیل علی خلافہ و لم یوجد[2]۔

اگر یہ کہا جائے کہ ہو سکتا ہے جس سے سوال ہوا اس کی حالت بدل گئی ہو۔ میں کہوں گا۔ اصل عدم تبدل ہے تو وہ امر اسی پر جاری ہوگا جس کے خلاف پر دلیل تام نہ ہُوئی اور نہ پائی گئی۔ (ت)

**اقول** تفصیل مقام بتوفیق العلام یہ ہے کہ سکوت کے بعد یا تو وہ اصلاً نہ دے گا یا اس نماز کا وقت نکل جانے کے بعد دے گا یا وقت میں دے گا مگر بعد اس کے کہ یہ تیمم سے پڑھ چکا یُوں کہ اسے تیمم کرتے اُس سے نماز پڑھتے دیکھا اور اُس وقت پانی نہ دیا یا اُسے مطلع نہ ہوکر دیا یا عین نماز میں دے گا یا نماز سے قبل۔ یہ چھ صورتیں ہیں ان میں پہلی کا حکم تو ظاہر ہے کہ دلالت منع کا کوئی معارض نہ پایا گیا بلکہ اُس کا ثبوت ہوگیا تو نماز و تیمم دونوں صحیح رہے اور اخیر دو بھی قابلِ بحث نہیں کہ جب ختم نماز سے پہلے پانی مل گیا آپ ہی وضو کرکے پڑھنے کا حکم ہے اور چہارم کا حکم ابھی گزرا کہ اجابت ہے باقی دو صورتیں رہیں دوم وسوم ان میں ظاہر یہی ہے کہ منع پر سکوت کی دلالت مستقر ہوگئی کوئی قرینہ اس کے معارض ہونا درکنار اُس کا مؤید پایا گیا نماز صحیح ہوئی اعادہ نہ ہوگا دوم میں یُوں کہ حاجت ہر وقت متجدد ہوتی ہے جب اس حاجت کا وقت گزار دیا اور مانگے نہ دیا معلوم ہوا کہ اس وقت دینا منظور نہ تھا دوسری حاجت کے وقت دینا نہ اس سوال کی اجابت کرے نہ اس کے وقت قدرت کا اثبات۔ اس وقت عجز ظاہر تھا اور وقتِ حاجت سوال پر سکوت نے ظن منع دیا تھا اس کی حاجت اس کا سوال اس کا ظن سب وقت حاضر کی نسبت تھے دوسرے وقت دینے نے اس ظن کو غلط نہ کیا بلکہ ثابت و محقق کردیا اور یہاں لاعبرۃ بالظن البین خطؤہ (اس گمان کا اعتبار نہیں جس کی خطا واضح ہو۔ ت)

---

[1] درمختار کتاب الہبۃ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۲/۱۵۹

[2] حلیہ

صادق نہ آیا ورنہ چاہیے کہ وہ مہینہ بھر بعد دے تو اس کی یہ ڈیڑھ سو نمازیں سب باطل ہوجائیں کہ بعد وقت جیسا ایک وقت ویسے ہی ہزار یہ حرج ہے اور دفع حرج لازم اور اس کی طرف سے تقصیر نہیں کہ اس کے قابو میں سوال ہی تھا یہ اسے بجا لاچکا محیط و بحر سے ابھی گزرا جازت صلاتہ لانہ فعل ما علیہ[1] (اس کی نماز ہوگئی اس لیے کہ اس کے ذمہ جو تھا وہ بجا لایا۔ ت) حلیہ سے گزرا :

فعل ما فی وسعہ قبل الفعل فیقع جائزا دفعا للحرج فلا ینقلب غیر جائز[2]

اس کے بس میں جو تھا فعل سے قبل بجا لایا تو دفع حرج کے پیشِ نظر اس کا عمل جائز ہی ادا ہوا تو اب ناجائز میں تبدیل نہ ہوگا۔ (ت)

اور سوم میں یوں کہ اس دینے سے بھی قدرت مقتصرہ ثابت ہوگی یعنی وقت عطا سے نہ مستندہ یعنی سابق سے کہ مانگنے پر اُس کا چپ رہنا اور اسے تیمم کرتے اور نماز تیمم سے شروع کرتے دیکھنا اور اب بھی خاموش رہنا اس کے عجز کو مؤکد کر گیا اب قدرت جدیدہ اُسے نقض نہ کرے گی۔ ولوالجیہ و حلیہ سے گزرا :

انہ اذا ابی تاکد العجز فلا تعتبر القدرۃ بعد ذلک[3]

اس نے جب انکار کردیا تو عجز مؤکد ہوگیا اب اس کے بعد قدرت ہونے کا اعتبار نہیں۔ (ت)

بدستور اس کے قابو میں سوال تھا اُسے یہ بجا لایا اب اس پر الزام نہیں جیسا کہ ابھی محیط و بحر و حلیہ سے گزرا **اگر کہیے** وہ کہ مانگ کر چلا آیا اور جلدی کرکے اُس کی نگاہ سے جُدا مثلاً اپنے خیمہ میں تیمم سے پڑھ لی اُس کے ذمہ بھی سوال ہی تھا جسے بجا لایا اُس پر کیوں الزام ہے۔

**اقول** سوال مطلوب بالذات ومنتہائے مقصد نہیں کہ سوال کرلیا اور عہدہ برآ ہوگئے جواب کچھ بھی ہو بلکہ وہ بغرض استکشاف حال ہے کہ جواب سے منع و اجابت جو ظاہر ہو اُس پر عمل کیا جائے یہاں عطا بروقت سے اجابت ظاہر ہوئی کما تقدم (جیسا کہ گزرا۔ ت) تو مجرد سوال کرلینا اُسے بری الذمہ نہ کریگا۔

الاترى ان الحلیۃ جعلت تاکد العجز عبارۃ اخرى عن ھذا المعنى اعنى فعل ما فی وسعہ کما تقدم فی المسألۃ السابعۃ۔

دیکھیے کہ اس معنی۔ اس کے بس میں جو تھا بجا لایا۔ کی دوسری تعبیر حلیہ نے عجز مؤکد ہونے کو قرار دیا جیسا کہ مسئلہ ہفتم میں گزرا۔ (ت)

---

[1] البحرالرائق شرح کنز الدقائق باب التیمم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۶۲

[2] و [3] حلیۃ

بخلاف صورت دوم وسوم کہ وہاں منع ظاہر ہوا کما تقرر (جیسا کہ گزرا۔ ت) اور بخلاف اُس صورت کے کہ جسے پانی کی خبر ہونا گمان کیا اُس سے پوچھا اُس نے سُنا اور جواب نہ دیا بعد نماز بتایا کہ سوال خبر پر جواب نہ دینا بعینہٖ ترکِ اخبار ہے اور سوال شئے پر سکوت بعینہٖ انکارِ عطا نہیں جس کی وجہ اُوپر گزریں و باللہ التوفیق واللہ تعالٰی اعلم۔

**ثمّ اقول** یہ سب اُس صورت میں تھا کہ اُس نے مانگا اور اُس نے سکوت کیا تھا اور اگر اس نے پانی دیکھا اور اصلاً نہ مانگا اور اُسے بعد خروج وقت اس کی حاجت پر اطلاع ہُوئی اور پانی لایا اس صورت میں بلاشبہہ مظنون ہے کہ اگر یہ مانگتا ضرور دیتا اور تقصیر اس کی طرف سے ہے کہ سوال نہ کیا تو ایک یا جتنی نمازیں پڑھیں سب کا اعادہ چاہئے، نمبر ۵۹ میں محیط سے گزرا:

لم تجز صلاتہ لانہ کان قادرا علی استعمالہ بواسطۃ السؤال فاذا لم یسألہ جاء التقصیر من قبلہ[1]

اس کی نماز نہ ہُوئی اس لیے کہ وہ مانگ کر اس پانی کو استعمال کرسکتا تھا۔ نہ مانگا تو کوتاہی اسی کی جانب سے ہُوئی۔ (ت)

حلیہ سے ابھی گزرا:

فانہ لم یستفرغ الوسع بالاستکشاف[2]

اس لیے کہ اس نے تفتیش کے ذریعہ اپنی پُوری کوشش صرف نہ کی۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

بلکہ اگر وہ اسے دیکھتا رہا کہ تیمم سے پڑھتا ہے اور باوصف اطلاع پانی نہ دیا یا بعد وقت دیا جب بھی یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ مانگنے پر بھی نہ دیتا تو بلا سوال نہ دینا ظنِ منع کی تحقیق نہیں کرتا منع یہ ہے کہ مانگے سے نہ دے اور بارہا ہوتا ہے کہ لوگ بے مانگے خود پرواہ نہیں کرتے اور مانگا جائے تو دے دیں بلکہ یہاں دُوسرے وقت بے طلب دینے سے یہی پہلو رجحان پاتا ہے کہ مانگتا تو ضرور دیتا بخلاف صورت سکوت کہ یہ سوال کرچکا تھا اور اُس نے اُس وقت نہ دیا تو ظاہر ہُوا کہ دینا منظور نہ تھا زیادات وجامع امام کرخی و بدائع وحلیہ میں ہے:

اذا غلب علی ظنہ انہ لا یعطیہ او شك مضی علی صلاتہ فاذا فرغ سألہ فان اعطاہ توضأ واستقبل الصلاۃ لانہ ظھر

جب اسے غلبۂ ظن ہو کر نہ دے گا یا شک کی صورت ہو تو اپنی نماز پر برقرار ہے جب فارغ ہوجائے اس سے مانگے۔ اگر وہ دے دے وضو کرکے

---

[1] محیط

[2] حلیہ

انہ کان قادرا الا ان البذل بعد الفراغ دلیل البذل قبلہ وان ابی فصلاتہ ماضیۃ لان العجز قد تقرر اھ۔[1]

ازسرِنو نماز ادا کرے۔ کیونکہ ظاہر ہوگیا کہ وہ قادر تھا اس لیے کہ نماز سے فارغ ہونے کے بعد دے دینا اس بات کی دلیل ہے کہ اس سے پہلے بھی دے دیتا۔ اور اگر انکار کرے تو اس کی نماز تام ہے اس لیے کہ عاجز ہونا ثابت ہوگیا۔ (ت)

**اقول** تقررہ ان الاصل فی الماء الاباحۃ والحظر عارض کما قالوہ فی الحلیۃ وغیرھا فی دلیل قول الامام اذا وعدہ احد اعطاء الماء یجب الانتظار وان فات الوقت وانما یمنع لحاجۃ او شح وقد ظھر انتفاؤھما ببذلہ الاٰن فظھر انہ لو سئل قبل لبذل لان خصوصیۃ الوقت ملغاۃ بل تاخر الوقت ادل علی البذل قبلہ اذ لو کان محتاجا الیہ قبل لانفقہ اولبقی محتاجا الیہ الاٰن فاذا کان ھذا فی البذل بعد السؤال وقد ارسلوہ ارسالا ولم یقیدوہ بما اذا لم یرہ یصلی متیمما فالبذل بدون سؤال اولٰی کما لایخفی واللہ تعالٰی اعلم۔

**اقول** اس کی تقریر یہ ہے کہ پانی میں اصل اباحت ہے۔ اور منع عارضی چیز ہے۔ جیسا کہ حلیہ وغیرہا نے اسے بیان کیا ہے۔ امام اعظم کے اس قول کے تحت "جب اس سے کوئی پانی دینے کا وعدہ کرے تو انتظار واجب ہے اگرچہ وقت نکل جائے"۔۔۔ پانی سے انکار بخل کی وجہ سے ہوتا ہے یا اس لیے کہ خود اسے ضرورت ہے اور اس وقت دے دینے سے دونوں باتوں کا نہ ہونا ظاہر ہوگیا۔ اس سے یہ ظاہر ہوا کہ اگر پہلے بھی اس سے مانگا جاتا تو وہ دے دیتا۔ اس لیے کہ خصوصیتِ وقت ساقط وبیکار ہے۔ بلکہ وقت کا مؤخر کرنا اس سے پہلے دے دینے پر زیادہ دلالت کرتا ہے اس لیے کہ اگر پہلے اسے خود اس کی ضرورت ہوتی تو خرچ کرلیا ہوتا یا اب بھی اس کا ضرورت مند رہتا۔ جب یہ مانگنے کے بعد دینے کا معاملہ ہے اور علمانے اسے ارسالاً ذکر کیا یہ قید نہ لگائی کہ "جب اسے تیمم سے نماز ادا کرتے دیکھا نہ ہو" تو بغیر مانگے دے دینا تو اس سے بڑھا ہوا ہے جیسا کہ واضح ہے۔۔۔ اور خدائے برتر خوب جاننے والا ہے۔ (ت)

اور یہاں دو صورتیں وعدہ کی ہیں ایک یہ کہ نماز سے پہلے اس کے سوال پر خواہ بطور خود اُس نے پانی دینے کا وعدہ کیا اور بعد خروجِ وقت دیا یا اُس وقت کہ یہ تیمم کرکے پڑھ چکا تھا خواہ اس نے اسے دیکھا یا نہ دیکھا اس میں کوئی صورت محلِ بحث نہیں کہ وعدہ کو ہمارے علمانے خود ہی موجب قدرت جانا ہے وقت میں اُسے تیمم سے

---

[1] بدائع الصنائع فصل فی شرائط رکن التیمم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۴۹

www.alahazratnetwork.org

نماز جائز ہی نہیں خواہ وُہ پانی کبھی دے یا کبھی نہ دے مگر باتباعِ امام زفر کہ اخیر وقت تیمم سے پڑھے گا اُس کے خود اعادہ کا حکم ہے۔

دوسرے یہ کہ بعد نماز وعدہ کیا اور بعد خروج وقت دیا، تنبیہ پنجم میں گزرا کہ اس کا نماز پر کچھ اثر نہ ہونا چاہیے **بالجملہ** نماز کے بعد وقت کے اندر دینے میں مطلقاً[عہ۱] نماز کا اعادہ ہے مگر یہ کہ نماز سے پہلے یا بعد انکار کر کے دیا یا پہلے سکوت کیا اور اسے تیمم کرتے او تیمم سے نماز پڑھتے دیکھا اور اُس وقت بھی ساکت رہا بعد نماز دیا کہ یہ بھی حکماً عطا بعد منع ہے اور عنقریب آتا ہے کہ وُہ مفید نہیں اور بعد خروج وقت دینا مطلقاً[عہ۲] مبطل نماز نہیں مگر اُس حالت میں کہ اُس نے دیکھا اور اصلاً نہ مانگا اور اُس نے بعد وقت دے دیا یہ تمام مباحث اوّل تا آخر سوائے استہلاک کہ دُرِّمختار میں مصرح تھا اس فقیر بارگاہِ رسالت علیہ افضل الصلاۃ والتحیۃ نے تفقہاً ذکر کیں فلیراجع ولیحرر، فان اصبت فمن ربی ولہ الحمد وان اخطأتُ فمنی ومن الشیطان، واللّٰہ ورسولہ عنہ بریئان، جل وعلا وصلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم، واللّٰہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

تو اس کی مراجعت اور تنقیح کرلی جائے۔ اگر میں نے ٹھیک بیان کیا تو میرے رب کی جانب سے ہے اور اگر میں نے خطا کی تو یہ میری طرف سے اور شیطان کے وساوس سے ہے خدائے بزرگ و برتر اور اس کے رسول انور — ان پر خدائے برتر کی طرف سے سلام و رحمت ہو — اس سے بری ہیں — اور خدائے پاک و برتر خوب جاننے والا ہے۔ (ت)

**مسئلہ ۱۰** منع[۱] کے بعد دینا مفید نہیں کما فی الزیادات وصدر الشریعۃ والغنیۃ والبحر یاتی (جیسا کہ زیادات، صدر الشریعۃ، غنیہ اور بحر نے ذکر کیا اور آگے بھی آئے گا۔ ت)

**اقول** اس کی تفصیل یہ ہے کہ اگر اس نے نماز سے پہلے مانگا اور اُس نے انکار کر دیا پھر نماز سے پہلے ہی دے دیا خواہ بطور خود دیا اس کے دوبارہ مانگنے پر خواہ یہ دوبارہ مانگنا تیمم سے پہلے ہو یا بعد ہر حال میں یہ دینا مفید و معتبر ہے کہ اس عطا نے اُس منع کو منسوخ کر دیا اگر تیمم کر چکا ہے ٹوٹ گیا وضو کر کے نماز پڑھے اور اگر نماز سے پہلے انکار کیا اور نماز کے بعد دیا آپ یا اس کے مانگنے پر تو یہ دینا معتبر نہیں کہ اُس کے انکار کے سبب عجز

---

عہ۱ مطلقاً مبطل نماز نہ کہا کہ بصورتِ وعدہ یہ پانی دینا مبطل نماز نہ ہوگا کہ وہ خود ہی باطل تھی ۱۲ منہ غفرلہ (م)

عہ۲ یہ صورتِ وعدہ کو بھی شامل کہ وہ نماز خود ہی باطل تھی نہ کہ یہ پانی مبطل ۱۲ منہ غفرلہ (م)

متحقق اور تیمم جائز اور نماز صحیح ہوچکی اور قاعدہ شرعیہ ہے کہ من سعی فی نقض ما تم من جهته فسعیه مردود علیه (جو ایسے امر کو توڑنے کی کوشش کرے جو اس کی جانب سے مکمل ہوگیا اس کی کوشش اسی پر پلٹ جائے گی۔ ت) جب انکار سابق ہے تو عطائے لاحق قدرت سابقہ کیونکر ثابت کرسکتی ہے ہاں فی الحال قدرت ثابت ہوگی اب دیتے وقت تیمم ٹوٹے گا اور آئندہ کے لیے وضو کرے گا۔ اور اگر نماز سے پہلے انکار کیا اور عین نماز میں کہا لے لے نماز و تیمم دونوں جاتے رہے کہ اگرچہ قدرت سابقہ ثابت نہ ہوئی فی الحال تو ثابت ہوئی اور وسط نماز میں اگرچہ قعدہ اخیرہ کے بعد سلام سے پہلے متیمم کا پانی پر قادر ہونا نماز و تیمم کو باطل کرتا ہے کما تقدم عن الخانیة (جیسا کہ پہلے خانیہ کے حوالے سے گزرا۔ ت)

**مسئلہ ۱۱ اقول** دینے کے بعد منع مفید ہے اور اس کا فائدہ صرف اس قدر ہے کہ تیمم اگر بوجہ عطا ناجائز ہُوا تھا اب جائز ہوجائے اس سے زیادہ وہ عطا کے کسی اثر کو زائل نہیں کرتا مثلاً تیمم کے بعد اُس نے پانی دیا تیمم ٹوٹ گیا اب منع کرنے سے واپس نہ آئے گا یونہی اگر قبل تمام نماز دیا یا بے سبقت منع بعد نماز وقت دیا نماز جاتی رہی اب منع کرنے سے صحیح نہ ہوجائے گی۔ اور اگر اُس عطا سے تیمم خود ہی ممنوع ہوا تھا جب تو یہ منع کچھ بھی مفید نہ ہوگا کہ اس کا فائدہ اباحت تیمم تھا اور وہ پہلے سے حاصل ہے پھر اتنا فائدہ بھی اُس وقت ہے جبکہ پانی ابھی خرچ نہ ہُوا اور دینے والے کی ملک پر باقی ہو اور لینے والا اُس میں تصرف سے ممنوع نہ ہو مثلاً پانی بطور اباحت دیا اگر یہ تیمم پہلے کرچکا تھا جاتا رہا ہنوز وضو پُورا نہ کیا تھا کہ اس نے منع کردیا اب اسے پانی کا استعمال جائز نہ رہا یونہی اگر پانی ہبہ کیا تھا اور ابھی اس کا قبضہ نہ ہوا تھا کہ اس نے منع کردیا کہ ہبہ قبل قبضہ ناتمام تھا اور اس کو منع کا اختیار حاصل اور اس صورت میں بھی تیمم اگر پہلے کرچکا تھا زائل کہ مجرد اباحت آب بلکہ نرا وعدہ ناقض تیمم ہے نہ کہ ہبہ ہاں اگر یہ قبضہ کرچکا تو اب اُس کا منع بیکار ہے کہ اس کی ملک زائل ہوچکی اور بے رضا یا قضا اسے رجوع کا اختیار نہیں بخلاف اس صورت کے کہ پانی اُس کے ہاتھ بیچا اور بائع نے اپنا خیار شرط کیا تھا اور یہ ابھی پانی استعمال نہ کرنے پایا تھا کہ اُس نے بیع فسخ کردی کہ یہاں اُسے اختیار تصرف پہلے ہی سے نہ تھا تیمم سابق باقی رہا کہ بیع میں جب بائع کا خیار شرط ہو مبیع نہ اُس کی ملک سے خارج ہو نہ مشتری کو اُس میں تصرف جائز اگرچہ باذن بائع قبضہ کرچکا ہو۔ ہدایہ میں ارشاد فرمایا:

خیار البائع یمنع خروج المبیع عن ملکه ولا یملك المشتری التصرف فیه وان قبضه باذن البائع[1]

بائع کا خیار اس کی ملک سے مبیع کے نکلنے سے مانع ہے اور اس میں مشتری تصرف کا مالک نہیں اگرچہ بائع کی اجازت سے اس پر قبضہ کرچکا ہو۔ (ت)

---

[1] الہدایہ باب خیار شرط مکتبہ عربیہ کراچی ۳/ ۳۵

اور جب وُہ شرعاً اُس میں تصرف سے ممنوع ہے تو پانی پر قدرت ثابت نہ ہُوئی اور تیمم بحال رہا کما قدمنا فی نمرۃ ۱۴۷ و ۱۶۱ (جیسا کہ نمبر ۱۴۷ و ۱۶۱ میں ہم نے بیان کیا۔ ت) تو اس منع نے کوئی نیا فائدہ نہ دیا۔

فتح القدیر نواقض تیمم میں ہے :

والمراد من القدرۃ اعم من الشرعیۃ و الحسیۃ حتی لو رأی ماء فی حب لاینتقض تیممہ وان تحققت قدرۃ حسیۃ لانہ انما ابیح للشرب[1] اھ

قدرت سے مراد وہ ہے جو شرعی وحسّی دونوں کو عام ہو یہاں تک کہ اگر سبیل کا پانی پایا تو اس کا تیمم نہ ٹوٹے گا اگرچہ حسّی قدرت ثابت ہے اس لیے کہ وُہ پانی صرف پینے کے لیے مباح ہوا ہے اھ۔

**اقول** والمراد ما یجمعھما معاً ای لابد من اجتماع کلا القدرتین کما یستغرق العام الاصولی افرادہ حتی لوکانت احدھما لم تکف وان کان المتبادر من تلک العبارۃ کفایۃ احدھما لان العام یتحقق فی ضمن ای خاص کان۔

**اقول** مراد وُہ ہے جو دونوں قدرتیں جمع کرے یعنی دونوں ہی قدرتوں کا مجتمع ہونا ضروری ہے جیسے عام اصولی اپنے تمام افراد کا احاطہ کرلیتا ہے یہاں تک کہ اگر صرف ایک قدرت ہو تو کافی نہ ہوگی اگرچہ اس عبارت سے متبادر یہ ہوتا ہے کہ ایک بھی کافی ہو اس لیے کہ عام کسی بھی خاص کے ضمن میں متحقق ہوجاتا ہے۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

**فائدہ**[عہ] : پانی پر قدرت ہوتے ہوئے بوجہ ممانعت شرعیہ حکم تیمم کی تین صورتیں اُوپر گزریں سبیل کا پانی کہ پینے کے لیے ہے۔ وہ پانی کہ کسی کو ہبہ کرکے اُس سے بطور امانت لے لیا وہ پانی کہ ملک فاسد سے اُس کا مالک ہُوا وہ دو امام محقق علی الاطلاق نے ذکر فرمائیں اور تیسری محقق زین نے بحر میں۔ یہ چوتھی فقیر نے اضافہ کی کہ وُہ پانی کہ بشرط خیار بائع خریدکر اُس پر باذن بائع قابض ہوا جب تک خیار رہا کہ بیع تام نہ ہوجائے اُس سے وضو وغیرہ کچھ جائز نہیں۔

**اقول** اور انہیں پر حصر نہیں گزشتہ نمبروں میں اس کی بہت صورتیں تھیں مثلاً (۱۱) فاسق کا خوف (۴۴) مال امانت پر خوف (۴۷ و ۴۸) کسی مسلمان یا جانور کی پیاس کا خیال (۵۰) نجاست دھونے

---

عہ مگر اس نے پانی سے عجز کے نمبروں میں اضافہ کیا کہ یہ وہی نمبر ۳۵ ملک غیر ہے۔ (م)

---

[1] فتح القدیر باب التیمم مکتبہ عربیہ کراچی ۱/۱۱۹

کی ضرورت (۵۲) خاص لوگوں کی طہارت پر وقف اور یہ اُن میں نہیں (۵۳) ملک غیر جس میں یہ صورت چہارم بھی داخل (۵۴) نہانا ہے اور ستر نہیں (۵۵) عورت کو وضو کرنا ہے اور ستر نہیں (۶۳) پانی باہر ہے اور عورت کے پاس چادر نہیں (۸۴) سواری سے اتارنے چڑھانے کو محرم نہیں (۸۶) اُترنے سے زخم کا سیلان نماز میں رہے گا (۸۷) پانی سے طہارت کسی مؤکد کو بے بدل فوت کرے گی (۱۰۱) فاسق کے آجانے کا اندیشہ (۱۲۴) کپڑے بھیگ کر بے ستری ہوگی (۱۴۳) پانی مسجد میں ہے اور یہ جنب (۱۶۰ و ۱۶۱) مزاحمت پدر سے احتراز (۱۶۴ تا ۱۶۶) تخنث وانثی ومردمیت کا تیمم اکیس یہ اور تین وہ کہ نمبر (۵۱ و ۱۴۸ و تنبیہ بعد نمبر ۱۶۱) میں گزریں چوبیس[۲۴] ہوئیں اور پچیسویں[۲۵] یہ صورت کہ جنب نہایا اور بدن کا کچھ حصّہ دھونے سے رہ گیا پانی ختم ہوگیا تیمم کیا پھر حدث ہُوا اس کے لیے تیمم کیا اب اس پر دو واجب ہیں جو حصہ نہانے میں رہ گیا تھا اس کا دھونا اور تیمم جنابت کے بعد حدث ہُوا ہے لہذا اُس کے لیے وضو کرنا اب اس نے پانی پایا جس سے وہ حصّہ دُھل سکتا ہے یا وضو کرے تو وضو ہوسکتا ہے مگر مجموع کے لیے کافی نہیں اسے حکم ہے کہ وہ حصہ دھوئے اور امام ابویوسف کے نزدیک حدث کا تیمم نہ جائیگا کہ پانی اگرچہ اس کے لیے کافی تھا مگر شرعاً یہ اُس سے وضو نہ کرسکتا تھا کہ اُسے اس باقی حصے میں صرف کرنا واجب تھا۔ یہ مسئلہ ہم نے اپنے رسالہ "الطلبۃ البدیعۃ" کے آخر میں مفصل ذکر کیا ہے وہاں دیکھا جائے وقد رجحنا فیھا قول محمد (اس میں ہم نے امام محمد کے قول کو ترجیح دی ہے۔ ت)

www.alahazratnetwork.org

**مسئلہ ۱۲** ضروریہ **اقول** یہاں[۱] دو مسئلے ہیں ایک یہ کہ پانی قریب ہونے کا ظن غالب ہو تو طلب یعنی تلاش واجب ہے بے تلاش تیمم جائز نہیں دوسرا یہ کہ کسی کے پاس پانی معلوم ہوا اور ظن غالب ہے کہ مانگے سے دے دے گا تو طلب یعنی مانگنا واجب ہے بے مانگے تیمم جائز نہیں۔ پہلے مسئلہ کی نسبت شرح تعریف رضوی کے فائدہ پنجم میں ہم تحقیق کر آئے کہ یہ وجوب بمعنی اشتراط ہے یعنی تلاش کرلینا شرط صحت تیمم ہے بے اس کے تیمم ونماز مطلقاً فی الحال باطل اگرچہ بعد کو یہی ظاہر ہو کہ پانی نہ تھا۔

وقد اخذ بہ السادۃ الجلۃ ابو السعود وط وش فی حواشی الکنز والدر علی ما نص علیہ فی المعتمدات ان توصلی بتیمم وثمہ من یسألہ ثم اخبرہ بالماء اعاد والا لا کما فی الدر وقدمنا فی المسألۃ السابعۃ

سیدابوالسعود، سیدطحطاوی اور سیدشامی نے کنز اور درمختار کے حواشی میں اسی کو لیا ہے جیسا کہ معتمد کتابوں میں اس کی تصریح آئی ہے کہ اگر تیمم سے نماز پڑھ لی جب کہ وہاں ایسا کوئی شخص موجود تھا جس سے یہ پانی کے بارے میں پُوچھ سکتا تھا پھر اس نے

---

[۱] درمختار باب التیمم مکتبہ مجتبائی دہلی ۱/ ۴۴

عزوه للمحيط والحلية والزيلعي والبدائع ايضا بان فى البحر عن السراج لو تيمم من غير طلب وكان الطلب واجبا وصلى ثم طلب فلم يجد وجبت عليه الاعادة[1] اھ و مفاده ان تجب الاعادة ھنا وان لم يخبره اھ ھذا لفظ ش ومثله فی ط و فتح الله المعين۔

**اقول** رحمهم الله تعالى ورحمنا بهم اين ھھنا وجوب الطلب وكيف يجب وھو لا يدرى ان الماء قريب ام لا فضلا عن غلبة الظن بالقرب انما الواجب ھھنا السؤال عمن يظن ان عنده علما بحال الماء وفرق بيّن بين المسألتين فان من ظن القرب فقد ظنه قادرا على الماء فيبطل تيممه ما لم يطلب قبل التيمم فيظهر خطؤ ظنه اما من ظن ان عند ھذا علما بحال الماء فھو لا يدرى انه ان سأله يخبره بقرب الماء او بعده فلم يكن للقرب حظ من الظن فلم يوجد معارض لعجزه الظاهر فصح تيممه وتمت صلاته الا ان يظهر القرب فتجب الاعادة لان التفريط جاء من قبله بترك السؤال۔

پانی کی خبر دی تو نماز کا اعادہ کرے ورنہ نہیں جیسا کہ درمختار میں ہے اور مسئلہ ہفتم میں ہم اس پر محیط، حلیہ، زیلعی اور بدائع کا بھی حوالہ دے چکے ہیں ان سادات محشین کا ماخذ یہ ہے کہ بحر میں سراج کے حوالہ سے ہے کہ، اگر بغیر تلاش کیے تیمم کرلیا جبکہ تلاش واجب تھی اور نماز پڑھ لی پھر تلاش کیا مگر پانی نہ ملا تو بھی اس پر اعادہ واجب ہے اھ یہ شامی کے الفاظ ہیں اور اسی کے مثل حاشیۂ طحطاوی اور فتح اللہ المعین میں بھی ہے۔

**اقول** (میں کہتا ہوں) خدا ان حضرات پر رحمت فرمائے اور ان کی برکت سے ہم پر بھی رحمت فرمائے یہاں پر تلاش کہاں واجب ہے اور کیسے واجب ہوگی جب کہ وہ جانتا ہی نہیں کہ پانی قریب ہے یا نہیں، قریب کا غلبۂ ظن ہونا تو دُور کی بات ہے یہاں پر واجب صرف یہ ہے کہ ایسے شخص سے دریافت کرے جس کے بارے میں اس کا یہ گمان ہو کہ وہ پانی کی حالت کچھ جانتا ہوگا ـــــ اور ان دونوں مسئلوں میں کھلا ہوا فرق ہے۔ اس لیے کہ جسے قرب آب کا گمان ہے اسے پانی پر اپنی قدرت کا گمان ہے تو اس کا تیمم باطل ہے جبکہ قبل تیمم تلاش نہ کرلے کہ اس کے گمان کی غلطی ظاہر ہو ـــــ لیکن جسے یہ گمان ہو کہ اس شخص کو پانی سے متعلق کچھ آگاہی ہوگی تو اسے یہ پتا نہیں کہ اگر اس شخص سے دریافت کرے تو وہ پانی کا قریب ہونا بتائے گا یا دُور ہونا بتائے گا تو

www.alahazratnetwork.org

---

[1] البحر الرائق مکتبہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۶۱

[2] ردالمحتار باب التیمم مصطفی البابی، مصر ۱/۱۸۱

قرب کا ظن کسی طرح نہ حاصل ہُوا تو یہ اس کے عجزِ ظاہر کے معارض نہ ہوا اس لیے اس کا تیمم صحیح ہے اور اس کی نماز تام ہے مگر یہ کہ پانی کا قریب ہونا منکشف ہو تو اعادہ لازم ہوگا اس لیے کہ کوتاہی اسی کی جانب سے ہُوئی کہ اس نے دریافت نہ کیا۔(ت)

کلام دُوسرے مسئلہ میں ہے کہ یہاں بھی وجوب اسی معنی اشتراط پر ہے کہ بحالِ ظن عطا اگر بے مانگے تیمم کرلے سرے سے صحیح ہی نہ ہو اور نماز باطل ہو اگرچہ بعد کو نہ دینا ہی ظاہر ہو یا ایسا نہیں عجب یہ ہے کہ یہاں عبارات جانب عینِ افادۂ اشتراط پر آئیں اور جانب حکم صحت تیمم و نماز پر۔ اُدھر کافی و خانیہ و خزانۃ المفتین و نہایہ و حلبی و خزانہ و برجندی[1] کی عبارتیں جن میں تیمم کی نسبت لا یجوز ہے مثلاً لا یجوز التیمم قبل الطلب (قبل طلب تیمم جائز نہیں۔ ت) اگر معنے نفی حل کو محتمل بھی رکھے جائیں تو امام صفار و قدوری[2] و ہدایہ و تبیین و منیہ[3] و غنیہ و ہروی علی الکنز کے نصوص جن میں صراحۃً لا یجزئہ (کفایت نہیں کرسکتا۔ ت) ہے۔ مثلاً صلی بالتیمم قبل الطلب لا یجزئہ (قبل طلب تیمم سے نماز ادا کرلی تو یہ اسے کفایت نہیں کرسکتا۔ ت) قابلِ تاویل نہیں غنیہ نے مسئلہ اولی سے اس کی تشبیہ امام صفار سے نقل کی کہ لا یجزئہ قبل الطلب کما فی عمرانات (قبل طلب یہ اسے کام نہیں دے سکتا جیسے آبادیوں میں۔ ت) انھیں کے قریب ہے مبسوط و شرح وقایہ[4] و جواہر اخلاطی وغیرہا کی عبارتیں جن میں عدم جواز بہ نسبت نماز ہے کہ ان لم یطلب وصلی لم یجز و لفظ الجواھر شرع فی الصلاۃ قبل الطلب لا یجوز[5] (اگر طلب نہ کیا اور نماز ادا کرلی تو جائز نہیں۔ اور جواہر کے الفاظ یہ ہیں: طلب کرنے سے پہلے نماز شروع کردی تو یہ جائز نہیں۔ ت) بحث علامہ ابراہیم حلبی سے گزرا لا تصح الصلاۃ بدونہ[6] (اس کے بغیر نماز درست نہیں۔ ت) حلیہ میں زیرِ مسئلہ جنب وجد الماء فی المسجد[7] (جنابت والا جسے مسجد میں پانی ملا۔ ت) اسی

---

[1] البرجندی فصل فی التیمم مطبع نولکشور بالسرور ۱/۴۸
[2] المختصر للقدوری باب التیمم مکتبہ مجتبائی کانپور ص ۱۲
[3] منیۃ المصلی " مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ لاہور، ص ۵۰
[4] شرح الوقایۃ " مکتبہ رشیدیہ دہلی ۱/۱۰۱
[5] جواہر اخلاطی (قلمی) " التیمم
[6] غنیۃ المستملی باب التیمم سہیل اکیڈمی لاہور ص ۶۹
[7] حلیہ

مسئلۂ سوال از رفیق پر تفریعات میں فرمایا وحیث یجب لا یصح تیممہ الا بعد المنع[1] جہاں مانگنا واجب ہے اس کا تیمم درست نہیں مگر بعد انکار جس پر لازم کہ بے مانگے تیمم ہوگا ہی نہیں تو نماز مطلقاً باطل ہوگی اگرچہ بعد کو ظن عطا کی خطا ظاہر ہو جائے کہ مانگنے سے نہ دیتے۔ ادھر مسئلہ پنجم میں زیادات و جامع کرخی و محیط سرخسی و خلاصہ و وجیز و شرح وقایہ و حلیہ و عالمگیریہ و بحر[عـه۱] اور مسئلہ ہفتم میں حلیہ و صدرالشریعۃ و غنیہ و بحر سے روشن ہوا کہ ہر سے سے بطلان نماز کا حکم صحیح نہیں صحیح و معتمد ظاہر الروایۃ یہی ہے کہ صرف غلبۂ ظنِ عطا سے نہ تیمم باطل ہو نہ نماز اگر ظنِ عطا کی خطا ظاہر ہو دونوں صحیح و تام ہیں۔ کتب حاضرہ میں اس صاف تعارض کی طرف کوئی توجہ مبذول نہ ہوئی۔

وانا **اقول** وباللہ التوفیق (میں اللہ تعالٰی کی توفیق سے کہتا ہوں۔ ت) مخلص وہی ہے کہ ہم نے تاویل روایت نادرۂ امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی میں ذکر کیا بحال ظن غطا حکم ظاہر و حاضر عدم صحت نماز ہے مگر یہ کہ بعد کو مانگے اور نہ دے[عـه۲] اور بحال شک و ظن منع حکم ظاہر و حاضر صحت ہے مگر یہ کہ بعد کو مانگے سے یا آپ دے دے بالجملہ اول میں فساد اور ثانی میں صحت کا حکم موقوف ہے ظہور خلاف نہ ہو تو رہے گا ورنہ بدل جائے گا جیسے[1] صاحب ترتیب کو فائتہ یاد اور وقت میں وسعت ہے اور وقتیہ پڑھ لی اس کے فساد کا حکم دیا جائے گا مگر فساد موقوف اگر قبل قضائے فائتہ چار وقتیہ اور پڑھ لے گا اور سب میں پچھلی کا وقت نکل جائے گا سب صحیح ہو جائیں گی اور اگر اس بیچ میں فائتہ کی قضا کرے گا تو اس سے پہلے ایک سے پانچ تک جتنی وقتیہ پڑھی تھیں سب کی فرضیت باطل ہو کر نفل رہ جائیں گے کما صرح بہ فی محلہ (جیسا کہ اس کے موقع پر اس کی صاف صراحت موجود ہے۔ ت)

رہا فرق کہ پہلے مسئلے میں اس کے ظن کا اعتبار رہا اگرچہ واقع اُس کے خلاف ہو اور یہاں نہیں اس کی کیا وجہ ہے؟

**اقول** قریب پانی شرعاً مقدور ہے تو ظنِ قرب عین ظن قدرت ہے اور ظن ملتحق بیقین تو قدرت معلوم تو تیمم شرعاً معدوم اور معدوم صحیح نہ ہو جائے گا بخلاف ظنِ عطا کہ عجز معلوم اور ظن اس کا ہے کہ اگر مانگوں تو دے دے گا اور قدرت نہ ہوگی مگر بعد عطا تو یہ اس کا ظن نہ ہوا کہ قدرت ہے بلکہ اس کا کہ آئندہ ہو سکتی ہے نظیر ما قدمناہ فی مسألۃ الوعد و وجدنا التصریح بہ فی مسألۃ الرجاء فی الکافی و الکفایۃ (یہ اسی کی نظیر ہے جو مسئلۂ وعدہ میں ہم نے پیش کیا اور جس کی تصریح ہمیں کافی و کفایہ میں مسئلۂ امید کے

---

عـه۱: یہ عبارات قوانین ہیں جن کا حوالہ مسئلۂ ہفتم میں ہے ۱۲ (م)

عـه۲: اس میں منع کی پانچوں صورتیں داخل ہیں صراحۃً ہو یا حکماً ۱۲ منہ غفرلہ (م)

---

[1] حلیۃ المحلی

اندرملی ۔ ت) لہذا یہ ظن مناطِ حکم نہ ہوا مگر جب کہ واقع نہ ظاہر ہو کہ ہنگام فواتِ ذریعۂ علم فقہیات میں ظن معمول بہ ہے، اور ایک توجیہ مع اشارۂ تضعیف افادۂ پنجم صفحہ ۱۹۶ طبع اول میں گزری کہ جب تک علم متیسر ہو ظن پر عمل نہیں۔ فتح القدیر بحثِ استقبال میں ہے:

المصیر الی الدلیل الظنی و ترک القاطع مع امکانه لایجوز۔[1]

دلیل قطعی میسر ہونے کے باوجود اسے چھوڑنا اور دلیل ظنی کو لینا جائز نہیں۔ (ت)

مسئلۂ قُرب وبُعد میں تحصیل علم بے وقت متیسر نہیں لہذا ظن پر مدار رہا اور مسئلۂ عطاو منع میں متیسر لہذا ظن معتبر نہ ہوا مگر جب کہ درکِ حقیقت نہ ہو۔

اشرت الی ضعفه بقولی یمکن ان یوجه **اقول** ووجه ضعفه انه یوجب السؤال عند ظن المنع ایضا فیکون ترجیحا للثالث من اقوال المسألة السادسة وانما الراجح بل الراجع الیه الکل بالتوفیق هو القول الثالث ان لاوجوب الاعند ظن العطاء۔

میں نے "یمکن ان یوجه" (اس کی یہ توجیہ کی جاسکتی ہے) کہہ کر اس کے ضعف کی طرف اشارہ کیا **اقول** اس توجیہ کے ضعف کی وجہ یہ ہے کہ اس سے لازم ہوتا ہے کہ انکار کا ظن غالب ہو جب بھی سوال کرے تو اس سے مسئلہ ششم کے اقوال میں سے دوسرے قول کی ترجیح ہو گی جب کہ راجح بلکہ بعد تطبیق سبھی اقوال کا مرجع و مآل تیسرا قول ہے کہ صرف ظنِ عطا کی صورت میں سوال واجب ہے۔ (ت)

**فان قلت** اذن ما الجواب عما مر من منع العمل بالظن مع تیسر تحصیل العلم **اقول** لاتیسر اذ المریظن العطاء لان السؤال ممن یمنع ذلة شدیدة وھی مظنونة ھنا او محتملة علی سواء وقد نھی[a] الشرع المطھر المؤمن عن عرض نفسه للذل۔

**اگر سوال ہو** کہ پھر یہ جو گزرا کہ تحصیل یقین میسر ہوتے ہُوئے ظن پر عمل جائز نہیں، اس کا کیا جواب ہے؟ **اقول** ظن عطا نہ ہونے کی صورت میں تحصیل یقین میسر و آسان نہیں اس لیے کہ ایسے شخص سے مانگنا جو نہ دے سخت ذلت ہے اور یہاں اس کا یا تو ظن غالب ہے یا احتمالِ مساوی۔ اور شرع مطہر نے مومن کو اس سے روکا ہے کہ وہ اپنی ذات کو معرضِ ذلت میں لائے۔ (ت)

---

[a] کما تقدم فی المسألة السادسة ۱۲ منه غفرله (م) (جیسا کہ مسئلہ ششم میں گزرا۔ ۱۲ منہ غفرلہ۔ ت)

[1] فتح القدیر باب شروط الصلوٰۃ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۲۳۵

www.alahazratnetwork.org

**فان قلت** اذن يجب ادارة الامر على ظنه فى ظن المنع لتعسر تحصيل العلم فتصح صلاته وان اعطى بعد فيترجح ما فهمه المحقق من تفريعاتهم فى الخلاصة وغيرها مما مرفى المسألة الخامسة **اقول** قد كان الاصل ايجاب السؤال لتيسره فى نفسه وانما رفع عنه لعارض فاذا ظهرت الحقيقة عملت عملها وزال ماكان لعارض وهو اقامة الظن مقامها كما تقدم عن صدر الشريعة وهذا ما وعدناه من ان للكلام تتمة ۔ هذا كله ماظهر لقلبى ۔ والعلم بالحق عند ربى ۔ ان ربى بكل شئ عليم ۔ وصلى الله تعالى على الحبيب الكريم ۔ واٰله وصحبه اولى التكريم ۔ والحمد لله رب العٰلمين ۔

**اب اگر یہ سوال ہو** کہ پھر تو ظنِ منع کی صورت میں مدارِ کار اس کے گمان پر رکھنا ضروری ہوگا کیونکہ تحصیلِ یقین دشوار ہے تو اگر وہ بعد میں دے دے جب بھی اس کی نماز صحیح رہے گی تو راجح وہی ہوگا جو خلاصہ وغیرہا کی تفریعات مشائخ سے محقق علی الاطلاق نے سمجھا جس کا ذکر مسئلہ پنجم میں گزرا **اقول** (جواباً میں کہوں گا) اصل تو یہی تھی کہ مانگنا واجب کیا جائے کیونکہ فی نفسہٖ یہ میسر و آسان ہے اور عارض کی وجہ سے یہ حکم اس سے اٹھالیا گیا پھر جب حقیقت ظاہر ہوجائے تو وہ اپنا کام کرے گی اور ظن کو حقیقت کے قائم مقام رکھنے کا جو حکم عارض کی وجہ سے تھا وہ بھی ختم ہوجائے گا، جیسا کہ صدر الشریعۃ کے حوالے سے بیان ہوا۔ یہی وہ ہے جس کا ہم نے وہاں (افادہ پنجم صفحہ ۶۶۲ طبع اول میں) وعدہ کیا تھا کہ اس کلام کا کچھ تکملہ بھی ہے۔ یہ سب وہ ہے جو قلبِ فقیر پر ظاہر ہوا اور حق کا علم میرے رب کے یہاں ہے۔ بلاشبہہ میرے رب کو ہر چیز کا علم ہے خدائے برتر اپنے حبیب کریم اور ان کی مکرم آل واصحاب پر درود نازل فرمائے۔ اور سب خوبیاں سارے جہانوں کے مالک خدا ہی کے لیے ہیں۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

یہ ہیں وہ مسائل جن کا یہاں لانا منظور تھا۔

**ذکرِ قوانین:** یہ مسائل بفضلہٖ تعالٰی ایسی وجہ پر بیان ہوئے کہ فہیم ذی علم ان سے خود وضعِ قانون بھی کرسکتا ہے اور قوانینِ موضوعہ کی جانچ بھی، اور یہ کہ خلافیات میں وہ کس کس قول پر مبنی ہیں اور اقوال منقولہ پر کیا ہونا چاہیے۔ یہ معیار پیشِ نظر رکھ کر قوانینِ علما مطالعہ ہوں:

## الاول القانون الصدرى

الامام صدر الشريعة نقل اولا عن المبسوط ان لم يطلب وصلى لم يجز لان

## اول — قانون امام صدر الشریعۃ:

امام صدر الشریعۃ نے پہلے مبسوط سے یہ عبارت نقل کی: اگر اس نے طلب نہ کیا اور نماز ادا کرلی

الماء مبذول عادة وعن موضع اٰخر منه
عليه ان يسأل الا على قول حسن بن زياد
فان السؤال ذل ونقول ماء الطهارة
مبذول عادة۔

ثم عن الزيادات ما تقدم في المسألة
الثالثة من انه يقطع الصلاة ان
ظن العطاء والا لا وادرج فيه ما مر في
المقام الثاني من وجوب السؤال في الشك
ايضا اذا رأى خارج الصلاة لان العجز
مشكوك۔

قال ثم قال في الزيادات فاذا فرغ
من صلاته فسأله فاعطاه او اعطى بثمن
المثل وهو قادر عليه استأنف الصلاة و
اذا ابى تمت صلاته وكذا اذا ابى ثم اعطى
لكن ينتقض تيممه الاٰن۔

ثم قال رحمه الله تعالٰى اقول ان
اردت ان تستوعب الاقسام كلها فاعلم
انه اذا رأى الماء خارج الصلاة وصلى
ولم يسأل بعد الصلاة ليظهر العجز
والقدرة فعلى ما ذكر في المبسوط سواء
غلب على ظنه الاعطاء او عدمه او شك
فيهما وهي مسألة المتن۔

واذا رأى في الصلاة ولم

تو جائز نہیں اس لیے کہ پانی عادۃً دے دیا جاتا ہے"۔
اور مبسوط ہی کے دوسرے مقام سے یہ عبارت بھی:
"اس پر یہ ہے کہ مانگے مگر حسن بن زیاد کے قول پر یہ
نہیں اس لیے کہ مانگنے میں ذلت ہے۔ اور ہم یہ
کہتے ہیں کہ طہارت کا پانی عادۃً دے دیا جاتا ہے"۔

پھر زیادات سے وہ کلام نقل کیا جو مسئلہ
سوم میں گزرا کہ "اگر دینے کا گمان ہو تو نماز توڑ دے
ورنہ نہیں"۔ اور اسی میں وہ بات بھی اپنی طرف سے
درج کر دی جو مقام دوم میں گزری کہ "شک کی صورت
میں بھی مانگنا ضروری ہے جب کہ نماز کے باہر دیکھا
ہو اس لیے کہ عجز مشکوک ہے"۔

تحریر فرمایا کہ پھر زیادات میں یہ لکھا ہے:
"پھر جب نماز سے فارغ ہو کر اس سے مانگا اس نے
دے دیا یا ثمن مثل پر دیا اور یہ ثمن مثل پر قادر ہے تو
وہ از سر نو نماز پڑھے اور انکار کر دیا تو اس کی نماز پوری
ہو گئی۔ اسی طرح جب انکار کرے پھر (بعد میں)
دے دے لیکن اب اس کا تیمم ٹوٹ جائے گا"۔

پھر صدر الشریعہ رحمہ اللہ تعالٰی نے تحریر فرمایا:
"میں کہتا ہوں اگر ساری قسموں کا احاطہ منظور ہو تو
معلوم ہو کہ جب اس نے بیرونِ نماز پانی دیکھا اور نماز
پڑھ لی، بعد نماز مانگا بھی نہیں کہ عجز یا قدرت کا
انکشاف ہو تو اس کا حکم وہ ہے جو مبسوط میں ذکر ہوا۔
خواہ اسے دینے کا گمان ہو یا نہ دینے کا یا دونوں میں
شک ہو۔ یہ وہ مسئلہ ہے جو متن میں مذکور ہے۔
اور جب اندرونِ نماز دیکھا اور بعد نماز

www.alahazratnetwork.org

---

له شرح الوقاية باب التیمم مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ دہلی ۱/۱۰۱

یسأل بعدها فکذا وان رأی خارج الصلاۃ ولم یسأل وصلی ثم سألہ فان اعطی بطلت صلاتہ وان ابی تمت سواء ظن الاعطاء او المنع او شك فیھما وان رأی فی الصلاۃ فکما ذکر فی الزیادات لکن یبقی صورتان احدھما انہ قطع الصلاۃ فیما اذا ظن المنع او شك فسألہ فان اعطی بطل تیممہ وان ابی فھو باق والاخری انہ اذا اتم الصلاۃ فیما اذا ظن انہ یعطی ثم سأل فان اعطی بطل صلاتہ وان ابی تمت لانہ ظھر ان ظنہ کان خطاء بخلاف مسألۃ التحری[1] الی اٰخر ما تقدم فی الافادۃ الخامسۃ۔

طلب نہ کیا تو بھی یہی حکم ہے ــــ اور اگر بیرونِ نماز دیکھا اور طلب نہ کیا، نماز پڑھ لی پھر مانگا تو اب اگر دے دے اس کی نماز باطل ہوگئی اور انکار کرے تو پُوری ہوگئی خواہ پہلے اسے عطا کا گمان رہا ہو یا منع کا، یا دونوں میں شک رہا ہو ــــ اور اگر اندرونِ نماز دیکھا تو حکم وہی ہے جو زیادات میں بیان ہوا۔ لیکن اس میں دو صورتیں رہ جاتی ہیں: ایک یہ کہ اس نے ظن منع یا شک کی صورت میں نماز توڑ دی پھر اس سے مانگا اب اگر وہ دے دے تو اس کا تیمم باطل ہوگیا اور انکار کر دے تو باقی ہے۔ دُوسری صورت یہ کہ ظنِ عطا کی صورت میں اس نے نماز پُوری کرلی پھر مانگا اب اگر وہ دے دے تو اس کی نماز باطل ہوگئی اور انکار کردے تو پوری ہوگئی کیونکہ ظاہر ہوگیا کہ اس کا گمان غلط تھا بخلاف مسئلہ تحری کے ــــ اس کے بعد آخر تک وہ بیان کیا ہے جو افادۂ پنجم کے تحت گزرا۔

**قولہ** العجز مشکوك) تقدم ما فیہ **قولہ** (فاذا فرغ من صلاتہ) **اقول** لم ینقل عبارۃ الزیادات متسقۃ فان تعین فیھا مرجع فرغ الی من ظن منعا او شك فذاك والا فھو للمصلی مطلقا لاسیما وقد

(۱) عبارت زیادات میں صدر الشریعۃ کے مندرج قول (عجز مشکوک ہے) پر کلام گزر چکا (۲) عبارت زیادات کے یہ الفاظ "پھر جب وہ اپنی نماز سے فارغ ہوجائے" **اقول** صدر الشریعۃ نے زیادات کی عبارت مرتب و مسلسل نہ ذکر کی۔ اس کی عبارت میں اگر "فرغ" (فارغ ہوجائیگی) ضمیر کا مرجع "من ظن منعا او شك" (جو نہ دینے کا گمان کرے

---

[1] شرح الوقایۃ باب التیمم مکتبہ رشیدیہ دہلی ۱/۱۰۲

www.alahazratnetwork.org

وقع بعد قوله وان غلب علی ظنه انه یعطیه فیشمل الصورة الاخری التی ذکرہ رحمه الله تعالٰی انها متروکة۔

یا اسے شک ہو) متعین ہے تب تو کلام ویسے ہی ہے جیسے صدر الشریعۃ نے لکھا ورنہ یہ ضمیر مطلقاً "مصلی" کیلئے ہوگی خصوصاً جبکہ اس کے بعد یہ الفاظ آئے ہیں "اور اگر اسے غالب گمان ہو کہ دے دے گا" ـــــ اس تقدیر پر یہ کلام زیادات اُس صورت دوم کو بھی شامل ہوگا جسے صدر الشریعۃ نے بتایا کہ وہ متروک ہے۔ (ت)

**قوله** وکذا اذا ابی ثم اعطی)

**اقول** الکلام فیما بعد الصلاة لکن البعدیة انما تلزم فی العطاء سواء کان الاباء قبل الصلاة کما اذا سأل قبلها فابی فتیمم فصلی ثم اعطی بسؤاله او بدونه او بعد الصلاة کما اذا علم فیها فاتمها ثم سأله فابی ثم اعطی سؤاله الاٰخر او بغیرہ مضت الصلاة فی الوجهین اما لو کان العطاء قبل تمام الصلٰوة بعد الاباء فانه ینسخ الاباء مطلقا کما قدمنا فی المسألة العاشرة۔

(۳) عبارت زیادات (اسی طرح جب وہ انکار کرے پھر دے دے) **اقول** کلام بعد نماز کے احوال سے متعلق ہے لیکن بعدیت صرف دینے میں لازم ہے۔ انکار خواہ قبل نماز ہو جیسے یہ صورت ہو کہ قبل نماز اس نے مانگا تو اس نے انکار کر دیا اب اس نے تیمم کرکے نماز پڑھ لی پھر اس نے مانگنے پر یا بغیر مانگے دے دیا ـــــ یا بعد نماز ہو جیسے یہ صورت ہو کہ اسے اندرون نماز علم ہُوا تو اس نے نماز پُوری کر لی پھر اس سے مانگا اس نے انکار کر دیا اس کے بعد دوبارہ اس کے مانگنے پر یا بغیر مانگے دے دیا تو دونوں صورتوں میں نماز ہوگئی۔ لیکن اگر بعد انکار دینا نماز پُوری ہونے سے قبل ہوگیا تو یہ دینا انکار سابق کو مطلقاً منسوخ کر دے گا جیسا کہ مسئلہ دہم میں ہم نے بیان کیا۔ (ت)

**قوله** فعلی ماذکر فی المبسوط)

ای لم تجز صلاته لترکه الطلب و جوز اخی چلپی انیکون المراد بما فی المبسوط قول الحسن۔

**اقول** انما یسند الی الکتاب ما اعتمدہ لا ما اوردہ وردہ۔

(۴) صدر الشریعۃ کے الفاظ (تو اس کا حکم وہ ہے جو مبسوط میں ذکر ہوا) ـــــ یعنی اس کی نماز جائز نہ ہوئی کیونکہ اس نے طلب ترک کر دی اخی چلپی نے فرمایا ہے کہ ہو سکتا ہے (ما فی المبسوط ـــــ جو مبسوط میں ہے) سے مراد حسن کا قول ہو۔ **اقول** کتاب کی طرف اسی بات کی نسبت کی جائے گی جس پر اس نے اعتماد کیا نہ وہ جس کو اس نے نقل کرکے اس کی تردید بھی کر دی۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

**قوله** وهی مسألة المتن) اعتاص هذا اللفظ علی اخی چلپی فان فی المبسوط عدم الجواز قبل الطلب وانه باتفاق ائمتنا الثلثة رضی الله تعالٰی عنهم ولفظ المتن قبل طلبه جاز خلافا لهما فهما مختلفات حکما وروایة معا فکیف یقال ان ما فی المبسوط هی مسألة المتن فاوله بقوله معناه ان الخلاف المطلق ثابت فیهما غایة ما فی الباب ان روایة المتن علی خلاف روایة المبسوط فی بیان الاختلاف[1] اھ ولاجل هذا اجوز انیکون المراد به قول الحسن کی یحصل الوفاق بینه وبین حکم المتن **اقول** وکیف یصح لمجرد الاتفاق فی مطلق الاختلاف جعل نقیضین واحدا وانما المعنی ان الصورة المذکورة فی المبسوط هی المذکورة فی المتن وهی الرؤیة خارج الصلاة وان اختلف فیها حکما وروایة۔

(۵) الفاظ صدر الشریعۃ (وهی مسألة المتن ـــ یہ وہ مسئلہ ہے جو متن میں مذکور ہے) یہ لفظ اخی چلپی کے لیے پیچیدہ ثابت ہوا اس طرح کہ مبسوط میں ذکر ہے کہ "قبل طلب نماز جائز نہیں" اور یہ بھی کہ اس پر ہمارے تینوں اصحاب رضی اللہ تعالٰی عنہم کا اتفاق ہے ـــ اور متن میں یہ ہے کہ "قبل طلب نماز جائز ہے" اور "صاحبین کے نزدیک حکم اس کے برخلاف ہے"۔ تو مبسوط اور متن کے درمیان حکم اور روایت دونوں ہی کا اختلاف موجود ہے۔ پھر یہ کیسے کہا جا سکتا ہے کہ "جو مبسوط میں ہے وہی مسئلہ متن ہے۔ اب اخی چلپی نے اس تعبیر کی یوں تاویل فرمائی: "اس کا مطلب ہے کہ اس میں مطلق اختلاف تو یقیناً ثابت ہے۔ زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ بیانِ اختلاف میں متن کی روایت، مبسوط کی روایت کے برخلاف ہے" اھ اسی لیے انہوں نے کہا کہ ہو سکتا ہے کہ "ما ذکر فی المبسوط (مبسوط میں جو مذکور ہے) سے مراد حسن کا قول ہو تاکہ اس میں اور حکمِ متن میں مطابقت ہو جائے۔ **اقول** محض مطلق اختلاف میں اتفاق کی وجہ سے نقیضین کو ایک قرار دینا کیسے صحیح ہو سکتا ہے؟ وھی مسألة المتن (یہی مسئلہ متن ہے) کا معنی یہ ہے کہ جو صورت مبسوط میں مذکور ہے وہی متن میں مذکور ہے ـــ وہ ہے بیرونِ نماز پانی دیکھنا ـــ اگرچہ مبسوط و متن کے درمیان اس بارے میں حکم اور روایت دونوں کا اختلاف ہے۔ (ت)

**قوله** فکذا) ای لم تجز صلاته سواء ظن منحا او منعا

(۶) لفظ صدر الشریعۃ "فکذا" (تو بھی یہی حکم ہے) یعنی اس کی نماز جائز نہیں خواہ دینے

---

[1] ذخیرۃ العقبٰی باب التیمم مکتبہ اسلامیہ لاہور ۱/۱۸۲

www.alahazratnetwork.org

او شك۔

**قولہ** وان رأى فى الصلاۃ) **اقول** ای وسأل بعدھا لیفارق المذکور سابقا ولانہ المذکور فی الزیادات۔

**قولہ** فکما ذکر فی الزیادات

**اقول** ای ان اعطاہ استأنف وان ابی تمت ولم یقل ھھنا فکذا کما قال قبل لان ثمہ ذکرا ولا ما ھو مذکور فی المبسوط فاسندہ الیہ ثم صورۃ اخری یوافقہ فی الحکم فاحالھا علیہ اما ھھنا فذکر اولا مالیس فی الزیادات فاذا اتی علی ما فیھا اسندہ الیھا ولم یفھم الکلام من[عہ] فسرہ بقولہ ای الحکم علی التفصیل المذکور وھو انہ ان غلب علی ظنہ الاعطاء قطع الصلاۃ والا لا[1] اھ فان الکلام فیمن سأل بعد الصلاۃ وما ذا بقی لہ حتی یقال یقطع او یتم۔

کا ظن ہو یا نہ دینے کا یا شک کی صورت ہو۔(ت)

(۷) الفاظ صدر الشریعۃ وان رأی فی الصلاۃ (اور اگر اندرونِ نماز دیکھا) **اقول** یعنی اور بعد نماز طلب کیا تاکہ یہ صورت اس سے جُدا ہو جو پہلے ذکر ہُوئی اور اس لیے بھی کہ زیادات میں یہی مذکور ہے۔(ت)

(۸) الفاظ صدر الشریعۃ (تو حکم وہی ہے جو زیادات میں بیان ہوا) **اقول** یعنی اگر اسے دے دیا تو از سرِ نو نماز پڑھے اور انکار کر دیا تو اس کی نماز پُوری ہوگئی ــــــ یہاں پر "فکذا" (تو بھی یہی حکم ہے) نہ کہا جیسے پہلے کہا۔ وجہ یہ ہے کہ وہاں پر پہلے وُہ ذکر کیا جو مبسوط میں مذکور ہے تو اس کی نسبت اس کی طرف کی۔ پھر ایک اور صورت ذکر کی جو حکم میں اس کے موافق تھی تو اس کے لیے اوپر والے حکم کا حوالہ دے دیا ــــــ لیکن یہاں پر پہلے وُہ ذکر کیا ہے جو زیادات میں نہیں پھر جب اس کے بیان پر آگئے جو زیادات میں ہے تو اسے اس کی طرف منسوب کیا۔ اور بالفاظ ذیل اس کی تفسیر کرنے والے نے سمجھا ہی نہیں "یعنی حکم بر تفصیل مذکور ہے۔ وُہ یہ کہ اگر اسے غالب گمان دینے کا ہو تو نماز توڑ دے ورنہ نہیں" اھ بات یہ ہے کہ کلام اس کے بارے میں ہو رہا ہے جو نماز کے بعد مانگے۔ اور (جب وہ نماز پڑھ چکا ہے تو) اس کے لیے باقی کیا رہا کہ "توڑے" یا "مکمل کرے" بولا جا سکے۔(ت)

---

عہ وھو صاحب عمدۃ الرعایۃ ۱۲ (م)

(یعنی صاحب عمدۃ الرعایۃ ۱۲۔ت) یعنی مولانا عبدالحی فرنگی محلی م ۱۳۰۴ھ۔

---

[1] عمدۃ الرعایۃ حاشیۃ شرح الوقایۃ باب التیمم المکتبۃ الرشیدیہ ۱/۱۰۳

**قولہ** لکن تبقی صورتان) **اقول** الاخری ان فرض ترکھا فی الزیادات فلم تترك فی کلامکم لان من رای فی الصلاۃ وسأل بعدھا یشملھا قطعا والاحالۃ علی الزیادات للحکم لا للتصویر۔

(۹) الفاظ صدر الشریعۃ (لیکن دو صورتیں رہ جاتی ہیں) **اقول** اگر فرض کرلیا جائے کہ دوسری صورت زیادات میں متروک ہے تو آپ کے کلام میں متروک نہیں اس لیے کہ "جس نے اندرونِ نماز دیکھا اور بعد نماز طلب کیا" یہ صورت اس دوسری صورت کو بھی قطعاً شامل ہے۔ رہ گیا زیادات کا حوالہ تو وہ حکم سے متعلق ہے، بیان صورت سے متعلق نہیں۔ (ت)

**قولہ** احدھما) قال اخی چلپی یمکن انفھامھا من قولہ وکذا ابی ثم اعطی لانہ صریح فی ان الاعطاء ناقض والاباء متمم فتامل[1] اھ **اقول** قولہ[2] کذا ای تمت صلاتہ فاین فیہ ان الاعطاء ناقض بل فیہ ان الاعطاء بعد الاباء ھباء نعم لو قال یمکن انفھامھا من قولہ اذا اعطاہ استانف واذا ابی تمت فانہ صریح الخ لاتجہ ولعلہ سبق قلم من التقصیر قول من عہ قال لاذکرلھما فی العبارات السابقۃ صریحا وان کان قول الزیادات وان ابی تمت یدل علی حکمھما باطلاقہ واشارتہ[2] اھ فلو ترك قولہ اذا اعطی استانف لیدل علی حکم الوجہین فی الصورتین۔

(۱۰) لفظ صدر الشریعۃ "احدھما" (ایک صورت یہ کہ الخ) اخی چلپی نے کہا: "یہ صورت ان کے قول" اور اسی طرح جب انکار کرے پھر دے "سے سمجھ میں آسکتی ہے اس لیے کہ وہ اس بارے میں صریح ہے کہ دینا ناقض ہے اور انکار سے نماز تام ہوجاتی ہے فتامل اھ **اقول** ان کا لفظ ہے "کذا" (اس طرح) یعنی اس کی نماز پوری ہوگئی۔ اس میں یہ کہاں ہے کہ دینا ناقض ہے۔ بلکہ اس میں یہ ہے کہ انکار کے بعد دینا ڈھول ہے ــــ ہاں اگر یہ کہتے کہ ان کے قول (جب دے دے تو ازسرِنو ادا کرے اور انکار کردے تو نماز پوری ہوگئی) سے یہ دوسری صورت سمجھ میں آسکتی ہے اس لیے کہ وہ اس بارے میں صریح ہے کہ دینا ناقض ہے اور انکار نماز کو تام کردینے والا ہے" ــــ تو یہ کہنا درست ہوتا۔ شاید یہ سبقت قلم ہے۔ یہ کہنے میں تقصیر ہے کہ "ان دونوں صورتوں کا سابقہ عبارتوں میں صراحۃً کوئی ذکر نہیں اگرچہ

---

عہ وھو صاحب عمدۃ الرعایۃ ۱۲ (م) (قائل صاحب عمدۃ الرعایۃ (مولانا عبدالحی فرنگی محلی) ہیں ۱۲۔ت)

---

۱؎ ذخیرۃ العقبٰی باب التیمم مطبع اسلامیہ لاہور ۱/۱۸۲

۲؎ عمدۃ الرعایۃ حاشیۃ شرح الوقایۃ باب التیمم المکتبۃ الرشیدیہ ۱/۱۰۳

زیادات کے الفاظ (وان ابی تمت ـــ اور اگر انکار کرے تو نماز پوری ہوگئی) اپنے اطلاق اور اشارہ سے ان کے حکم پر دال ہیں" اھ زیادات کے الفاظ (اذا اعطی استانف ـــ جب دے دے تو از سر نو پڑھے) کو بھی کیوں نہ ذکر کیا کہ دونوں صورتوں کی دونوں شکلوں پہ دلالت ظاہر ہو۔ (ت)

**ثم** ان کان فی قول الزیادات مرجع فرغ من صلاتہ المصلی مطلقا لم یصح قولہ لاذکر لھما فی العبارات السابقۃ صریحا وان کان مرجعہ خصوص من ظن منعا او شك لم یصح قولہ باطلاقہ فان المباین لایدخل فی اطلاق مباینہ۔

**پھر** اگر زیادات کی عبارت میں فرغ من صلاتہ (وہ اپنی نماز سے فارغ ہو) کا مرجع مطلقاً مصلی ہے تو یہ کہنا درست نہیں کہ "سابقہ عبارتوں میں صریحاً ان دونوں صورتوں کا کوئی ذکر نہیں" ـــ اور اگر اس کا مرجع خاص من ظن منعا او شك "(وہ جسے انکار کا گمان یا شک ہو) ہے تو "باطلاقہ" (اپنے اطلاق سے) کہنا درست نہیں۔ اس لیے کہ مباین اپنے مباین کے اطلاق میں داخل نہیں ہوتا۔ (ت)

**فان قلت** لعلہ وزع فلمن ظن عطاء واتم الاشارۃ ولمن ظن منعا او شك وقطع الاطلاق۔

**اگر یہ کہو** کہ شاید انہوں نے بطور توزیع و تقسیم ذکر کیا ہو تو جسے عطا کا گمان ہو اور نماز پوری کرلے اس کے لیے لفظ "اشارہ" رکھا اور جسے انکار کا گمان ہو یا شک ہو اور نماز توڑ دے اس کے لیے لفظ "اطلاق" رکھا۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

**اقول** ولا یصح فان القطع یباین الفراغ فاین الدخول فی الاطلاق۔ ھذا **واقول** ضبط کل کلام ھذا الامام فی نصف سطر انہ ان لم یسأل اواعطاہ بطل ما فعل من تیمم وصلاۃ وان ابی تم فالشرط الاول یشمل ما اذا لم یسأل فاعطی اولم یعط وما اذا سأل فاعطی ویبقی للثانی ما اذا سأل فلم یعط ویدل باطلاقہ علی انہ سواء

**اقول** (میں کہوں گا) یہ بھی صحیح نہیں اس لیے کہ نماز توڑنا نماز پڑھ چکنے اور اس سے فارغ ہوجانے کے مباین ہے تو "اطلاق" میں کیسے داخل ہوگا۔ یہ ذہن نشین رہے **اقول** امام صدر الشریعۃ کے پورے کلام کا ضبط نصف سطر میں یہ ہے کہ "اگر وہ سوال نہ کرے یا اسے دے دے تو جو تیمم اور نماز اس نے ادا کیا وہ باطل ہوگیا اور اگر انکار کرے تو تام ہوا" تو پہلی شرط اس صورت کو شامل ہے جب اس نے مانگا نہیں اور اس نے دے دیا یا نہ دیا اور اس صورت کو بھی جب اس کے

في كل ذلك ظن منحا او منعا او شك و رأه خارج الصلاة او فيها فقطع او اتم وان اردنا زيادة ما قدم عن الزيادات زدنا في الشرط الاخرى ولو اعطاه بعد الصلاة فيبقى العطاء في الاولى مقيدا بما اذا لم يكن بعد الصلاة عقيب اباء ويبقى للثانية شقان سأل فلم يعط او اعطى بعد الصلاة مسبوقا باباء ثم زدنا بعده سواء ظن منحا او منعا او شك غيرانه ان ظن العطاء قطع الصلاة والالا۔

مانگنے پر اس نے دیا ـــ اور دوسری شرط کے تحت وہ صورت رہے گی جب اس کے مانگنے پر اس نے نہ دیا۔ اور کلام اپنے اطلاق سے یہ بھی بتائے گا کہ ان باتوں میں یہ سب صورتیں یکساں ہیں اسے دینے کا گمان رہا ہو یا نہ دینے کا یا شک رہا ہو اور اس نے بیرونِ نماز دیکھا ہو یا اندرونِ نماز دیکھ کر نماز توڑ دی ہو یا پُوری کی ہو۔ اور انہوں نے زیادات کے حوالہ سے جو پہلے بیان کیا اگر ہم اس کا بھی اضافہ کرنا چاہیں تو دوسرے جملۂ شرطیہ میں یہ الفاظ بڑھا دیں "اگرچہ بعد نماز اسے دے دیا ہو" ـــ تو پہلے جملۂ شرطیہ میں دینا اس سے مقید رہے گا کہ انکار کرکے بعد نماز دینا نہ ہو ـــ اور دوسرے جملہ کے تحت دو شقیں رہ جائیں گی (۱) مانگنے پر دیا نہیں (۲) یا انکار کرکے بعد نماز دیا ـــ پھر اس کے بعد ہم یہ بڑھا دیں "خواہ اسے دینے کا گمان رہا ہو یا انکار کا، یا شک رہا ہو مگر یہ ہے کہ اگر دینے کا گمان ہو تو نماز توڑ دے ورنہ نہیں"۔ (ت)

**اقول** ولا يخرج منه ما اذا سأل فلم يعط ولم يأب بل سكت وذلك لما قدمنا ان اعطاه بعد السكوت قبل ان يراه يصلي بالتيمم لم يكن السكوت اباء فدخل في الاول اعني اعطاه وان كان هذا بعد الصلاة فلم يتقدمه اباء وكان الحكم للعطاء دون السكوت والا كان اباء فدخل في الثاني وكان الحكم للسكوت من جهة انه

**اقول** اس سے وہ صورت خارج نہ ہوگی جب مانگنے پر اس نے نہ دیا نہ انکار کیا بلکہ خاموش رہا ـــ یہ اس لیے کہ ہم بتا چکے کہ اگر خاموش رہنے کے بعد اسے تیمم سے نماز پڑھتے ہوئے دیکھنے سے قبل دے دیا تو یہ خاموشی انکار نہیں تو یہ اول یعنی "اعطاہ" (اسے دے دیا) میں داخل ہے اور اگر یہ بعد نماز ہے تو اس دینے سے پہلے انکار نہ پایا گیا اور اس صورت میں حکم عطا کا ہے سکوت کا نہیں۔ ورنہ (اگر بعد سکوت تیمم سے اسے نماز پڑھتے ہوئے دیکھنے سے پہلے دینا نہ ہوا) وہ سکوت انکار ہوکر شرط ثانی میں داخل ہوگا۔ اور اس صورت میں حکم

دلیل المنع۔

لکن **اولا** بقی ما اذا سأل فلا اعطی ولا ابی بل وعد ثم اخلف فان کان ھذا الوعد قبل الصلاۃ او فیھا بطل تیممہ قطعا وان لم یعطہ ولم یدخل فی قولہ ان لم یسأل او اعطاہ لانہ سأل ولم یعط وکذلک ان وقع بعدھا واختیر بطلانھا مطلقا وان قلنا کما ھو الظاھر واللہ تعالٰی اعلم ان الصلاۃ ماضیۃ ان ظھر خلفہ فھذہ صورۃ تمام الصلاۃ ولم تدخل فی قولہ ان ابی لان من وعد لایقال انہ منع وابی الا ان یدعی ان الوعد عطاء فتدخل فی الاول ولکن یحتاج الی دلیل واین الدلیل بل الدلیل علی خلافہ کما بینا۔

سکوت کا ہے اس وجہ سے کہ وہ دلیل انکار ہے۔

لیکن **اولا** وہ صورت رہ گئی جب اس نے مانگا تو اس نے نہ دیا نہ انکار کیا بلکہ وعدہ کیا پھر اس کے خلاف کیا — تو اگر یہ وعدہ نماز سے پہلے یا نماز کے دوران ہوا ہو تو اس کا تیمم قطعاً باطل ہوگیا اگرچہ اسے نہ دیا اور یہ "ان لم یسأل او اعطاہ" (اگر اس نے نہ مانگا یا اس نے دے دیا) کے تحت داخل نہ ہوا۔ اس لیے کہ اس نے مانگا اور اس نے نہ دیا — اسی طرح اگر یہ وعدہ بعد نماز ہوا۔ اس میں مطلقاً بطلان نماز اختیار کیا گیا ہے اگرچہ ہم نے جیسا کہ ظاہر ہے — اور خدائے برتر خوب جاننے والا ہے — یہ کہا کہ نماز ہوگئی اگر وعدہ خلافی ظاہر ہوئی کہ یہ نماز تمام ہونے کی صورت ہے اور "ان ابی" (اگر انکار کیا) کے تحت داخل نہیں اس لیے کہ جس نے وعدہ کیا اس کے بارے میں یہ نہ کہا جائے گا کہ اس نے منع و انکار کیا — لیکن اگر یہ دعوٰی کیا جائے کہ وعدہ عطا ہے تو یہ صورت شرطِ اوّل کے تحت داخل ہے۔ لیکن اس دعوٰی پر دلیل کی ضرورت ہے۔ اور دلیل کہاں؟ بلکہ دلیل تو اس کے خلاف پر موجود ہے جیسا کہ ہم نے بیان کیا۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

**فان قلت** بل نختار ان الوعد المخلف اباء فتدخل فی الثانی ولعل ھذا غیر بعید بالنظر الی مآل الیہ الامر۔

**اگر یہ کہئے** کہ ہم یہ اختیار کرتے ہیں کہ وہ وعدہ جس کے خلاف عمل ہو وہ انکار ہی ہے تو یہ صورت شرطِ ثانی کے تحت داخل ہوگی۔ اور یہ مآل کار کے اعتبار سے کچھ بعید بھی نہ ہوگا۔

**اقول** ان لم یجعل الوعد عطاء لم ینفع وان جعل لم یحتج الیہ وذلک لان الاخلاف انکان اباء مستندا من حین وعد

**اقول** (میں کہوں گا) اگر وعدہ کو عطا نہ قرار دیا جائے تو سودمند نہیں اور اگر عطا قرار دیا جائے تو اس کی ضرورت نہیں۔ وجہ یہ ہے کہ وعدہ خلافی اگر انکار مستند ہے یعنی وقت وعدہ سے۔

وردت المسألة الاولی حیث وعد قبل تمام الصلاة واخلف فقد اثر مع کونه اباء وان کان اباء مقتصرا ای من حین اخلف ولم یکن اعطاء حین وقع وردت ایضا لانه سأل ولم یعط فلم توجد شریطة الابطال فلم بطلت فلا محید الا جعل الوعد عطاء بعینه وهو خلاف المعقول والمدلول والله تعالی اعلم۔

تو پہلا سوال وارد ہوگا کیوں کہ اس نے قبل تمام نماز وعدہ کیا اور خلاف کیا تو یہ انکار ہونے کے باوجود اثر انداز ہوا (جب کہ صورتِ انکار میں نماز تام ہوتی ہے) اور اگر انکار مقتصر ہو یعنی وقت عدم وفا سے اور جب وعدہ ہوا ہے اس وقت دینا نہ ہو تو بھی پہلا سوال وارد ہوگا۔ اس لیے کہ "اس نے مانگا اور اس نے نہ دیا" تو ابطال کی جو شرط تھی (نہ مانگا یا اس نے دے دیا) وہ نہ پائی گئی پھر نماز کیوں باطل ہوئی تو کوئی مفر نہیں سوا اس کے کہ وہ وعدہ کو بعینہٖ عطا قرار دیں اور یہ معقول و مدلول دونوں کے خلاف ہے۔ (ت)

**وثانیا** کون ماء الطهارة مبذولا عادة فی کل مکان بطلانه غنی عن البیان یعرفه البله والصبیان وشان المبسوط یجل عن ارادته فوجب رده الی ما وفق به الائمة الجلة ابوبکر الجصاص وابو زید الدبوسی وابو نصر الصفار علیهم رحمة الغفار ان المراد موضع لا یعز فیه الماء فاذن کلام المبسوط حیث یظن الاعطاء فکیف یقال سواء غلب علی ظنه الاعطاء او عدمه او شك۔

**ثانیا** آبِ طہارت ہر جگہ عادۃً دے دیا جاتا ہے اس کا بطلان بیان سے بے نیاز ہے بے وقوفوں اور بچوں کو بھی معلوم ہے ـــــ اور مبسوط کا مقام ایسا معنی مراد لینے سے بلند ہے تو اس کے کلام کو اسی طرف پھیرنا ضروری ہے جس سے امام ابوبکر جصاص، امام ابوزید دبوسی اور امام ابونصر صفار علیہم الرحمۃ نے تطبیق دی کہ مراد ایسی جگہ ہے جہاں پانی کم یاب نہ ہو اب مبسوط کا کلام یہ ہوگا کہ (ایسی جگہ سوال نہ کیا) جہاں پانی دینے کا گمان ہو۔ پھر یہ کیسے کہا جائیگا کہ (عدم سوال مبطل ہے) خواہ اسے دینے کا ظن ہو یا نہ دینے کا یا شک کی صورت ہو۔

**وثالثا** هل السؤال مطلقا سواء ظن ظنا او شك واجب علیه غیر مشترط لصحة الصلاة ام هو شرطها علی الثانی کیف صح الشروع فیها بلا سؤال وکیف جاز المضی فیها لمن ظن

**ثالثا** کیا ایسا ہے کہ مانگنا خواہ کوئی گمان ہو یا شک ہو مطلقاً اس پر واجب ہے مگر صحتِ نماز کی شرط نہیں یا اس کی شرط بھی ہے۔ بر تقدیرِ ثانی بغیر مانگے اس کا نماز شروع کرنا کیسے صحیح ہوا؟ اور ظنِ منع یا شک والے کے لیے

www.alahazratnetwork.org

منعا او شك بل وكيف قلتم فيمن يظن العطاء يقطعها وانما القطع لما انعقد وما ذا نفع الفرق ههنا بين ظن العطاء وغيره فترك الشرط مبطل مطلقا وكيف امضيتموها اذا سأل بعدها فأب وان كان يظن العطاء فان ما وقع باطلا لفقد شرط من شروط الصحة لاينقلب جائزا بعد كمن ظن قربه ولم يطلب وصلى بالتيمم ثم طلب فلم يجد بطلت ايضا كما تقدم عن السراج الوهاج والجوهرة ۔

اس نماز کی ادائیگی پر برقرار رہنا کیسے جائز ہوا؟ — بلکہ یہ سوال بھی ہے کہ جو عطا کا ظن رکھتا ہو اس کے لیے آپ نے یہ کیوں کہا کہ نماز توڑ دے؟ توڑنا تو اسی کا ہوتا ہے جو بندھ چکا ہو اور جس کا انعقاد ہوگیا ہو — اور یہاں ظن عطا اور اس کے ماسوا میں فرق سے کیا فائدہ؟ شرط کا ترک تو مطلقاً مبطل ہے — اور اس صورت میں آپ نے نماز کو تام قرار دیا جب اس نے بعد نماز طلب کیا اور اس نے انکار کر دیا اگرچہ اسے عطا کا گمان رہا ہو اس پر سوال یہ ہے کہ آپ نے نماز کو تام کیسے قرار دیا، جو عمل کسی شرط صحت کے فقدان کی وجہ سے باطل واقع ہوا وہ بعد میں جائز کی صورت میں تبدیل نہیں ہو سکتا۔ جیسے اس کا حال ہے جسے قرب آب کا ظن تھا اور اس نے پانی تلاش نہ کیا، تیمم سے نماز پڑھ لی پھر تلاش کیا تو نہ پایا جب بھی اس کی نماز باطل ہے جیسا کہ سراج وہاج اور جوہرہ کے حوالہ سے بیان ہوا۔

بل كيف يتأخر عنها سؤال كان شرطالها والشرط لايتأخر عن

بلکہ جو سوال نماز کی شرط تھا وہ نماز سے مؤخر کیسے ہوگا؟ شرط تو مشروط سے مؤخر

---

عہ فان قلت كيف تقول هذا مع تصريحهم بان علم المقتدى بحال الامام من سفر واقامة شرط صحة الاقتداء كما فى الخانية والبحر والدر وغيرها ثم صرحوا بأنه لا يشترط حصوله من الابتداء بل يكفى حصوله بعد الصلاة باخبار الامام مثلا انه

**اگر یہ سوال ہو** کہ آپ یہ کیسے کہہ رہے ہیں کہ فقہا نے صراحت فرمائی ہے کہ مقتدی کو امام کی حالت سفر و اقامت کا علم ہونا "صحت اقتدا کی شرط ہے" جیسا کہ خانیہ، بحر اور درمختار وغیرہا میں ہے۔ پھر یہ بھی صراحت فرمائی ہے کہ شروع ہی سے یہ علم ہونا شرط نہیں بلکہ بعد نماز، یہ علم ہو جانا بھی کافی ہے مثلاً اس طرح کہ امام (بعد نماز) بتا دے کہ وہ

(باقی بر صفحہ آئندہ)

المشروط وعلى الاول لم قلتم بطلت صلاته بترك السؤال بعدها وان ظن منعا او شك فترك المرء بعض ما يجب عليه لا يفسد صلاته ما لم يخل ذلك بشیئ من شروط صحتها۔

**فان قلت** كيف حكمتم ببطلان صلاته اذا ظن العطاء ولم يسأل فما منه الا ترك ما ليس شرطا لصحة الصلاۃ۔

**اقول** بلى شرط صحة الصلاۃ الطهارۃ وشرط طهارته هذه ظهور

نہیں ہوتی۔ برتقدیر اول آپ نے یہ کیوں فرمایا کہ بعد نماز ترک سوال سے اس کی نماز باطل ہوگئی اگرچہ اسے انکار کا گمان ہو یا شک کی صورت ہو۔ ترک واجب سے نماز فاسد نہیں ہوجاتی جب کہ یہ صحت نماز کی کسی شرط میں خلل انداز نہ ہو۔

**اگر یہ سوال ہو** کہ جب اسے عطا کا ظن ہو اور نہ مانگے تو آپ نے اس کی نماز باطل ہونے کا کیسے حکم کردیا جبکہ اس نے ایک ایسا ہی کام ترک کیا جو صحت نماز کی شرط نہیں۔

**اقول** (میں کہوں گا) کیوں نہیں نماز صحیح ہونے کی شرط طہارت ہے اور اس طہارت کی

---

www.alahazratnetwork.org

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

مسافر كما اشير اليه فی المتون وصرح به فی التوشيح والنهاية والسراج والتاتارخانية والبحر والدر وغيرها فقد جوزوا تاخر الشرط عن المشروط **اقول** ليس هكذا بل التحقيق فيه انه شرط الحكم بصحة الاقتداء لا شرط نفسه وهو مراد ما ذكروا من الاشتراط كما افاده فی الفتح واوضحناه فی صلاۃ المسافر من فتاونا وبالله التوفيق ۱۲ منه غفرله (م)

مسافر ہے جیسا کہ متون میں اس صورت کی طرف اشارہ آیا ہے اور توشیح، نہایہ، سراج، تاتارخانیہ، بحر اور درمختار وغیرہا میں اس کی صراحت آئی ہے تو ان حضرات نے مشروط سے شرط کا مؤخر ہونا جائز رکھا **اقول** (میں جواباً کہوں گا) معاملہ اس طرح نہیں بلکہ اس بارے میں تحقیق یہ ہے کہ وہ علم صحت اقتدا کے حکم کے لیے شرط ہے خود صحت اقتدا کی شرط نہیں۔ علما نے جو شرط ہونا ذکر کیا اس سے یہی مراد ہے جیسا کہ فتح القدیر سے یہ مستفاد ہے اور ہم نے اپنے فتاوٰی کے اندر نمازِ مسافر کے بیان میں اسے واضح کیا ہے اور خدا ہی سے توفیق ہے ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

العجز وظهور العجز بزوال ظن عطاء لم یظهر خلافه فاذا ظن العطاء حکم بفساد صلاته موقوفا الی ان یظهر خلافه فتصح اولا فتفسد باتا کما بینت اٰخر المسائل فاذا لم یسأل لم یظهر فبت فسادها لا لاشتراط السؤال بل لفقدان ظهور العجز بخلاف ما اذا ظن المنع فانه لم یوجد معارض لظهور العجز وهو ظاهر وکذا اذا شك لکونه احتمالا عن دلیل فلا یعارض الظاهر کما حققت اٰخر المسألة السادسة وللّٰه الحمد۔

شرط یہ ہے کہ اس کا عجز ظاہر ہو۔ اور ظہور عجز ایسے ظن عطا سے ختم ہو جاتا ہے جس کے خلاف ظاہر نہ ہو۔ تو جب اسے عطا کا گمان ہو جائے حکم کیا جائے گا کہ اس کی نماز کا فاسد ہونا موقوف رہے گا یہاں تک کہ اس گمان عطا کے خلاف ظاہر ہو تو نماز صحیح ہو جائے گی یا اس کے خلاف ظاہر نہ ہو تو نماز قطعی طور پر فاسد ہو جائے گی جیسا کہ میں نے آخری مسئلہ میں بیان کیا ــــ جب اس نے سوال نہ کیا اس کے ظن عطا کے خلاف ظاہر نہ ہوا تو فسادِ نماز قطعی ہو گیا اس لیے نہیں کہ سوال شرط ہے بلکہ اس لیے کہ ظہور عجز مفقود ہے ــــ بخلاف اس صورت کے جب انکار کا ظن ہو اس لیے کہ ظہور عجز کا کوئی معارض نہ پایا گیا ــــ یہ تو واضح ہے ــــ اسی طرح جب شک رہا ہو اس لیے کہ یہ احتمال بلا دلیل ہے تو ظاہر کے معارض نہ ہوگا جیسا کہ میں نے مسئلہ ششم کے آخر میں اس کی تحقیق کی ہے ــــ اور خدا ہی کے لیے حمد ہے۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

**اقول ثم** ههنا عدة اسئلة ترد علی ظاهر کلام الامام فی النظر الظاهر اجبنا ان نوردها و نردها **الاول** جعلتم الشك فی الاعطاء و المنع شکا فی القدرة والعجز فاذن ظن المنع ظن العجز وقد قلتم ان غلبة الظن اقیم مقام حقیقة القدرة والعجز تیسیرا فاذا ظهر خلافه لم یبق قائما مقامهما فقد افدتم انه اذا لم یظهر خلافه یبقی قائما مقامهما فلم قلتم ان من ظن المنع ولم یسأل بعد ولم یعطه

**اقول** اب یہ دیکھئے کہ یہاں امام صدر الشریعۃ کے ظاہر کلام پر بادی النظر میں چند اعتراض وارد ہوتے ہیں جنھیں ہم ذکر کرکے ان کی تردید کر دینا چاہتے ہیں۔ **پہلا اعتراض**: عطاء ومنع میں شک کو آپ نے قدرت وعجز میں شک قرار دیا ہے اس لحاظ سے ظن منع ظن عجز ہوگا جبکہ آپ نے یہ فرمایا ہے کہ غلبۂ ظن کو آسانی کے لیے قدرت وعجز کی حقیقت ولیقین کے قائم مقام رکھا گیا ہے پھر جب اس کے خلاف ظاہر ہو جائے تو وہ حقیقت قدرت وعجز کے قائم مقام نہیں رہ جاتا اس سے یہ مستفاد ہوا کہ جب اس کے خلاف نہ ظاہر ہو تو وہ

صاحبه بطلت صلاته مع ان عنده ظن العجز و لم يظهر خلافه فيكون قائما مقام حقيقة العجز۔

ان دونوں کے قائم مقام رہتا ہے پھر آپ نے یہ کیسے فرمایا کہ جسے انکار کا گمان ہوا اور اس نے ابھی مانگا نہیں اور پانی والے نے اسے دیا بھی نہیں تو اس کی نماز باطل ہوگئی باوجودیکہ اسے عجز کا گمان ہے اور اس کے خلاف ظاہر بھی نہ ہوا تو وہ حقیقت عجز کے قائم مقام رہے گا۔

**الثانی** رأی الماء وهو يصلی وظن المنع فاتم كما امرتم فلما فرغ وجد صاحبه قد ذهب ولا يدری مكانه فمتی توجبون عليه السؤال افی صلاته فيجب القطع و قد نهيتموه ام بعدها وقد ذهب و غاب فايجاب السؤال ايجاب المحال فوجب القول بادارة الحكم على ظنه۔

**دُوسرا اعتراض:** اس نے نماز پڑھتے وقت پانی دیکھا اور اسے انکار کا گمان ہُوا تو جیسا کہ آپ نے حکم دیا ہے اس نے نماز پُوری کرلی جب فارغ ہُوا تو دیکھا کہ پانی والا چلا گیا اب کہاں ہے پتا نہیں۔ تو اب اس کے ذمہ آپ مانگنا کب واجب کرتے ہیں اگر نماز کے دوران ہی واجب کرتے ہیں تو نماز توڑنا واجب ہوگا جبکہ اس سے آپ نے منع فرمایا ہے اور اگر بعد نماز واجب کرتے ہیں تو اب وُہ چلا گیا اور غائب ہوگیا ایسی صورت میں اس سے مانگنے کو واجب کرنا ایک امر محال کو واجب کرنا ہے لامحالہ اس کے ظن ہی پر مدارِ حکم رکھنے کا قائل ہونا پڑے گا۔

**الثالث** اذا اوجبتم السؤال بكل حال؛ وان لم يسأل حكمتم مطلقا بالابطال؛ فلا شك ان ظنه بمعزل عن الحكم عند ترك السؤال؛ واذا سأل ظهرت الحقيقة وانسلّ الظن عن المجال؛ فمتی اقيم مقامها وماله الا الزوال؛

**تیسرا اعتراض:** جب آپ نے ہر حال میں مانگنا واجب کیا اور اگر نہ مانگا تو مطلقاً ابطال کا حکم دیا اب دو ہی صورتیں ہیں سوال یا ترکِ سوال۔ ترکِ سوال کی صورت میں تو صاف ظاہر ہے کہ اس کے ظن کا حکم سے کوئی تعلق نہیں ــــ اور سوال کی صورت میں حقیقت خود ہی منکشف ہوجاتی ہے اور ظن میدان سے نکل جاتا ہے تو ظن کو حقیقت کے قائم مقام کب رکھا گیا جبکہ اسکے حصہ میں زوال کے سوا کچھ بھی نہیں۔

**اقول** والجواب عن الكل فی حرف واحد ان السؤال واجب مهما امکن فاذا تعذر دار الامر علی الظن بہ وقولہ فاذا ظہر خلافہ لیس فی الحکم حتی یؤخذ مفہومہ بل فی تعلیل مسألۃ وکان الواقع فیہا ظہور خلافہ فبنی الامر علیہ واللہ تعالٰی اعلم۔

**اقول** ایک حرف میں سب کا جواب یہ ہے کہ بصورتِ امکان سوال واجب ہے جب یہ متعذر ہو تو حکم کا مدار ظن پر ہے۔ اور صدر الشریعۃ کا قول "فاذا ظہر خلافہ" (توجب اس کے خلاف ظاہر ہوا) حکم کے تحت نہیں کہ اس کا مفہوم لیا جائے بلکہ وہ ایک مسئلہ کی تعلیل کے تحت ہے اور اس میں واقع یہی تھا کہ اس کے خلاف ظاہر ہوا' تو بنائے کار اسی پر رکھی —— اور خدائے برتر خُوب جاننے والا ہے۔ (ت)

## الثانی القانون البحری

## دوم: قانون علامہ صاحب البحر

قال رحمہ اللہ تعالٰی ان المتیمم اذا رأی مع رجل ماء کافیا فلا یخلو اما ان یکون فی الصلاۃ او خارجہا وفی کل منہما اما ان یغلب علی ظنہ الاعطاء او عدمہ اویشک فی کل منہا اما ان سألہ اولا وفی کل منہا اما ان اعطاہ اولا فہی اربعۃ وعشرون فان کان فی الصلاۃ وغلب علی ظنہ الاعطاء قطع وطلب الماء فان اعطاہ توضأ والا فتیممہ باق فلو اتمہا ثم سألہ فان اعطاہ استأنف وان ابی تمت وکذا اذا ابی ثم اعطی وان غلب علی ظنہ عدم الاعطاء اوشک لایقطع صلاتہ فان قطع وسأل فان اعطاہ توضأ والا فتیممہ باق وان اتم ثم سأل فان اعطاہ بطلت وان ابی تمت

www.alahazratnetwork.org

صاحب بحر رحمہ اللہ تعالٰی نے فرمایا: "معلوم ہو کہ تیمم والا جب کسی آدمی کے ساتھ اتنا آب کافی دیکھے تو دو صورتوں سے خالی نہیں یا تو یہ دیکھنا اندرونِ نماز ہوگا یا بیرونِ نماز ہوگا۔ اور ہر ایک میں یا تو دینے یا نہ دینے کا غلبۂ ظن ہوگا یا شک ہوگا۔ اور ان میں سے ہر ایک میں یا تو اس سے طلب کیا ہوگا یا نہ کیا ہوگا —— اور ہر ایک میں یا تو اس نے دیا ہوگا یا نہ دیا ہوگا —— تو یہ چوبیس صورتیں ہوئیں۔ اگر اندرونِ نماز ہو اور دینے کا غلبۂ ظن ہو تو نماز توڑ دے اور پانی طلب کرے۔ اگر دے دے تو وضو کرے ورنہ اس کا تیمم باقی ہے —— اگر نماز پُوری کرلی پھر مانگا تو اگر دے دے از سرِ نو نماز پڑھے اور اگر انکار کردے تو اس کی نماز پُوری ہوگئی۔ اسی طرح جب انکار کردے پھر دے دے۔ اور اگر اسے نہ دینے کا غلبۂ ظن ہو یا شک ہو تو نماز

وان کان خارج الصلاۃ فان لم یسأل وتیمم وصلی جازت الصلاۃ علی ما فی الھدایۃ ولا تجوز علی ما فی المبسوط فان سأل بعدھا فان اعطاہ اعاد والافلا سواء ظن الاعطاء او المنع او شك وان سأل فان اعطاہ توضأ وان منعہ تیمم وصلی فان اعطاہ بعدھا لا اعادۃ علیہ وینتقض تیممہ ولا یتأتی فی ھذا القسم الظن او الشك وھذا حاصل ما فی الزیادات وغیرھا وھذا الضبط من خواص ھذا الکتاب[1] اھ وتبعہ اخوہ وتلمیذہ المدقق فی النھر اثرعنہ ش واقر۔

نہ توڑے۔ اور اگر توڑ دی اور مانگا تو اگر دے دے وضو کرے ورنہ اس کا تیمم باقی ہے ۔۔۔ اور اگر پوری کرلی پھر مانگا تو اگر دے دے نماز باطل ہوگئی اور اگر انکار کرے تو تام ہے ۔۔۔ اور اگر بیرونِ نماز ہو تو اگر نہ مانگا اور تیمم سے نماز ادا کرلی تو کلامِ ہدایہ کے مطابق نماز ہوگئی اور بیانِ مبسوط کے مطابق نہ ہوئی ۔۔۔ اگر بعد نماز مانگا تو اگر وہ دے دے اعادہ کرے ورنہ نہیں خواہ عطا کا گمان رہا ہو یا منع کا یا شک رہا ہو۔ اور اگر مانگا تو دینے کی صورت میں وضو کرے اور انکار کی صورت میں تیمم کرے اور نماز پڑھے۔ اب اگر بعد نماز دے دے تو اس پر اعادہ نہیں، تیمم ٹوٹ جائے گا۔ اس قسم میں ظن یا شک کی صورت ہی نہیں ۔۔۔ یہ سب اس کا حاصل ہے جو زیادات وغیرہا میں ہے۔ اور یہ انداز ضبط اس کتاب کی خصوصیات سے ہے اھ۔ ان کے برادر تلمیذ مدقق نے النہر الفائق میں اسی کی پیروی کی۔ ان سے علامہ شامی نے نقل کیا اور برقرار رکھا۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

**اقول اولا** بل ھی علی ما سلك ست وستون تضمن کلامہ بیان اربع وخمسین وبقیت علیہ اثنتا عشرۃ وذلك لانہ اما ان یراہ فی الصلاۃ او قبلھا وعلی کل یظن العطاء او المنع اویشك فھی ست وفی کل منھا احدی عشرۃ لانہ اما ان یسأل قبل الصلاۃ او بعدھا اولا ولا کیف وقد مر علی ھذا

**اقول۔ اولا** بلکہ یہ ان کی روشِ کلام کے مطابق چھیاسٹھ[66] صورتیں ہیں جن میں سے چوّن[54] صورتوں کا بیان ان کے کلام کے ضمن میں آگیا اور بارہ[12] صورتیں رہ گئیں۔ وہ اس لیے کہ یا تو وہ اندرونِ نماز دیکھے گا یا قبل نماز۔ اور بہر دو صورت یا تو اسے عطا کا ظن ہوگا یا انکار کا، یا شک ہوگا ۔۔۔ یہ چھ[6] صورتیں ہوئیں اور ان میں سے ہر ایک میں گیارہ[11] صورتیں ہیں ۔۔۔ اس لیے کہ وہ یا تو قبل نماز مانگے گا

---

[1] البحر الرائق باب التیمم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۵۴

التقسیم فی قولہ قطع وطلب فلو اتم ثم سأل و فی قولہ قطع و سأل وان اتم ثم سأل و فی قولہ فان سأل بعدھا وان سأل ای قبلھا و قال فان لم یسأل ای اصلا ( واعنی بالسؤال قبل الصلاۃ قبل تمامھا سواء کان قبل شروعھا او بقطعھا اذا رأہ فیھا ) وعلی کل من الاولین یعطی اولا وعلی الثالث یعطی قبل الصلاۃ او فیھا او بعدھا اولا اصلا فھی ثمان وواحدۃ منھا تصیر اربعا و ھی ما اذا سأل قبلھا فابی فانہ اما ان یعید السؤال بعدھا اولا وعلی کل یعطی اولا فصارت احدی عشرۃ فبلغت ستا وستین واما اصور لك احدی الاسداس لتقیس علیھا سائرھا بان تضع ظن المنع مقام ظن العطاء ثم الشك فھی ثلاث وثلثون ثم تضع رأی قبلھا مکان رأی فی الصلاۃ فھی ثلاث وثلثون اخری وھذہ صورتہ۔

یا بعد نماز، یا نہ قبل نماز نہ بعد نماز۔ یہ صورتیں کیسے ہونگی جب کہ ان کی روش بیان درج ذیل عبارتوں میں اسی تقسیم پر جاری ہے (دیکھئے ان کی عبارت خط کشیدہ الفاظ ۱۲ ام ۔ الف) (۱) نماز توڑ دے اور پانی طلب کرے اگر نماز پوری کر لی پھر مانگا (۲) توڑ دی اور مانگا ــــ اور اگر پوری کر لی پھر مانگا (۳) اگر بعد نماز مانگا ــــ اور اگر مانگا ــــ یعنی قبل نماز ــــ اور فرمایا: تو اگر نہ مانگا ــــ یعنی بالکل مانگا ہی نہیں (نہ قبل نماز نہ بعد نماز) ــــ میری عبارت میں جو "قبل نماز" آیا ہے اس سے میری مراد ہے "تکمیل نماز سے" خواہ یوں کہ نماز شروع کرنے سے پہلے ہو یا یوں کہ جب اندرونِ نماز پانی دیکھا نماز توڑ دی ہو (اپنے سلسلۂ کلام میں سے ملا لیجئے ۱۲ ام ۔ الف) اور ان میں کی پہلی دونوں میں سے ہر تقدیر پر یا تو وہ دے گا یا نہ دے گا ــــ اور تیسری تقدیر پر قبل نماز دے گا، یا اندرونِ نماز، یا بعد نماز، یا بالکل نہ دے گا۔ یہ آٹھ صورتیں ہوئیں ــــ اور ان میں سے ایک وہ ہے جس کی چار صورتیں بن جائیں گی۔ یہ قبل نماز مانگنے پر انکار والی صورت ہے کیونکہ اس صورت میں یا تو بعد نماز دوبارہ مانگے گا، یا نہ مانگے گا اور بہر تقدیر یا تو وہ دے گا یا نہ دے گا۔ تو گیارہ صورتیں ہو کر چھیاسٹھ ۶۶ کو پہنچ جائیں گی ــــ اب ان میں سے ایک سدس (گیارہ) کی شکل پیش کی جاتی ہے تاکہ بقیہ کو اسی پر قیاس کیا جا سکے اس طرح کہ ظن عطا کی جگہ ظن منع پھر شک رکھ دیں تو یہ تینتیس ۳۳ صورتیں ہو جائیں گی، پھر "اندرونِ نماز دیکھا" کی جگہ "قبل نماز دیکھا" رکھ دیں تو یہ دوسری تینتیس ۳۳ صورتیں ہو جائیں گی۔ نقشہ یہ ہے:

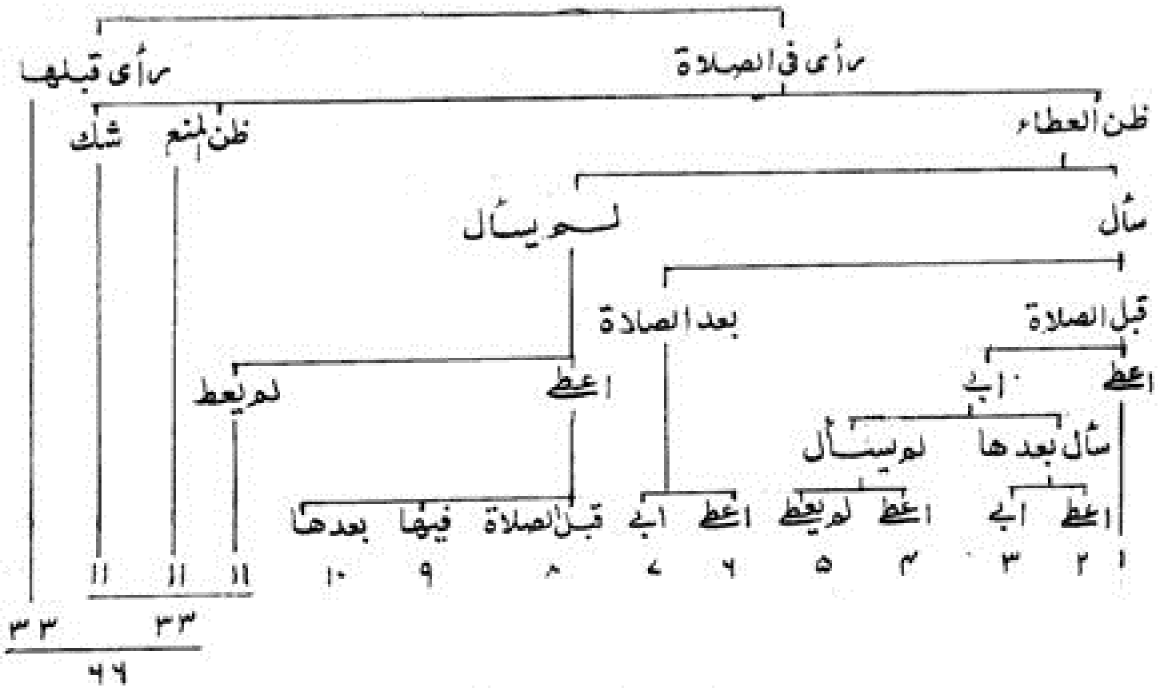


www.alahazratnetwork.org

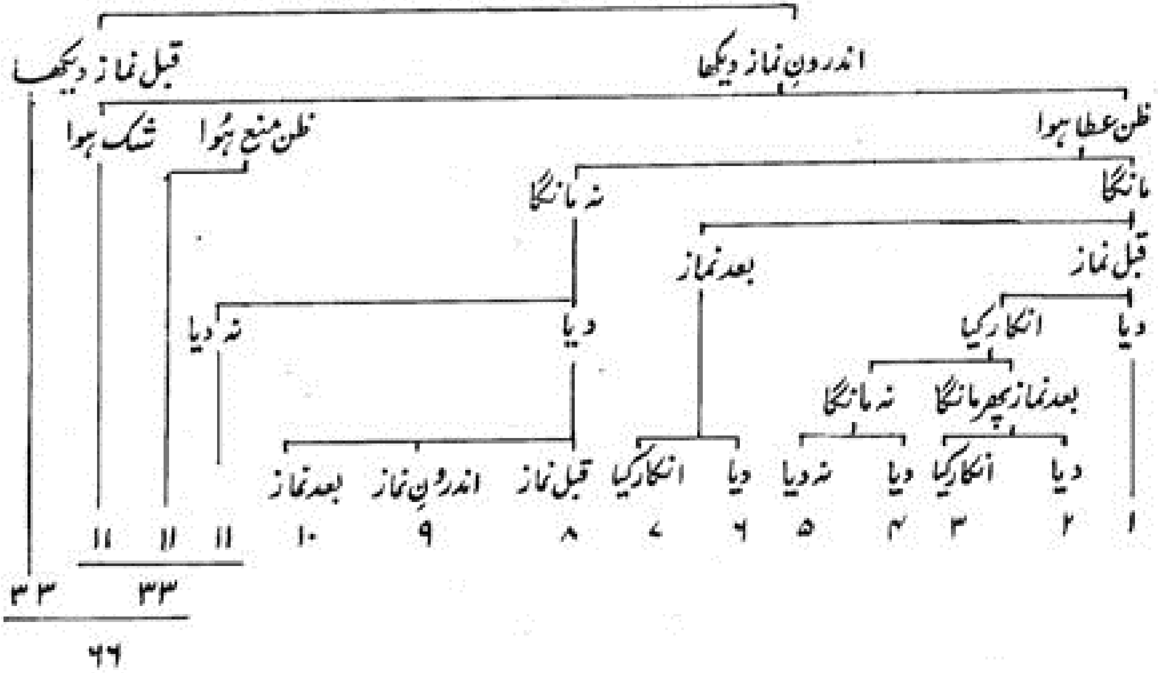

ولم یذکر فیما اذا رأی فی الصلاۃ الا السؤال قبلہا او بعدھا فبقی ان لا یسأل اصلا و صاحبہ یعطیہ قبل الصلاۃ او فیہا او بعدھا اولا فہی اربع علی کل من صور الظنین والشک فکانت اثنتی عشرۃ لم یذکرھا۔

علامہ صاحبِ بحر نے اندرونِ نماز دیکھنے کی تقدیر پر صرف مانگنے کا ذکر کیا ہے قبل نماز ہو یا بعد نماز۔ اور یہ شکل رہ گئی کہ بالکل نہ مانگا اور پانی والے نے اسے قبلِ نماز[۱] یا اندرونِ نماز[۲] یا بعد نماز دے دیا، یا نہ دیا[۳] — تو ظنِ عطا، ظنِ منع اور شک ہر ایک پر یہ چار چار صورتیں ہو کر بارہ[۱۲] ایسی ہوئیں جن کو انہوں نے نہیں ذکر کیا۔ (ت)

**فان قلت** لا فائدۃ فی التشقیق بعد الاباء قبل الصلاۃ بانہ سأل بعدھا اولا وعلی کل اعطی اولا فان الحکم لا یختلف وھو صحۃ صلاتہ لان العطاء بعد الاباء غیر مفید کما مر فی المسألۃ العاشرۃ۔

**اگر یہ سوال ہو** کہ قبل نماز انکار ہو جانے کے بعد یہ شقیں نکالنے میں کوئی فائدہ نہیں کہ بعد نماز اس نے مانگا یا نہ مانگا اور پھر تقدیر اس نے دیا یا نہ دیا۔ اس لیے کہ حکم مختلف نہیں، حکم یہی ہے کہ اس کی نماز صحیح ہے اس لیے کہ انکار کے بعد دینا مفید نہیں جیسا کہ مسئلہ دہم میں گزرا۔ (ت)

**اقول** بلی فائدتہ اعطاء ھذا الحکم الا تری الی قولہ فی الضابطۃ فیما اذا رأی فی الصلاۃ وکذا اذا ابی ثم اعطی و فیما اذا رأی خارجہا فان منعہ واعطاہ بعدھا لا اعادۃ اھ[۱] ولذا اخذہ المحقق الحلبی فی شقوق ضابطتہ کما سیأتی ان شاء اللہ تعالی وان فرض فالکلام علی مسلکہ رحمہ اللہ تعالی وھو لم یعتبر فی الاقسام تمایز الاحکام کما سیأتی وان سلمنا فہی ثمان و اربعون ثمان فی ست کما تری وقد تضمن کلامہ حکم ست وثلثین وترک اثنتی عشرۃ۔

**اقول** کیوں نہیں۔ یہ حکم دینا ہی اس کا فائدہ ہے — ضابطہ میں صاحبِ بحر کا کلام دیکھئے، "اندرونِ نماز دیکھنے کے تحت ہے" اور ایسے ہی جب انکار کر دے پھر دے دے" اور بیرونِ نماز دیکھنے کے تحت ہے" تو اگر (اس وقت) نہ دیا اور بعد نماز دے دیا تو اعادہ نہیں" اھ۔ اسی لیے محقق حلبی نے بھی اسے اپنے ضابطہ کی شقوں میں لیا ہے جیسا کہ ان کا کلام ان شاء اللہ تعالٰی آئے گا۔ اور اگر بے فائدہ ہی فرض کر لیا جائے تو یہاں کلام صاحبِ بحر رحمہ اللہ تعالٰی کے مسلک پر ہے اور انہوں نے قسموں کے اندر احکام کے جُداگانہ ہونے کا اعتبار نہیں کیا ہے جیسا کہ اس کا بیان آرہا ہے اور اگر ہم تسلیم ہی کر لیں تو یہ اڑتالیس[۴۸] صورتیں ہیں چھ میں آٹھ۔ ۸×۶ = ۴۸ — جیسا کہ پیشِ نظر ہے اور ان کا کلام صرف چھتیس[۳۶] صورتوں کے حکم پر مشتمل ہے۔ بارہ صورتیں انہوں نے چھوڑ دیں۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

---

۱؎ البحر الرائق باب التیمم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۱۵۴

**وثانیا** نقل[۱] التوفیق عن الذخیرۃ عن الجصاص وھو التحقیق فان سألہ ماذا کان خارج الصلاۃ ولم یسأل اصلا خلافیۃ غیر مقطوع فیھا بقول مما لا ینبغی۔

**وثالثا** قد مشی[۲] علیہ فیمن رأی فی الصلاۃ یقطع ان ظن العطاء والا لا وما مبناہ الا ذلک التوفیق انہ یجب السؤال ان ظن العطاء والا لا کما قدمنا فقد مشی علی التوفیق ثم جعل الکل خلافیۃ وانما کان الوجہ ان یحیل ھذہ ایضا علی الخلاف او یقطع القول فی تلک ایضا۔

**ورابعا** قولہ[۳] فیما اذا رأی خارجھا فسأل فمنع فتیمم فصلی انہ لا یتأتی فیہ الظن والشک فیہ شک ای شک فان اراد عدم تأتیھما بعد المنع فالمنع لا یختص بھذا القسم وایضا لا تأتی لھما بعد الاعطاء ایضا بل اولی لانہ تم الامر وفی المنع یحتمل ان یحملہ علی حالۃ راھنۃ ویظن بہ عطاء او منعا او یشک فیما بعد ذلک وان اراد مطلقا وھو الظاھر من کلامہ فعدم تأتیھما بعد المنع لا یمنع تأتیھما قبلہ وقد جعل الاقسام

**ثانیا** ذخیرہ کے ذریعہ امام جصاص سے تطبیق نقل کی۔ وہی تحقیق بھی ہے۔ اس کے باوجود بیرونِ نماز رہ کر بالکل نہ مانگنے والی صورت کو کوئی قطعی قول پیش کیے بغیر اختلافی چھوڑ دینا مناسب نہیں۔

**ثالثا** اسی پر اس کے بارے میں چلے ہیں جو اندرونِ نماز دیکھے تو اگر ظنِ عطا ہو نماز توڑ دے ورنہ نہیں۔ اس کی بنیاد وہی تطبیق ہے کہ مانگنا واجب ہے اگر عطا کا گمان ہو ورنہ نہیں جیسا کہ ہم نے بیان کیا تو یہاں تطبیق پر چلے پھر سب کو خلافی بنا دیا۔ مناسب طریقہ یہی تھا کہ یا تو اسے بھی اختلاف کے حوالے کرتے یا اُس میں بھی قطعی قول کرتے۔

**رابعا** یہ صورت کہ "بیرونِ نماز دیکھنے پر مانگا تو اس نے نہ دیا پھر تیمم کرکے نماز پڑھ لی"۔ اس کے بارے میں انھوں نے فرمایا کہ "اس قسم میں ظن یا شک کی صورت نہیں"۔ ــــ یہ کلام بڑے شک و اعتراض کا محل ہے ــــ اگر یہ مراد ہے کہ بعد منع ظن یا شک نہیں ہوتا تو منع اسی قسم کے ساتھ خاص نہیں ــــ اور دینے کے بعد بھی تو ظن و شک کی صورت نہیں بلکہ بدرجۂ اولیٰ نہیں، اس لیے کہ کام پُورا ہوگیا۔ اور منع میں تو یہ احتمال ہے کہ اس منع کو موجودہ حالت پر محمول کرے اور اس کے بعد اس سے دینے یا نہ دینے کا گمان یا شک رکھے۔ اور اگر یہ مراد ہے کہ مطلقاً ظن یا شک نہیں ہوتا ــــ یہی ان کے کلام سے ظاہر بھی ہے۔ تو اس پر یہ کلام ہے کہ بعد منع ظن و شک کی صورت نہ ہونا اس سے مانع نہیں کہ قبل منع ظن یا شک رہا ہو۔ انھوں

www.alahazratnetwork.org

اولا ستایکون فی الصلاۃ او خارجہا وعلی کل یظن عطاء او منعا او یشک ثم فصل کلا منہا الی السؤال وعدمہ والعطاء والاباء فکیف یخرج ھذا من الظن والشک وان خرج کیف تصیر اربعا وعشرین۔

**وخامسا** لا تخالف الرؤیۃ فی الصلاۃ وخارجہا فی شیئ من الاحکام ولا اقسام الرؤیۃ فی الصلاۃ فیما بینہا غیر انہ یقطع ان ظن العطاء والا لا فما کان لید خل فی الشقوق فیطول الامر وکان یجمع جمیع ما قالہ بل مع الزیادۃ واحاطۃ الصور المتروکۃ ان یقول من علم مع غیرہ ماء یکفی لطہرہ قبل الصلاۃ او فیہا فان لم یسأل فعلی الخلاف وان سأل فان اعطی توضأ وان کان تیمم انتقض وان کان صلی بطلت وان منع تیمم اولم ینتقض او مضت ولا عبرۃ بالعطاء بعد الاباء فی الوجہین وسواء فی کل ذلک ظن عطاء او منعا اوشک غیر انہ ان ظن العطاء قطع الصلاۃ والا لا فہذا نحو ثلث سطورہ بید ان الثلث کثیر۔

نے پہلے چھ قسمیں بنائی ہیں ۔ اس طرح کہ وہ اندرونِ نماز ہوگا یا بیرونِ نماز ۔ اور بہر دو تقدیر یا تو اسے ظنِ عطا ہوگا یا ظنِ منع یا شک ہوگا ۔ پھر ان میں سے ہر ایک میں سوال وعدمِ سوال اور عطا و عدمِ عطا کی تفصیل ہے ۔ تو یہ قسم ظن وشک سے خارج کیسے ہوگی اور اگر خارج ہو تو چوبیس صورتیں کیسے بنیں گی؟

**خامسا** اندرونِ نماز و بیرونِ نماز دیکھنے میں اور اندرونِ نماز دیکھنے کی قسموں میں باہم احکام کا کوئی فرق نہیں سوائے اس کے کہ اگر اسے عطا کا ظن ہو نماز توڑ دے ورنہ نہیں ۔ تو ان سب کو شقوں میں داخل کرکے طویل کرنا مناسب نہ تھا ۔ اگر یوں کہتے تو ان کی پوری بات مع اضافے اور متروکہ چھ صورتوں کے احاطے کے سمٹ آتی "جسے کسی کے پاس طہارت کے لیے کفایت کرنے والے پانی کا قبل نماز یا اندرونِ نماز علم ہوا ۔ تو اگر نہ مانگا تو اس صورت میں اختلاف ہے اور اگر مانگا اس نے دے دیا تو وضو کرے اور اگر تیمم تھا تو ٹوٹ گیا اور اگر نماز پڑھ لی تو باطل ہوگئی ۔ اور اگر نہ دیا تو تیمم کرے یا تیمم ٹوٹا ہی نہیں یا نماز بھی ہوگئی ۔ اور دونوں ہی شکلوں میں انکار کے بعد دینے کا کوئی اعتبار نہیں ۔ اور ان سب صورتوں میں خواہ اسے عطا کا گمان ہو یا منع کا، یا شک ہو مگر یہ ہے کہ اگر ظنِ عطا ہو نماز توڑ دے ورنہ نہیں۔ تو یہ ان کی سطروں کے تہائی کے قریب ہے مگر یہ کہ تہائی زیادہ ہے۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

## وسادسا قولہ[1] فی خارج الصلاۃ

ان لم یسأل وتیمم وصلی یرید بہ کما اشرنا الیہ ما اذا لم یسأل قبلها ولا بعدها لانہ سیذکرھما من بعد فھو مشتمل علی اثنی عشر قسما کما علمت یظن منحا او منعا او یشک وعلی کل یعطیہ صاحبہ قبل الصلاۃ او فیھا او بعدھا او لا اصلا ولا خلاف انکان الا فی ثلاث منھا وھی ما اذا لم یعطہ اصلا وھذا ایضا بشرط ان لا یوجد الوعد قبل تمام الصلاۃ و الا لمنع ونقض وابطل ولو اعطی قبل الصلاۃ وجب الوضوء وان کان تیمم انتقض او فیھا وجب الاستئناف بعد التوضی او بعدھا بطلت کل ذلک بالاجماع لان القدرۃ علی الماء تحصل باجماع اصحابنا رضی اللہ تعالٰی عنھم بالاباحۃ فکیف بالعطاء والعطاء عطاء وان لم یکن عن سؤال کما اذا کان عندہ من یسألہ فلم یسأل وصلی فاخبرہ مبتدئا او مجیبا اعاد مطلقا کما تقدم وقد[2] احسن الدر اذ قال لو صلی بتیمم وثمہ من یسألہ ثم اخبرہ بالماء اعاد[1] فلم یقل ثم سألہ فاخبرہ لاجرم ان قال فی الجوھرۃ النیرۃ رأی رجلا معہ ماء فلم یسألہ فصلی ثم اعطاہ بعد فراغہ من غیر سؤال توضأ و

## سادسا بیرونِ نماز والی صورت کے تحت

ان کا قول "اگر نہ مانگا اور تیمم کیا اور نماز پڑھ لی" اس سے جیسا کہ ہم نے اشارہ کیا ان کی مراد یہ ہے کہ "نہ قبل نماز مانگا نہ بعد نماز" —— اس لیے کہ آگے ان دونوں کو ذکر کر رہے ہیں۔ جیسا کہ معلوم ہوا یہ بارہ[12] قسموں پر مشتمل ہے، اسے دینے کا ظن ہوگا یا نہ دینے کا یا شک ہوگا اور بہر تقدیر پانی والا اسے قبل نماز دے گا یا اندرونِ نماز یا بعد نماز، یا بالکل نہ دے گا —— اگر مانا جائے کہ اختلاف ہے تو ان میں سے صرف تین صورتوں میں ہوگا یہ جب کہ بالکل نہ دیا —— اور یہ بھی اس شرط کے ساتھ کہ قبل تکمیل نماز وعدہ نہ پایا جائے ورنہ وہ مانع، ناقض اور مبطل ہوگا (تیمم سے مانع ہوگا اور اگر تیمم ہے تو اسے توڑ دے گا، تیمم سے نماز پڑھ لی تو اسے باطل بھی کر دے گا) اگر قبل نماز دیا تو وضو واجب ہے اور اگر تیمم تھا تو ٹوٹ گیا —— اندرون نماز دیا تو وضو کر کے از سر نو پڑھنا ضروری ہے —— بعد نماز دیا تو سب بالاجماع باطل ہو گیا اس لیے کہ ہمارے اصحاب رضی اللہ عنہم کا اجماع ہے کہ اباحت سے پانی پر قدرت ہو جاتی ہے تو عطا سے کیوں نہ ہوگی اور عطا، عطا ہی ہے اگرچہ بغیر سوال ہو، جیسے اس صورت میں جب کہ اس کے پاس کوئی ایسا شخص ہو جس سے دریافت کر سکے مگر نہ دریافت کیا اور نماز پڑھ لی پھر اس نے از خود بتایا یا پوچھنے پر بتایا بہر صورت اعادہ کرے، جیسا کہ گزرا۔ درمختار نے یہ عمدہ تعبیر کی: "اگر تیمم سے نماز

www.alahazratnetwork.org

[1] درمختار باب التیمم مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۴۴

اعاد وان لم يعط فصلاته تامة اهـ[1] فجعلها
خلافية مطلقا غير سديد في تسعة من
اثني عشر وان اخذت المتروكات ايضا
كما فعلنا ففي ثمانية عشر اي على هذا
التقسيم اما على اخذ صور الوعد فكثير
جدا كما يأتي۔

پڑھ لی جبکہ وہاں کوئی ایسا تھا جس سے دریافت کرلے پھر اس نے پانی کی خبر دی تو اعادہ کرے"۔ یہ نہ فرمایا کہ "پھر اس نے سوال کیا تو اس نے بتایا"۔ لاجرم جوہرہ نیرہ میں یہ کہا، کسی ایسے شخص کو دیکھا جس کے پاس پانی ہے اس سے طلب نہ کیا۔ نماز پڑھ لی۔ پھر اس کے نماز سے فارغ ہونے کے بعد اس نے بغیر مانگے دے دیا تو وضو کرکے اعادہ کرے۔ اور اگر نہ دیا تو اس کی نماز تام ہے"اھ تو ۱۲ بارہ میں سے نو صورتوں میں مطلقاً خلافی قرار دینا درست نہیں۔ اور اگر متروکات بھی لے لیے جائیں جیسا کہ ہم نے کیا تو اٹھارہ ۱۸ صورتوں میں۔ یعنی اس تقسیم پر ___ لیکن وعدہ کی صورتیں بھی لی جائیں تو بہت زیادہ ہوجائیں گی، جیسا کہ ذکر آرہا ہے۔ (ت)

**وسابعا** ترك صور الوعد والسكوت
وفيها مباحث تهم فالاقسام على ما سلك
لا اربعة وعشرون ولا ستة وستون
بل اربعمائة وستة وعشرون وذلك لانه
اما ان يسأل قبل التيمم او بعده قبل
الشروع في الصلاة او فيها بقطعها او بعدها
او لا اصلا فهي خمس ولا يكون الاولان
الا بالعلم قبل الصلاة والبواقي تحتمل
العلم فيها وقبلها فهي ثمانية وعلى كل
تقدير يظن منحا او منعا او يشك فهي اربعة
وعشرون۔ فريق السؤال منها ثمانية
عشر وفريق عدمه ستة والسؤال قبل
التيمم او بعده قبل الصلاة ثلاث

**سابعاً** وعدہ اور سکوت کی صورتیں چھوڑ دیں جبکہ اس میں اہم بحثیں ہیں ___ تو ان کے اقسام نہ چوبیس ۲۴ ہوں گی نہ چھیاسٹھ ۶۶ بلکہ چار سو چھبیس ۴۲۶ ہوں گی۔ وہ اس لیے کہ سوال یا تو قبل تیمم ہوگا، یا بعد تیمم قبل شروع نماز، یا اندرون نماز اس طرح کہ نماز توڑ دے، یا بعد نماز یا سوال بالکل نہ ہوگا ___ یہ پانچ صورتیں ہوئیں ___ پہلی دونوں صورتیں قبل نماز علم کے بغیر نہ ہوں گی اور بقیہ میں احتمال ہے کہ اندرون نماز علم ہو یا قبل نماز ہو۔ تو یہ آٹھ ہوئیں ___ اور ہر تقدیر اسے ظن عطا ہوگا یا ظن منع یا شک ہوگا ___ تو یہ چوبیس ۲۴ صورتیں ہوئیں ___ ان میں سے اٹھارہ ۱۸ سوال والی ہیں اور چھ ۶ عدم سوال والی ___ اور ظن عطا و منع اور شک کے

www.alahazratnetwork.org

---

[1] الجوہرۃ النیرۃ باب التیمم مکتبہ امدادیہ ملتان ۱/۲۹

باعتبار الظنین والشك والسؤال فیها او بعدها
كل سداسی باضافة كون الرؤیة فی الصلاة
او قبلها وصورة عدم السؤال تشمل الوجهین
كما ستعرف۔

اعتبار سے سوال قبل تیمم یا بعد تیمم قبل نماز کی تین تین
صورتیں ہیں اور نماز کے اندر یا نماز کے بعد سوال کی
چھ چھ صورتیں ہیں — اس طرح کہ رؤیت اندرون نماز
یا قبل نماز ہونے کا اضافہ ہوگا — اور عدم سوال
والی صورت دونوں شکلوں کو شامل ہے، جیسا کہ معلوم ہوگا۔ (ت)

## ثم علی كل سؤال اما ان

یعطی من فوره وهو العطاء العاجل او یعد
او یسكت او یابی وبعد كل من الثلثة اما ان
یعطی وهو العطاء الاجل اولا واذا لم یعط فی
الوعد فاما ان یظهر خلفه اولا كما قدمنا
فی التنبیه الخامس ففی كل سؤال ثمانیةعہ
وجوه فاما العطاء العاجل فلا یفارق
السؤال فی زمانه والاجل فی غیر الوعد
یحتمل ان یكون قبل التیمم او بعده قبل
الصلاة او فیها او بعدها فی الوقت قبل الاطلاع
علی تیممه وصلاته او بعده او بعد الوقت
اما فی الوعد فلا الا الوجهین وهما العطاء
فی الوقت او بعده لان الوعد یوجب الانتظار
الی خروج الوقت فمهما وعد لم یكن له
ان یتیمم او یصلی بدء او عود اذا عرفت هذا

## پھر ہر سوال پر یا تو اسے فوراً دیدیگا

اس کا نام عطائے عاجل ہے — یا وعدہ یا سکوت
یا انکار کرے گا۔ اور ان تینوں میں سے ہر ایک کے
بعد یا تو دے دے گا — اور یہ عطائے آجل
ہے — یا نہ دے گا — اور جب صورت وعدہ
میں نہ دے گا تو یا تو اس کے خلاف ظاہر ہوگا یا
نہیں — جیسا کہ تنبیہ پنجم میں ہم پہلے بیان کرچکے
تو ہر سوال میں آٹھ صورتیں ہوئیں — عطائے عاجل
تو سوال سے وقت میں جدا نہیں ہوتی — اور
عطائے آجل غیر وعدہ میں احتمال ہے کہ قبل تیمم ہو یا
بعد تیمم قبل نماز یا اندرون نماز یا بعد نماز اندرون
وقت اس کے تیمم ونماز پر اطلاع سے قبل یا بعد
یا وقت کے بعد — لیکن وعدہ میں دو ہی شکلیں ہیں۔
وقت میں یا بعد وقت دینا، اس لیے کہ وعدہ وقت
نکلنے تک انتظار واجب کرتا ہے تو جب اس سے

www.alahazratnetwork.org

---

عہ یعطی عاجلا یعد فیعطی اولا یعطی مخلفا
او غیر مخلف یسكت فیعطی اولا یابی فیعطی
اولا ۱۲ منه (م)

(۱) فوراً دے دے (۲) وعدہ کرے پھر دے دے۔
(۳) وعدہ خلافی کرتے ہوئے نہ دے (۴) یا بغیر
وعدہ خلافی کے نہ دے (۵) سکوت اختیار کرے
پھر دے دے (۶) یا نہ دے (۷) انکار کرے پھر دے دے (۸) یا نہ دے ۱۲ منہ (ت)

فاذا كان السؤال قبل التيمم ساغ الكل فثمنيته صار بتسديس كل عطاء اٰجل في غير الوعد وتثنيته فيه مع اربعة وجوه عدم العطاء ووجه واحد للعطاء العاجل [ع] تسعة عشر [١٩] ولكونه ثلاثيا سبعة وخمسين [٥٧] واذا كان بعده قبل الصلاة خرج الاول من ستة العطاء الآجل وهو العطاء قبل التيمم فهو في كل من السكوت والاباء خمسة سادسها عدم العطاء صارت اثنى عشر وللوعد اربعة كما كانت اي يعطى في الوقت اوبعده اولا يعطى مخلفا او غير مخلف و واحد هو العطاء العاجل فهي سبعة عشر وبالتثليث احد وخمسون [٥١] واذا كان فيها فلا اقسام كما بقت سبعة عشر غير ان هذا اسداسي فصارت مائة واثنين [١٠٢]

وعدہ ہوا تو اسے روا نہیں کہ تیمم کرے یا نماز پڑھے خواہ ابتداءً یا دوبارہ۔ جب یہ معلوم ہوگیا تو دیکھئے جب سوال قبل تیمم ہو تو سب صورتیں ہوسکتی ہیں۔ تو اس کی آٹھ صورتیں ہر عطائے آجل غیر وعدہ کی چھ صورتوں کے ساتھ اور وعدہ کی دو صورتیں عدم عطا کی چار اور عطائے آجل کی ایک صورت کے ساتھ کُل انیس [١٩] صورتیں ہوئیں اور ثلاثی ہونے کی وجہ سے ستاون [٥٧] ہوئیں۔ اور جب سوال بعد تیمم قبل نماز ہو تو عطائے آجل کی چھ [٦] میں سے پہلی شکل نکل جائے گی اور وُہ یہ کہ عطا قبل تیمم ہو اب سکوت و انکار ہر ایک میں پانچ صورتیں ہیں چھٹی شکل عدم عطا ہے تو بارہ صورتیں ہوئیں اور وعدہ کی چار صورتیں رہیں جیسے پہلے تھیں یعنی وقت کے اندر دے یا اس کے بعد یا وعدہ خلافی کرتے ہُوئے نہ دے یا بغیر وعدہ خلافی کے نہ دے اور ایک عطائے عاجل والی صورت ہے

www.alahazratnetwork.org

---

ع: لانه في الوعد يعطى في الوقت او بعده اولا يعطى مخلفا او غير مخلف هذه اربعة وفي كل من السكوت والاباء لا يعطى او يعطى قبل التيمم او قبل الصلاة او فيها او بعدها في الوقت قبل الاطلاع او بعده او بعد الوقت فهي سبعة في كليهما فاربعة مع اربعة عشر وواحد هو العطاء العاجل صارت تسعة عشر ۱۲ منه غفر له (م)

اس لیے کہ بصورت وعدہ یا تو وقت میں دے گا یا بعدِ وقت دے گا یا وعدہ خلافی کرتے ہوئے یا بغیر وعدہ خلافی کے نہ دے گا۔ یہ چار صورتیں ہوئیں اور سکوت و انکار ہر ایک میں یا تو نہ دے گا یا قبل تیمم دے گا یا قبل نماز یا دورانِ نماز یا بعدِ نماز وقت میں اطلاع سے قبل یا بعد، یا بعدِ وقت ___ تو دونوں میں یہ سات صورتیں ہیں ___ تو چار صورتیں، ان چودہ صورتوں کے ساتھ اور ایک صورت عطائے عاجل کے ساتھ کُل انیس [١٩] صورتیں ہُوئیں ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

وإذا كان بعدها خرج من عطايا السكوت والإباء الثلثة الأول ففي كل مع عدم العطاء اربعة وفي الوعد اربعة كالرسم فهي اثنا عشر والعطاء العاجل ههنا وجهان اعطاء بعدما رأه يتيمم ويصلي به او لم يطلع عليه و يحتاج الى هذا التقسيم لدفع توهم ان لو رأه فسكت دل على المنع فلا ينفع العطاء بعده وقد ازحناه في المسألة التاسعة فصارت اربعة عشر وبالتسديس اربعة وثمانين ففريق السؤال مائتان واربعة وتسعون۔

تو سترہ ۱۷ صورتیں ہوئیں اور تین میں ضرب دینے سے اکیاون ۵۱ ہوگئیں۔ اور جب سوال اندرونِ نماز ہو تو اس سے پہلے والے کی طرح یہاں بھی سترہ ۱۷ قسمیں ہوں گی مگر یہ کہ ان میں سے ہر ایک میں چھ صورتیں ہیں تو ایک سو دو ۱۰۲ صورتیں ہوگئیں —

اور جب بعد نماز ہو تو سکوت و انکار کی عطا والی صورتوں میں سے پہلی تین نکل جائیں گی تو ہر ایک میں عدم عطا کے ساتھ چار اور وعدہ میں بدستور چار رہیں گی۔ یہ بارہ صورتیں ہیں اور عطائے عاجل کی یہاں دو شکلیں ہیں اسے تیمم کرتے اور نماز پڑھتے ہوئے دیکھنے کے بعد دیا یا اس پر مطلع نہ ہوا۔ اور اس تقسیم کی ضرورت یہ وہم دفع کرنے کے لیے ہے کہ اگر اسے دیکھ کر سکوت کرتا تو یہ دلیل منع ہوتا اس کے بعد دینا کارآمد نہ ہوتا۔ مسئلہ نہم میں ہم یہ وہم دور کر آئے ہیں — تو چودہ صورتیں ہوئیں جو چھ میں ضرب دینے سے چوراسی ۸۴ بنیں۔ اس طرح سوال کی شق میں کُل دو سو چورانوے ۲۹۴ صورتیں ہوئیں۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

**وإذا لم يسأل فيعطي** من دون وعد او يعد او لا ولا وههنا نفس هذا العطاء على ستة وجوه العطاء الأجل ثمه الاوليان منها ثلاثيان وسائرهن سداسيات كثالث هذه الاقسام اعني لا ولا فكانت ستة وثلثين والوعد على خمسة وجوه الاوليين الثلاثيين وثلثة تليها سداسيات لان الوعد بلا سؤال في وقت اخر لا تعلق له بهذه الصلاة فكانت اربعة وعشرين ثم في كل وعد اربعة كالرسم فهي ستة وتسعون ومع ستة وثلثين المزبورات

**اور جب سوال نہ کرے** تو وہ یا تو بغیر وعدہ کیے دے دے گا یا وعدہ کرے گا یا نہ دے گا نہ وعدہ کرے گا۔ یہاں خود یہ عطا وہاں کی عطائے آجل کی چھ صورتوں پر ہے۔ ان میں سے پہلی دو، ثلاثی ہیں اور باقی سُداسی ہیں جیسے اِن اقسام میں سے تیسری، یعنی نہ عطا ہو نہ وعدہ۔ تو چھتیس ۳۶ صورتیں ہوئیں۔ اور وعدہ میں پانچ صورتیں ہیں پہلی دو، ثلاثی اور ان کے بعد تین سُداسی۔ اس لیے کہ دوسرے وقت میں بلا سوال وعدہ کو اس نماز سے کوئی تعلق نہیں تو یہ چوبیس ۲۴ صورتیں ہوئیں۔ پھر ہر وعدہ پر بدستور چار صورتیں۔ یہ چھیانوے ۹۶

مائة واثنان وثلثون فصارت مع صور السؤال اربعمائة وستة وعشرين ٤٢٦۔

**اقول** واعلم ان الظاهر من كلماتهم نفعنا الله تعالٰی ببركاتهم قصر النظر على الاعطاء والاباء فبهما عبروا فی الزيادات وجامع الامام الكرخی وبدائع ملك العلماء وحلية المحقق وضابطة الامام صدر الشريعة كما سمعت نصوصهم والمحقق الحلبی فی الغنية تارة قال فی التصوير اما ان يعطی او يمنع وتارة قال اما ان يعطی اولا فاذا اتی على الحكم قال ان سأل فاعطی وان سأل فمنع ولم يذكر الواسطة كما ستسمع نصه ان شاء الله تعالٰی وكذلك المحقق البحر قال فی الشقوق اعطاه اولا وفی بيان الاحكام فی ما اذا رأی فی الصلاة اتی مرتين بالنفی والاثبات ومرتين بان اعطی وان ابی وفی خارج الصلاة مرة كالاول ومرة كالثانی واخوه فی النهر لخص كلامه فعبر فی موضعين عن قوله وان ابی بقوله والا ولذا لم نعد له ضابطة بحيالها فظهر ان مرادهم ههنا بنفی الاعطاء هو الاباء فلا يرد على البحر

صورتیں ہیں اور مذکورہ چھتیس ٣٦ کے ساتھ مل کر ایک سو بتیس ١٣٢ صورتیں بنتی ہیں پھر سوال کی (٢٩٤) صورتوں کے ساتھ مل کر کُل چار سو چھبیس ٤٢٦ صورتیں ہوجاتی ہیں۔ (ت)

**اقول** معلوم رہے کہ ان حضرات (خدا ہمیں ان کے برکات سے نفع بخشے) کے کلمات سے ظاہر یہ ہے کہ انھوں نے عطا و انکار پر نظر محدود رکھی ہے۔ عطاء و اباء سے ہی زیادات، جامع کرخی، بدائع ملک العلماء، حلیۂ محقق، اور ضابطۂ امام صدر الشریعۃ میں تعبیر آئی، جیسا کہ ان کی عبارتیں پیش ہوئیں۔ محقق حلبی نے غنیہ کے اندر بیان صورت میں کبھی کہا اما ان یعطی او یمنع (یا تو دے گا یا منع کرے گا) اور کبھی کہا اما ان یعطی اولا (یا تو دے گا یا نہ دے) ـــــ پھر جب بیان حکم پر آئے تو کہا ان سأل فاعطی وان سأل فمنع (اگر مانگا تو دے دیا، اور اگر مانگا تو مانع ہوا) اور کوئی واسطہ ذکر نہ کیا، جیسا کہ ان کی عبارت ان شاء اللہ تعالٰی پیش ہوگی۔ اسی طرح محقق بحر نے شقوں کو بتاتے ہوئے کہا: اعطاہ اولا (اسے دے گا یا نہ دے گا) اور بیان احکام میں اندرونِ نماز دیکھنے کی صورت میں دو بار نفی و اثبات لائے اور دو بار "ان اعطی وان ابی" (اگر دیا، اگر انکار کیا) لائے۔ اور بیرون نماز دیکھنے کی صورت میں ایک بار بطرز اول اور ایک بار بطرز ثانی۔ ان کے برادر نے النہر الفائق میں

www.alahazratnetwork.org

ولا على الغنية انهما ذكرا فى التشقيق العطاء وعدمه واقتصر البحر فى نصف الاحكام على العطاء والاباء والغنية لم تذكر غيرهما۔

ان ہی کے کلام کی تلخیص کی ہے تو دو جگہ ان کے قول "وان ابی" (اگر انکار کرے) کی تعبیر "والا" (ورنہ) سے کی ہے۔ اسی لیے ہم نے ان کا کوئی مستقل ضابطہ نہ شمار کیا۔ تو ظاہر ہوا کہ یہاں نفی عطا سے ان حضرات کی مراد انکار ہے۔ تو بحر اور غنیہ پر یہ اعتراض نہ وارد ہوگا کہ دونوں نے شقوں کے بیان میں عطا و عدم عطا ذکر کیا اور بحر میں نصف احکام کے اندر عطاء و اباء پر اقتصار کیا ___ اور غنیہ نے عطا و اباء کے سوا کچھ ذکر ہی نہ کیا۔ (ت)

**ولا** ان قول البحر مرتین ان اعطاه توضأ والا فتیممه باق وکذا قول النهر ان لم یعطه بقی تیممه صادق بما اذا لم یعط بل وعد ولم یعط بعد الوعد ایضا مثلا مع ان تیممه ینتقض باجماع اصحابنا رضی اللّٰه تعالٰی عنهم اذا علم هذا فمن سبر ظهر له وفور ما ترك البحر من الصور واستبان ان جعله عدم السؤال خلافیة بین الهدایة والمبسوط مطلقا لایصح فی احد وخمسین من ستة وستین لان اقسام عدم السؤال قبل التثلیث والتسدیس سبعة وعشرون فی ستة[عـ۱] منها ثلاثین[عـ۲] واربعة سداسیات عطاء الماء فهی ثلثون وفی اثنی عشر[عـ۳] الوعد قبل الصلٰوة

**نہ ہی** یہ اعتراض ہوگا کہ دوبار بحر کا یہ کہنا "ان اعطاه توضأ والا فتیممه باق" (اگر دے وضو کرے ورنہ اس کا تیمم باقی ہے) اسی طرح نہر کا کہنا ان لم یعطه بقی تیممه (اگر نہ دے تو اس کا تیمم باقی ہے اس صورت میں بھی صادق ہے جب عطا نہ ہو بلکہ وعدہ ہو مثلاً وعدہ ہو اور بعد وعدہ بھی نہ دے باوجودیکہ اس کا تیمم ٹوٹ جائے گا۔ اس پر ہمارے اصحاب رضی اللہ تعالٰی عنہم کا اجماع ہے۔ جب یہ معلوم ہوگیا تو جو جانچ کریگا اس پر منکشف ہوگا کہ بحر نے کتنی زیادہ صورتیں چھوڑ دی ہیں ___ یہ بھی روشن ہوگیا کہ عدمِ سوال کو ہدایہ و مبسوط کے درمیان مطلقاً خلافی ٹھہرانا چھیاسٹھ ۶۶ میں سے اکیاون ۵۱ صورتوں میں صحیح نہیں۔ اس لیے کہ تین اور چھ میں ضرب دینے سے پہلے عدم سوال کی قسمیں ستائیس ۲۷

---

عـ۱ وهی المرسومة فی التصویر تحت اعطی ۱۲ منه ۔ م (یہ وہ صورتیں ہیں جو نقشے میں اعطی (دیا) کے تحت درج ہیں ۱۲ منہ۔ ت)

عـ۲ مرسومتین تحت قبل الصلاة ۱۲ منه ۔ م (جو قبل صلاۃ کے تحت درج ہیں ۱۲ منہ ۔ ت)

عـ۳ المرسومات تحت وعد من ۷ الی ۱۸ ۔ م (جو وعدہ کے تحت ۷ سے ۱۸ تک درج ہیں ۔ ت)

www.alahazratnetwork.org

او فیها ثمانیة [عہ1] منها ثلاثیات و اربعة سداسیات فهی ثمانیة و اربعون فهذه الثمانیة و السبعون لایشك احد ان بطلان الصلاة فیها متفق علیه لایجری فیها خلاف الهدایة و المبسوط لان العطاء و الوعد السابق علی تمام الصلاة کلیهما مانع للتیمم و ناقض له و مبطل للصلاة بلا خلاف سواء اعطی بعد الوعد فی الوقت او بعده او لم یعط مخلفا او غیر مخلف و مثلها فی الوعد بعد الصلاة صورتا [عہ2] العطاء فی الوقت لانه مبطل وان لم یکن وعد و لم یزده الوعد الاقوة و کذلك صورتا [عہ3] عدم العطاء فیه اذا لم یظهر خلفه لان الوعد یورث ظن العطاء ولم یظهر خلافه وقد فات درك الحقیقة فبقی الامر علی ظنه فهذه اربعة کلهن سداسی فکانت اربعة و عشرین و مع السابقات مائة و اثنین لکن البحر خص الکلام بما اذا رأی خارج الصلاة فانتصفت و لم یبق من السبع و العشرین الا خمس اربع فی الوعد بعد الصلاة اذا اعطی [عہ4] بعد الوقت او لم یعط [عہ5] مخلفا و العطاء بعد

ہوتی ہیں، ان میں سے چھ صورتوں ۔۔۔ دو ثلاثی اور چار سداسی ۔۔۔ میں پانی دینا ہے تو یہ تینتیس ۳۳ صورتیں ہیں، اور بارہ صورتوں میں قبل نماز یا دورانِ نماز وعدہ ہے ان میں سے آٹھ ثلاثی اور چار سداسی ہیں تو اڑتالیس ۴۸ صورتیں ہوئیں تو کل اٹھتر ۷۸ صورتیں ایسی ہیں کہ کسی کو شک نہ ہوگا کہ ان میں نماز کا بطلان متفق علیہ ہے جس میں ہدایہ و مبسوط کا اختلاف جاری نہیں اس لئے کہ تکمیلِ نماز سے پہلے عطا اور وعدہ دونوں ہی تیمم سے مانع، اس کے لیے ناقض اور نماز کے لیے مبطل ہیں جس میں کوئی اختلاف نہیں خواہ بعد وعدہ وقت میں دے یا بعد وقت یا وعدہ خلافی کرتے ہوئے یا بلا وعدہ خلافی کے نہ دے ۔۔۔ ان ہی کی مثل وعدہ بعد نماز میں وقت کے اندر دینے کی دو صورتیں ہیں اس لیے کہ دینا باطل کر دیتا ہے اگرچہ وعدہ نہ ہوا، اور وعدہ بھی ہے تو اس کی قوت میں اور اضافہ ہی کرے گا ۔۔۔ اسی طرح وقت کے اندر عدم عطا کی دو صورتیں ۔۔۔ جبکہ وعدہ خلافی نہ ظاہر ہو اس لیے کہ وعدہ عطا کا ظن پیدا کر دیتا ہے اور اس کے خلاف ظاہر نہ ہوا اور حقیقت کا ادراک ہاتھ میں نہ رہا تو بنائے کار اس کے ظن پر ہوگی ۔۔۔ تو یہ چار جن میں سب سداسی ہو کر چوبیس ۲۴ ہوئیں سابقہ

عہ1 وھی ۷ الی ۱۴ - (م) (یہ ۷ سے ۱۴ تک ہیں - ت)

عہ2 ھما ۱۹ و ۲۳ - (م) (یہ ۱۹ و ۲۳ ہیں - ت) عہ3 ھما ۲۲ و ۲۶ (م) (یہ ۲۲ و ۲۶ ہیں - ت)

عہ4 ھما ۲۰ و ۲۴ (م) (یہ ۲۰ و ۲۴ ہیں - ت) عہ5 ھما ۲۱ و ۲۵ (م) (یہ ۲۱ و ۲۵ ہیں - ت)

www.alahazratnetwork.org

الوقت ایضا خلف کما قدمت والخامس لا وعد ولا اعطی فھذہ یجری فیھا الخلاف علی فرض ابقائہ فالمبسوط یقول بطلت لترك السؤال والھدایۃ صحت لان السؤال غیر واجب ولم یوجد عطاء ولا وعد اوزال ظن الوعد بالاخلاف ولاجل ان کل ھذہ الخمس سداسیات ھی ثلثون وعلی تشطیر البحر خمسۃ عشر ھذا کلہ علی استظھاری ان الوعد بعد الصلاۃ اذا ظھر خلفہ لم یؤثر فی صلاۃ مضت فان لم یسلم لم یبق للخلاف محل غیر صورۃ واحدۃ من السبع والعشرین وھی ما اذا لم یعد ولم یعط فیکون الغلط فی ثلثۃ وستین من ستۃ وستین وان اکملنا باخذ متروکاتہ کما فعلنا کان الغلط فی مائۃ واثنین اومائۃ وستۃ وعشرین من مائۃ واثنین وثلثین وھا انا لك اصورھا لیسھل علیك تصورھا وباللہ التوفیق۔

کے ساتھ مل کر ایک سو دو [۱۰۲] ہوگئیں لیکن بحر نے خاص اس صورت پر کلام کیا ہے جب بیرونِ نماز دیکھا ہو تو آدھی رہ گئیں ـــــ اور ستائیس [۲۷] میں سے صرف پانچ بچیں چار وعدہ بعد نماز میں جب کہ بعد وقت دیا، یا وعدہ خلافی کرتے ہوئے نہ دیا۔ اور بعد وقت دینا بھی وعدہ خلافی ہی ہے جیسا کہ میں نے پہلے بیان کیا۔ اور پانچویں صورت وہ کہ نہ وعدہ ہو نہ عطا ـــــ یہ وہ صورتیں ہیں جن میں اختلاف جاری ہوگا اگر یہ مانیں کہ اختلاف باقی ہے ـــــ تو مبسوط کا قول ہے کہ ترک سوال کی وجہ سے نماز باطل ہے اور ہدایہ کا قول ہے کہ صحیح ہے اس لیے کہ سوال واجب نہیں اور عطا نہ پائی گئی نہ ہی وعدہ ہوا یا ہوا تو ظن وعدہ، خلف کی وجہ سے زائل ہوگیا۔ چونکہ ان پانچ میں سے ہر ایک سداسی ہے کل تیس [۳۰] صورتیں ہوئیں اور بحر کے آدھے بیان کی وجہ سے پندرہ [۱۵] ہوئیں ـــــ یہ سب اس بنیاد پر ہے کہ میں نے کہا کہ ظاہر یہ ہے کہ بعد نماز وعدہ کے خلاف جب ظاہر ہوجائے تو وہ ادا شدہ نماز میں اثر انداز نہ ہوگا۔ اگر میرا یہ خیال تسلیم نہ ہو تو ستائیس [۲۷] میں سے ایک صورت کے سوا کہیں اختلاف نہ رہ جائے گا۔ وہ صورت یہ ہے کہ نہ وعدہ ہو نہ عطا ہو۔ تو چھیاسٹھ [۶۶] میں سے تریسٹھ [۶۳] میں خطا ثابت ہوگی ـــــ اور اگر ان کی متروکات کو لے کر ہم کامل کریں جیسا کہ پہلے ہم نے کیا تو غلطی ایک سو بتیس [۱۳۲] میں سے ایک سو دو [۱۰۲] یا ایک سو چھبیس [۱۲۶] میں ہوگی ـــــ ان صورتوں کا ایک نقشہ پیش کیا جاتا ہے تاکہ انہیں ذہن نشین کرنے میں سہولت ہو ـــــ اور خدا ہی سے توفیق ہے۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

---

عـہ وھی ۲۷۔ (م) (یہ ۲۷ ہے۔ ت)

## لم يسال اصلاوقد راى فى الصلاة اوقبلها وظن منحا اومنعا اوشك

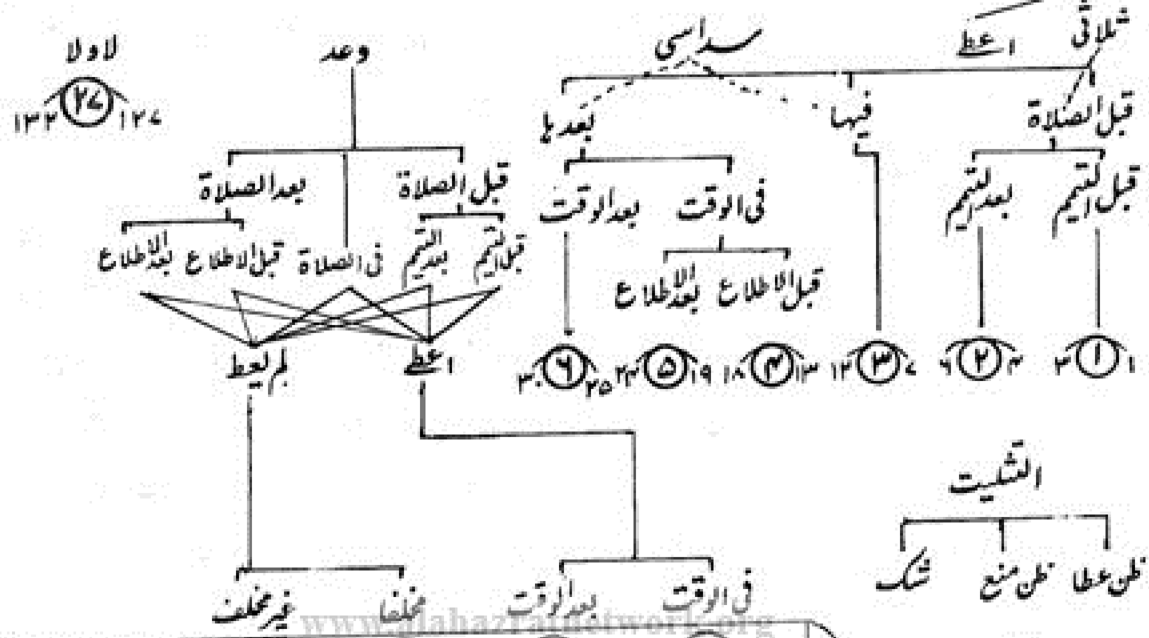


| | في الوقت | بعد الوقت | مخلفا | غير مخلف |
|---|---|---|---|---|
| قبل التيمم | ٣١ (٧) ٣٣ | ٣٤ (٨) ٣٦ | ٣٧ (٩) ٣٩ | ٤٠ (١٠) ٤٢ |
| بعده قبل الصلاة | ٤٣ (١١) ٤٥ | ٤٦ (١٢) ٤٨ | ٤٩ (١٣) ٥١ | ٥٢ (١٤) ٥٤ |
| فى الصلاة | ٥٥ (١٥) ٦٠ | ٦١ (١٦) ٦٦ | ٦٧ (١٧) ٧٢ | ٧٣ (١٨) ٧٨ |
| بعدها قبل الاطلاع | ٧٩ (١٩) ٨٤ | ٨٥ (٢٠) ٩٠ | ٩١ (٢١) ٩٦ | ٩٧ (٢٢) ١٠٢ |
| بعد الاطلاع | ١٠٣ (٢٣) ١٠٨ | ١٠٩ (٢٤) ١١٤ | ١١٥ (٢٥) ١٢٠ | ١٢١ (٢٦) ١٢٦ |

**الثلاثيات** عشرة ١ و ٢ ومن ٧ الى ١٤ فهى ثلثون

**السداسيات** سبعة عشر من ٣ الى ٦ ومن ١٥ الى الآخر فهى مائة واثنان

**فالمجموع ١٣٢**

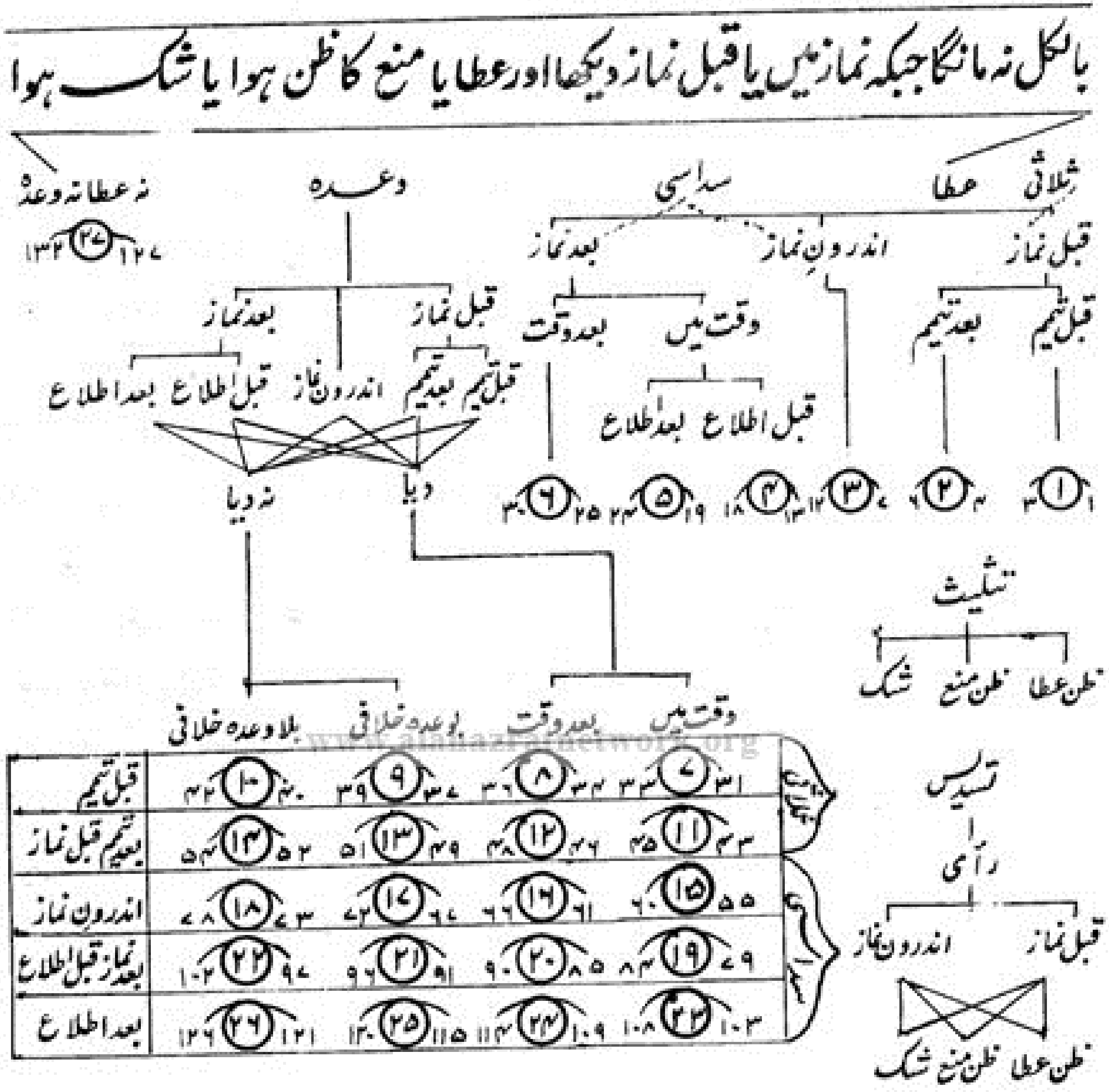


**ثلاثیات** دس ہیں۔ ا و ۲۔ اور ۷ سے ۱۴ تک۔ تو یہ تیس ہیں۔
**سداسیات** سترہ ہیں۔ ۳ سے ۶ تک اور پندرہ سے آخر تک۔ تو یہ ایک سو دو ہیں۔

**کُل ۱۳۲**

## الثالث القانون الحلبی

قال رحمہ اللہ تعالٰی ھذا علی وجوہ اما ان یغلب علی ظنہ الاعطاء او المنع اواستویا وعلی کل تقدیر اما ان یسأل اویتیمم ویصلی من غیر سؤال واذا سأل فاما ان یعطی اویمنع واذا منع قبل الصلوۃ فاما ان یسأل بعدھا اولا وعلی کلا التقدیرین یعطی اولا واذا تیمم وصلی فاما ان یسأل بعد الصلوۃ اولا وعلی کلا التقدیرین یعطی اولا فالاقسام سبعۃ وعشرون اما ان تیمم وصلی بلا سؤال ثم سأل فاعطی او اعطی بلاسؤال فانہ یلزمہ الاعادۃ علی کل تقدیر اما فی ظن الاعطاء فظاھر واما فی غیرہ فلزوال الشك وظھور خطأ الظن وان سألہ فمنع جازت صلاتہ سواء کان السؤال قبلھا اوبعدھا لانہ قد تحقق العجز من الابتداء ولا فائدۃ فی العطاء بعدھا بعد المنع قبلھا واما اذا تیمم وصلی من غیرسؤال ولم یسأل بعد لیتبین لہ الحال فعلی قول ابیحنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ صلاتہ صحیحۃ فی الوجوہ کلھا وقالا لایجزئہ والوجہ ھو التفصیل فینبغی ان یجب الطلب ولا تصح الصلوۃ بدونہ اذا ظن الاعطاء دون ما اذا ظن عدمہ لکونہ فی

## سوم : قانون محقق ابراہیم حلبی

محقق حلبی رحمہ اللہ تعالٰی فرماتے ہیں: " اس کی چند صورتیں ہیں ـــ یا تو اسے عطا یا منع کا غلبۂ ظن ہوگا یا دونوں میں برابری ہوگی ـــ بہر تقدیر یا تو مانگے گا یا بغیر مانگے تیمم و نماز ادا کرے گا ـــ بصورتِ سوال یا تو عطا ہوگی یا منع ـــ اور منع قبل نماز ہو تو بعد نماز پھر سوال ہوگا یا نہ ہوگا ـــ بہر دو تقدیر وہ دے گا یا نہ دے گا ـ اور جب تیمم کیا اور نماز پڑھ لی تو بعد نماز سوال کرے گا یا نہیں ـ بہر دو تقدیر وہ دے گا یا نہیں ـ تو ستائیس [٢٧] قسمیں ہوئیں ـ اگر مانگے بغیر تیمم کیا اور نماز پڑھ لی پھر مانگا تو اس نے دے دیا یا مانگے بغیر دے دیا تو بہر تقدیر اس پر اعادہ لازم ہے ـ ظن عطا کی صورت میں تو وجہ ظاہر ہے ـ اس کے علاوہ میں اس لیے کہ شک زائل ہوگیا اور ظن کی خطا ظاہر ہوگئی ـــ اگر مانگنے پر منع و انکار کیا تو اس کی نماز ہوگئی خواہ مانگنا قبل نماز ہو یا بعد نماز ـ اس لیے کہ عجز ابتداء سے ہی متحقق ہوگیا اور نماز سے پہلے انکار کے بعد، نماز کے بعد دینے میں کوئی فائدہ نہیں ـــ اور جب بغیر مانگے تیمم کیا اور نماز پڑھ لی ـ بعد میں بھی نہ مانگا کہ حال منکشف ہو تو امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے قول پر تمام صورتوں میں اس کی نماز صحیح ہے ـ اور صاحبین نے فرمایا: یہ اسے کفایت نہیں کرسکتا ـ اور مناسب طریقہ یہ ہے کہ تفصیل کی جائے ـ تو ہونا یہ چاہئے کہ طلب واجب ہو اور اس کے بغیر نماز

www.alahazratnetwork.org

موضع عزة الماء اما اذا شك فی موضع عزة الماء او ظن المنع فی غیرہ فالاحتیاط فی قولهما والتوسعة فی قوله[1] اھ وقد مر بحثه مستوعبا فی المسألة السادسة۔

صحیح نہ ہو جبکہ اسے عطا کا گمان رہا ہو۔ اس صورت میں نہیں جبکہ پانی کی کم یابی کی جگہ ہونے کی وجہ سے اس کو عدمِ عطا کا گمان رہا ہو ـــــ اور جب پانی کی کم یابی کی جگہ شک کی صورت ہو یا دُوسری جگہ منع کا ظن ہو تو احتیاط صاحبین کے قول میں ہے اور وسعت امام صاحب کے قول میں ہے" اھ اس کی بحث مکمل طور پر مسئلہ ششم میں گزر چکی۔ (ت)

**اقول** اتی علی جمیع ما ذکر فی الشقوق غیر انه ترك حكم ما اذا سأل قبل الصلاۃ فاعطی لظهورہ فانه ان کان قبل التیمم منعه او بعدہ نقضه او فی الصلاۃ ابطلها بل وسواء کان ذلك عطاء عاجلا او اٰجلا بعد وعد او سکوت او اباء کما قدمنا فالمراد بما قبل الصلاۃ قبل اتمامها و لو فیها او قبلها بعد التیمم او قبله واٰخر سالہ صورۃ ترك السؤال مطلقة عن قید عدم العطاء وجعلُها خلافیۃ قد تدارکه قوله قبلها او اعطی بلا سؤال فعلم ان الکلام هنا فی ما لم یسأل ولم یعط وبالجملة هی احسن ضابطة رأیت لولا ان فیها،

**اقول** پہلے جو شقیں ذکر کیں سبھی کے احکام بیان کر دیے مگر اس صورت کا حکم چھوڑ دیا جب قبل نماز مانگنے پر اس نے دے دیا۔ اس لیے کہ اس صورت کا حکم ظاہر ہے۔ کیونکہ اگر یہ قبل تیمم ہے تو تیمم سے مانع ہوگا اور اگر بعد تیمم ہے تو اسے توڑ دے گا اور اگر اندرونِ نماز ہے تو اسے باطل کر دے گا خواہ یہ دینا فوراً ہو یا دیر میں، وعدہ کے بعد ہو یا سکوت کے بعد یا انکار کے بعد ـــ جیسا کہ پہلے ہم نے بیان کیا ـــ تو قبل نماز سے مراد قبل تکمیلِ نماز ہے اگرچہ دورانِ نماز ہو یا قبل نماز ـــ تیمم کے بعد ہو یا اس سے پہلے ـــ انھوں نے مطلقاً سوال نہ کرنے کی صورت میں عدم عطا کی قید نہ لگائی اور اسے اختلافی قرار دیا مگر اس سے پہلے اپنی عبارت "او اعطی بلا سؤال" (یا بغیر مانگے دے دیا) سے اس کا تدارک کر دیا جس سے معلوم ہوا کہ یہاں کلام اس صورت میں ہے جب نہ مانگا ہو نہ دیا ہو ـــ بالجملہ یہ سب سے عمدہ ضابطہ ہے جو میری نظر سے گزرا اگر اس میں یہ چند باتیں نہ ہوتیں:

**اولا** ترك صور[1] الوعد والسکوت[2]، مع ان فیها ما لا یغنی عنه الصموت، فلو انهم ذکروها لافادونا وخلصونا عن

**اولاً** وعدہ اور سکوت کی صورتیں ترک کر دیں جب کہ ان میں وہ کچھ ہے جس سے سکوت کام نہیں دے سکتا ـــ اگر یہ حضرات ان صورتوں کو

---

؎۱ غنیۃ المستملی باب التیمم مطبع سہیل اکیڈمی لاہور ص ۶۸

www.alahazratnetwork.org

التردد فی احکامها ولم یحوجوا مثلی الی النظر فیها۔

**وثانیا** بترکها[ف۱] اشتملت صورة عدم السؤال ما اذا وعد ولم یعط ولیست خلافیة اذا وقع الوعد قبل تمام الصلاة بل یمنع وینقض ویبطل اتفاقا سواء ظهر خلفه اولا فهی ستة[عـه۱] اربعة منها ثلاثیات واثنان[عـه۲] سداسیان لان کلامه لایخص بخارج الصلاة ککلام البحر فهی اربعة وعشرون وکذلك[ف۲] اذا وعد بعدها ولم یظهر خلفه وهما[عـه۳] اثنان کلاهما سداسی فسری الغلط الی ستة وثلثین قسما وان لم یسلم استظهاری وجعل الوعد لوکان بعدُ مبطلا مطلقا زاد اثنان[عـه۴] اعنی اثنی عشر اُخرو شمل الغلط ثمانیة واربعین۔

**وثالثا** قوله[ف۳] وان سأل فمنع یشمل کما صرح به السؤال قبل الصلاة

ذکر کرتے تو ہمیں مستفید فرماتے اور ان کے احکام میں تردد سے نجات دیتے اور مجھ جیسے کو ان میں نظر کی ضرورت نہ ہوتی۔

**ثانیا** ان صورتوں کو چھوڑ دینے کی وجہ سے عدمِ سوال کی صورت اسے بھی شامل ہے جب وعدہ کیا ہو اور نہ دیا ہو حالانکہ یہ صورت اختلافی نہیں جب کہ وعدہ تکمیل نماز سے پہلے ہوگیا ہو بلکہ یہ بالاتفاق مانع، ناقض اور مبطل ہے خواہ اس کے خلاف ظاہر ہو یا نہ ہو۔ یہ چھ صورتیں ہیں جن میں سے چار ثلاثی اور دو سداسی ہیں اس لیے کہ ان کا کلام، صاحبِ بحر کے کلام کی طرح خارج نماز سے خاص نہیں تو کل چوبیس۲۴ صورتیں ہوئیں۔ اسی طرح جب بعد نماز وعدہ ہو اور اس کے خلاف نہ ظاہر ہوا ہو یہ دو صورتیں ہیں دونوں ہی سداسی ہیں تو چھتیس۳۶ قسموں تک غلطی سرایت کر آئی۔ اور اگر میرا استظہار اور وعدہ کو اگرچہ بعد ہی میں ہو مطلقاً مبطل قرار دینا تسلیم نہ ہو تو دو یعنی بارہ صورتوں کا اور اضافہ ہوگا اور غلطی اڑتالیس۴۸ صورتوں کو شامل ہوجائے گی۔

**ثالثا** ان کا قول "وان سأل فمنع" (اگر مانگنے پر اس نے انکار کیا) جیسا کہ انہوں نے

www.alahazratnetwork.org

---

عـه۱: هی ۹ و ۱۰ و ۱۳ و ۱۴ (م) — (یہ ۹، ۱۰، ۱۳، ۱۴ ہیں۔ ت)

عـه۲: هما ۱۷ و ۱۸ (م) — (یہ ۱۷ اور ۱۸ ہیں۔ ت)

عـه۳: هما ۲۲ و ۲۶ (م) — (یہ ۲۲ اور ۲۶ ہیں۔ ت)

عـه۴: هما ۲۱ و ۲۵ (م) — (یہ ۲۱ اور ۲۵ ہیں۔ ت)

وبعدها فيشمل المنع قبلها و
بعدها فتخصيص المنع بما قبلها
في قوله ولا فائدة الخ لا فائدة فيه
بل قد يوهم ان ليس الحكم كذا
ان منع بعدها ثم اعطى وليس كذلك
كما قدمنا في شرح القانون الصدرے
والمسألة العاشرة فالوجه اسقاط
لفظة قبلها۔

**ورابعا** لم تكن حاجة الى التشقيق بالظنين والتشكيك من اول الامر لانه انما تمس اليه الحاجة فيما اذا لم يسأل ولم يعط ولم يعد وهي خلافية على فرض الخلاف۔

**وخامسا** حط كلامه في هذا اعني الذي جعله خلافية على انه ان ظن العطاء فالمختار مذهب الصاحبين اي سواء كان الموضع موضع عزة الماء او موضع بذله بدليل اطلاقه هنا والتفصيل في المنع والشك وان ظن المنع فان كان الموضع موضع العزة فالمختار مذهب الامام وان كان موضع البذل او شك في موضع العزة فقولهما احوط وقوله اوسع ولا ادري لم ترك الشك في موضع البذل۔

تصریح کی قبل نماز اور بعد نماز دونوں وقت مانگنے کو شامل ہے تو قبل نماز اور بعد نماز انکار کو بھی شامل ہوگا تو اپنی عبارت "ولا فائدۃ فی العطاء بعدھا بعد المنع قبلھا" (بعد نماز دینے میں کوئی فائدہ نہیں اس کے بعد کہ نماز سے پہلے انکار کر دیا ہو) میں منع کو قبل نماز سے خاص کرنے میں کوئی فائدہ نہیں بلکہ اس سے یہ وہم پیدا ہوتا ہے کہ اگر بعد نماز انکار کیا پھر دے دیا تو یہ حکم نہیں حالانکہ ایسا نہیں جیسا کہ قانون صدر الشریعۃ کی شرح اور مسئلہ دہم میں ہم بیان کر چکے۔ تو مناسب یہی تھا کہ لفظ "قبلھا" ساقط کر دیا جاتا۔

**رابعا** اول امر سے ہی دونوں ظن اور شک کی شقیں نکالنے کی کوئی ضرورت نہ تھی اس کی ضرورت تو اس وقت ہوتی ہے جب اس نے نہ مانگا اور اس نے نہ دیا نہ وعدہ کیا ___ اور یہی اختلافی صورت ہے اگر فرض کیا جائے کہ خلاف ہے۔

**خامسا** جس کو خلافی قرار دیا ہے اس میں اپنا کلام اس پر اتارا کہ اگر اسے ظن عطا ہو تو مختار صاحبین کا مذہب ہے یعنی خواہ وہ جگہ پانی کی کم یابی کی ہو یا پانی دے جانے کی جگہ ہو اس کی دلیل یہاں اس کو مطلق ذکر کرنا اور منع وشک میں تفصیل کرنا ہے اگر اسے ظن منع ہو اگر وہ جگہ پانی کی کمیابی کی ہو تو مختار امام صاحب کا مذہب ہے اور اگر جگہ پانی خرچ کیے جانے کی ہو یا اسے پانی کی کمیابی کی جگہ میں شک ہو تو صاحبین کے قول میں زیادہ احتیاط ہے اور امام صاحب کے قول میں زیادہ وسعت ہے پتا نہیں بذل کی جگہ شک ہونے کا ذکر کیوں چھوڑ دیا۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

**فان قیل** الاصل فی الماء الاباحۃ فلا یعتری الشک الا فی محل العزۃ۔

**اقول** فکیف ظن المنع فی محل البذل فان جاز ذلک لامور خارجۃ فالشک اولٰی۔

**وسادسا**[ف۱] کان الاحوط قولھما عند ظن المنع فی محل البذل لا فی محل العزۃ فقد حققنا فی المسألۃ السادسۃ ان ذکر الموضع ذکر المظنۃ والمناط حقیقۃ ظنہ ولربما یظن العطاء فی محل المنع والمنع فی محل العطاء ظنًا صحیحًا صادقًا ناشئا عن دلیل معتمد فان ادیر الامر علی ضدہ کما ھو التحقیق سقط الفرق بحال المحل وکان الاحوط قولھما اذا شک فی محل ما مطلقا لا اذا ظن المنع ولو فی محل البذل وان حکم بالمظنۃ مع قطع النظر عن ظنہ فلم جعلتم المختار قولھما فی ظن العطاء ولو کان فی محل العزۃ۔

**وسابعا**[ف۲] ان ارید بالاحوط ما فیہ الخروج عن العھدۃ بیقین کان قولھما احوط مطلقا وان ارید بہ الاقوی دلیلا فکیف یکون احوط عند الشک فقد حققنا اٰخر المسألۃ السادسۃ

**اگر کہا جائے** کہ پانی میں اصل اباحت ہے تو شک صرف اسی جگہ ہوگا جہاں پانی کم یاب ہو۔

**اقول** (میں کہوں گا) پھر بذل (دے دئے جانے) کی جگہ ظن منع کا ذکر کیسے کیا؟ اگر خارجی امور کی بنا پر اس کے ذکر کا جواز تھا تو شک کا بدرجۂ اولٰی ہوگا۔

**سادسا** قول صاحبین میں زیادہ احتیاط ظن منع کے وقت صرف کم یابی ہی کی جگہ کیوں ہے؟ ہم نے مسئلہ ششم میں تحقیق کی ہے کہ جگہ کا ذکر ایک جائے گمان کا ذکر ہے ورنہ مدار حقیقت ظن پر ہے۔ ہوسکتا ہے کہ کبھی منع کی جگہ اسے عطا کا گمان ہو اور عطا کی جگہ منع کا، ایسا صحیح گمان جو کہ معتمد دلیل سے پیدا ہوا ہو۔ تو اگر مدار کار اس کے گمان پر ہو جیسا کہ یہی تحقیق ہے — تو حالت محل کا فرق ساقط ہوجائیگا اور قول صاحبین میں مطلقًا زیادہ احتیاط ہوگی جبکہ کسی بھی جگہ شک ہو نہ اس وقت جبکہ اسے منع کا ظن ہو اگرچہ بذل کی جگہ۔ اور اگر اس کے ظن سے قطع نظر کرکے مظنہ پر حکم ہے تو آپ نے صاحبین کا قول اس صورت میں مختار کیسے ٹھہرایا جبکہ اسے ظن عطا ہو اگرچہ وہ کم یابی کی جگہ ہو۔

**سابعا** اگر احوط سے مراد وہ ہو جس میں یقینی طور پر عہدہ برآ ہونا ہو تو صاحبین کا قول مطلقًا احوط ہوگا — اور اگر اس سے مراد وہ ہو جس کی دلیل زیادہ قوی ہے تو وہ شک کے وقت احوط کیسے ہوگا؟ ہم نے تو مسئلہ ششم کے آخر میں تحقیق کی ہے کہ شک

www.alahazratnetwork.org

ان الشك ملحق بظن المنع الیٰ ھنا تمت قوانین العلماء مع مالھا وعلیھا الاٰن اٰن ان نذکر ما فاض من فیض القدیر علی العاجز الفقیر **فاقول** وباللہ التوفیق۔

ظن منع سے ملحق ہے۔ یہاں تک قوانین علما مع شرح فوائد و ذکر ایرادات تمام ہُوئے۔ اب ہم وہ بیان کرتے ہیں جو فیضِ قدیر سے عاجز فقیر پر فائض ہُوا۔ **فاقول** (میں کہتا ہوں) اور توفیق اللہ تعالےٰ سے ہے۔ (ت)

## الرابع القانون الرضوی

العطاء[ع] بعد الوقت لایؤثر فیما مضی

## چہارم: قانون رضوی

وقت کے بعد دینا جو نافذ ہوچکا اس میں مؤثر

---

ع لم یذکرہ علی طریق التشقیق روما للاختصار فان العبارۃ تطول فیہ کان تقول لایخلو اما ان یعطی او یعد او یمنع او یسکت ولاشیئ علی الاول اما ان یعطی فی الوقت او بعدہ فان کان فی الوقت فاما بعد ختم الصلاۃ عقیب اباء حقیقی او حکمی کان قبل الصلاۃ او بعدھا اولا وان کان بعدہ فلا یخلو اما ان کان علمہ فی الوقت ولم یسألہ اولا وعلی الثانی اما ان لعد بعد الصلاۃ ویظھر خلفہ اولا وعلی الثالث یکون المنع قبل فعل کالتیمم والصلاۃ اوبعدہ وعلی الرابع اما ان یلحقہ العطاء

اختصار کے ارادہ سے تشقیق کے طور پر اس کا ذکر نہ ہوا اس لیے کہ اس میں عبارت لمبی ہوجاتی ہے۔ مثلاً یُوں کہا جائے — اس سے خالی نہ ہوگا کہ یا تو دے یا وعدہ کرے یا انکار کرے یا خاموش رہے یا کچھ نہ ہو — برتقدیر اوّل یا تو وقت میں دے گا یا اس کے بعد — اگر وقت میں دے تو یا تو ختم نماز کے بعد دے گا اس انکار حقیقی یا حکمی کے بعد جو نماز سے پہلے رہا ہو یا نماز کے بعد — یا ایسا نہیں ہوگا — اور اگر وقت کے بعد ہو تو اس سے خالی نہیں کہ یا تو وقت کے اندر علم ہوا اور اس سے نہ مانگا — یا ایسا نہ ہوگا — اور برتقدیر ثانی یا تو بعد نماز وعدہ کرے گا اور اس کا خلف ظاہر ہوگا یا ایسا نہ ہوگا — اور برتقدیر سوم انکار کسی فعل مثلاً تیمم و نماز سے پہلے ہوگا یا اس کے بعد — اور برتقدیر رابع یا تو عطا اسے وقت کے

(باقی برصفحہ آئندہ)

www.alahazratnetwork.org

الا اذا علم ولم یسأل فیه اصلا وفیه مؤثر مطلقاً الا اذا کان بعد الصلاۃ عقیب ابا وسابق اولاحق ولو حکمیا والوعد کھذا الا اذا کان بعد الصلاۃ وظھر خلفه (اعنی العطاء فی الوقت ۱۲) والمنع لا یمنع شیأ ولا یرفع والسکوت منع الا اذا لحقه العطاء فی الوقت قبل ان یراہ یتیمم ویصلی وان لم یعط ولم یعد ولم یسأل فان ظن العطاء بطلت والا تمت۔

نہیں مگر جبکہ علم ہو اور وقت کے اندر بالکل نہ مانگے اور وقت کے اندر دینا مطلقاً مؤثر ہے مگر جبکہ نماز کے بعد انکار سابق یا لاحق کے بعد ہو خواہ انکار حکمی ہی ہو —— وعدہ بھی اسی (وقت میں دینے) کی طرح ہے مگر جب کہ نماز کے بعد ہو اور اس کے خلاف ظاہر ہو جائے —— اور منع کسی چیز کو روکنے اور ختم کرنے والا نہیں —— اور سکوت منع ہی ہے مگر جب کہ اسے وقت کے اندر دینا لاحق ہو اس سے پہلے کہ اسے تیمم کرتے اور نماز پڑھتے دیکھے —— اور اگر نہ دیا نہ وعدہ کیا نہ اس نے مانگا اگر دینے کا ظن رہا ہو نماز باطل ہوگئی ورنہ تام ہے۔ (ت)

---

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

فی الوقت قبل ان یتیمم ویصلی او لا[10] وعلی[11] الخامس اما ان یظن العطاء او لا[12] فھی اثنا عشر لا تزید ولا حاجۃ فھذا بیان الشقوق ثم یفیض فی بیان الاحکام فیطول الکلام فادمجنا الاقسام فی بیان الاحکام واختصرنا الکلام مع الاستیعاب التام والحمد للہ ذی الجلال والاکرام وقد علمت انا لم نقسم قسمین الاحیث یختلفان فی الحکم وحصرنا الاربعمائۃ والستۃ والعشرین فی اثنی عشر بل رددناھا فی المتن الی عشرۃ کما تری وللہ الحمد ۱۲ منه غفرله (م)

اندر تیمم و نماز کی ادائیگی سے پہلے لاحق ہوگی یا[10] نہ ہوگی —— اور بر تقدیر[11] خامس یا تو اسے ظن عطا ہوگا یا نہیں[12] —— یہ بارہ[12] صورتیں ہیں زیادہ نہیں۔ اور اس کی حاجت نہیں کیونکہ یہ تو شقوں کا بیان ہے پھر احکام کا بیان چلے گا تو کلام اور دراز ہوگا اس لئے ہم نے اقسام کو بیان احکام ہی میں ملا دیا اور مکمل احاطہ کے باوجود کلام مختصر رکھا —— اور ساری حمد عزت و بزرگی کے مالک خدائے برتر ہی کے لیے ہے —— یہ بھی معلوم ہوا کہ ہم نے دو قسمیں وہیں کی ہیں جہاں ان دونوں کا حکم مختلف ہو اس طرح چار سو چھبیس[426] کو ہم نے بارہ[12] میں محصور کیا بلکہ متن میں بارہ[12] کو بھی دس[10] کی جانب پھیر دیا جیسا کہ پیش نظر ہے۔ اور خدا تعالٰی ہی کے لیے ساری تعریف ہے ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

**وبه تمت** الضابطة لجمیع الصور الاربعمائة والستة والعشرین ضابطة: **بیانه** انی رددت الاقسام طرا الی عشرة لانه اما ان یعطی اویعد اویسکت اویمنع اولا شیئ ولایکون الثالث الابعد السؤال ولا الخامس الابدونه و الاولان شاملان لهما فیصلحان للتثنیة بکون کل بعد السؤال او بلا سؤال۔

ان ہی الفاظ میں تمام چار سو چھبیس (۴۲۶) منضبط صورتوں کے لیے ضابطہ مکمل ہوگیا ——— **اس کا بیان** یہ ہے کہ میں نے ساری قسموں کو دس صورتوں کی جانب پھیر دیا ہے ——— وہ اس لیے کہ یا تو وہ دے گا یا وعدہ کرے گا یا سکوت کرے گا یا منع کرے گا یا کچھ نہ کرے گا۔ اور تیسری صورت سوال کے بعد ہی ہوگی، اور پانچویں بلا سوال ہی ہوگی۔ اور پہلی دونوں، سوال وعدم سوال دونوں کو شامل ہیں تو وہ دو دو ہونے کی صلاحیت رکھتی ہیں اس طرح کہ ہر ایک بعد سوال ہوگی یا بلا سوال۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org

**فالعطاء** قسم واحد وهو غیر الأجل الذی یتأخر عن السؤال بزمان فلابد ان یتقدمه وعد اوصمت او منع وهذا مقابل لها فی التقسیم فلاجرم انیکون عاجلا ای علی فور السؤال اولا عاجلا ولا أجلا بل بدون سؤال۔

**تو عطا** ایک قسم ہے ——— اور یہ عطائے آجل نہیں جو زمان میں سوال سے کچھ بعد میں ہوتی ہے تو ضروری ہے کہ اس سے پہلے وعدہ یا خموشی یا انکار ہو۔ اور یہ تقسیم میں ان سب کے مقابل ہے۔ تو ضروری ہے کہ عاجل ہو۔ یعنی سوال ہوتے ہی دینا ہو ——— یا نہ عاجل ہو نہ آجل بلکہ بغیر سوال ہو۔

**والوعد** والمراد به الرجائی حال بقاء الماء کما هو المتبادر من اطلاقه ثلثة اقسام لانه اما قبل تمام الصلاة اوبعده وفی هذا اظهر خلفه اولا۔

**وعدہ** ——— اس سے مراد ہے وعدہ رجائی جو بقائے آب کی حالت میں ہو جیسا کہ اطلاق سے یہی متبادر ہوتا ہے اس کی تین قسمیں ہیں اس لیے کہ یا تو قبل تکمیل نماز ہوگا یا بعد تکمیل اور اس میں یا تو اس کا خلف ظاہر ہوگا یا ایسا نہ ہوگا۔

**والسکوت** قسمان لانه یعطی بعده فی الوقت قبل الاطلاع علی تیممه وصلاته اولا۔

**سکوت** کی دو قسمیں ہیں ——— اس لیے کہ وہ بعد سکوت وقت کے اندر اس کے تیمم و نماز پر اطلاع سے پہلے پانی دے دے گا یا ایسا نہ ہوگا۔

**والمنع** قسمان يعطى قبل تمام الصلاة اولا۔

**والخامس** قسمان كان يظن العطاء اولا فهي عشرة وكل منحاز عن صاحبه بحكم فما فرقت الا لافتراق الحكم۔

## بيان احاطتها الاقسام

(١) العطاء غير آجل مواقعه ستة قبل التيمم او بعده قبل الصلاة او فيها او بعدها في الوقت قبل الاطلاع المذكور او بعده او بعد الوقت الاولان ثلاثيان بالظنين والشك و البواقي سداسيات باضافة الرؤية في الصلاة اوقبلها فكانت ثلثين وبتثنية كونه بعد سؤال او بدونه كان ينبغي ان تكون ستين غيران الستة الاخيرة اعني التي بعد الوقت لا تثنى لان السؤال لصلاة الوقت لا يكون بعد الوقت فتبقى اربعة وخمسين اربعة وعشرون منها بالسؤال وثلثون بلا سؤال۔

**حكمه** التأثير اي ان وقع قبل التيمم منعه او بعده نقضه او في الصلاة قطعها او بعدها ابطلها غير ان الابطال فيما اذا سأل في الصلاة مضاف الى السؤال

**انکار** کی بھی دو قسمیں ہیں یا تو قبل تکمیل نماز دے گا یا نہ دے گا۔

پانچویں کی بھی دو قسمیں ہیں۔ اُسے ظنِ عطا تھا یا نہیں۔ یہ دس صورتیں ہیں اور ہر صورت دوسری سے حکم میں جُدا ہے کیونکہ حکم الگ ہونے ہی کی وجہ سے ان کو الگ الگ کیا گیا ہے۔ (ت)

## اس کا بیان کہ یہ صورتیں ساری قسموں کو محیط ہیں

(۱) عطائے غیر آجل کے مواقع چھ ہیں: (۱) قبل تیمم (۲) بعدِ تیمم قبل نماز (۳) یا اندرونِ نماز (۴) یا بعد نماز وقت کے اندر، اطلاع مذکور سے پہلے (۵) یا اطلاع مذکور کے بعد (۶) یا وقت کے بعد — پہلی دونوں صورتیں ظنِ عطا و منع اور شک کی وجہ سے ثلاثی ہیں اور نماز کے اندر دیکھنے یا اس سے قبل دیکھنے کے اضافہ کی وجہ سے باقی سب سُداسی ہیں تو تیس ہوئیں۔ اور عطا کے بعد سوال یا بلا سوال ہونے سے ہر ایک کو دو کر کے ساٹھ ہوجانا چاہئے تھا مگر آخری چھ صورتیں، یعنی جو وقت کے بعد ہو — ڈبل نہیں ہوسکتیں۔ اس لیے کہ نماز وقت کے لیے مانگنا وقت کے بعد نہ ہوگا تو چوّن صورتیں رہ جائیں گی، چوبیس سوال والی اور تیس بلا سوال۔

**اس عطا کا حکم** یہ ہے کہ (بہرحال) مؤثر ہے یعنی (۱) اگر یہ دینا قبل تیمم ہو تو تیمم سے مانع ہوگا۔ (۲) اگر بعد تیمم ہو تو اسے توڑ دے گا (۳) اگر دورانِ نماز ہو تو اسے قطع کردے گا (۴) بعد نماز ہو تو اسے باطل کردے گا۔ مگر یہ کہ اندرون نماز مانگنے کی صورت میں

www.alahazratnetwork.org

فیبقی للعطاء نقض التیمم۔

واٰ

(۲) وعد قبل تمام الصلاۃ مواقعہ الثلثۃ الاُوْل ثلاثیان ثم سداسی و یحتمل الکل اربعۃ وجوہ لا غیر علی ما قدمنا تحت قانون البحر یعطی فی الوقت او بعدہ او لا یعطی فیظھر خلفہ او لا فھی اربعۃ وعشرون فی الاولین ومثلھا فی الثالث فکانت ثمانیۃ واربعین فی ربعھا اعنی اثنی عشر العطاء بعد الوقت وھی لا تثنی کما علمت و ستۃ وثلثون البواقی تثنی فالمجموع اربعۃ وثمانون۔

ابدال کی نسبت مانگنے کی جانب ہے تو عطار کی وجہ سے تیمم ٹوٹتا رہے گا۔

(۲) وعدہ قبل تکمیل نماز — اس کے مواقع وہ پہلے تینوں مواقع ہیں — دو ثلاثی پھر ایک سداسی ہے، اور ہر ایک میں چار صورتوں کا احتمال ہے۔ زیادہ نہیں جیسا کہ قانونِ بحر کے تحت ہم نے پہلے بیان کیا۔ (۱) وقت میں دے دے گا (۲) بعد وقت دے گا۔ (۳) نہ دے گا تو اس کا خلف ظاہر ہوگا (۴) یا نہ ظاہر ہوگا — تو پہلی دونوں میں یہ چوبیس ۲۴ ہوگئیں۔ ان ہی کے مثل تیسری میں ہوں گی تو اڑتالیس ۴۸ ہوئیں ان کی چوتھائی یعنی بارہ ۱۲ میں عطا بعد وقت ہے۔ اور یہ دوگنا نہ ہوں گی جیسا کہ معلوم ہوا، اور باقی چھتیس ۳۶ دو دو ۲ ہوں گی تو کل چوراسی ۸۴ ہوئیں۔

www.alahazratnetwork.org

و۲ حکمہ الاٰثار الثلثۃ بالوجہ المذکور

(۳) وعد بعد الصلاۃ فظھر خلفہ لہ وجہان ان لا یعطی اصلا من دون عذر او یعطی بعد الوقت لما قدمنا ان الوعد فی حاجۃ موقتۃ یتعلق بالوقت خاصۃ وعلی کل یکون بعد الاطلاع او بدونہ والکل سداسی فھی اربعۃ وعشرون نصفھا الاول اعنی ما لا عطاء فیھا تثنی فتصیر اربعۃ وعشرین ونصفھا الاٰخر اعنی العطاء بعد الوقت لا یثنی لما مر فیکون الکل ستۃ وثلثین ۳۶ اثنا عشر منھا لسوال۔

حکم — وہی تینوں اثرات بطریق مذکور

(۳) وعدہ بعد نماز جس کا خلف ظاہر ہوا۔ اس کی دو ۲ صورتیں ہیں، ۱ یا تو بالکل نہ دے بغیر کسی عذر کے — ۲ یا وقت کے بعد دے — اس لیے کہ ہم بتا چکے کہ وقتی حاجت کے لیے وعدہ خاص وقت سے متعلق ہوتا ہے — اور ہر دو صورت یا تو بعد ۳ اطلاع مذکور ہوگا یا ۴ اس کے بغیر — اور ہر صورت سُداسی ہے تو چوبیس ۲۴ صورتیں ہوئیں، ان میں سے نصف اول — یعنی وہ جن میں عطا نہیں — ڈبل ہو کر چوبیس ۲۴ ہو جائیں گی — اور نصف دیگر یعنی عطا بعد وقت والی — ڈبل نہ ہوں گی — وجہ گزر چکی — تو کُل چھتیس ۳۶ ہو جائیں گی جن میں سے بارہ سوال والی ہیں۔

**حكمه** تمت۔

(۴) لم يظهر خلفه له ايضا وجهان يعطى فى الوقت اولا يعطى لنحو وجوه قدمنا فى المسألة الثامنة كأن كان قال له تعالى فى الوقت الفلانى اعطك فلم يذهب هذا والاقسام ههنا ثمانية واربعون لان التقسيم كسابقه وههنا الفريقان مثنيان۔

**حکم** — نماز تام ہے۔

(۴) اس کا خلف ظاہر نہ ہوا۔ اس کی بھی دو صورتیں ہیں — وقت کے اندر دے دے گا یا نہ دے گا۔ اور اسی قسم کی وجہوں کے باعث جو ہم نے مسئلہ ہشتم میں بیان کیں۔ مثلاً اس سے کہا تھا فلاں وقت آنا تمھیں دوں گا۔ یہ نہ گیا — قسمیں یہاں اڑتالیس ہیں۔ اس لیے کہ تقسیم اس سے پہلے والی کی طرح ہے اور یہاں دونوں ہی فریق ڈبل ہیں۔

**حكمه** يعيد الصلاة۔

(۵) سكت واعطى فى الوقت قبل الاطلاع حيث ان السكوت يتقدمه السؤال فللسؤال اربعة مواقع قبل التيمم او الصلاة اوفيها او بعدها والعطاء على الاول ارباعى كذلك وعلى الثانى ثلاثى باسقاط الاول وعلى الثالث كذلك لانه قطع الصلاة بالسؤال ولم ينتقض تيممه فالعطاء اما ان يكون قبل المستانفة اوفيها او بعدها وعلى الرابع ماله الاوجه واحد لانه لا يعيد الصلاة بالسكوت والاولان ثلاثيان فسبعتهما احدو عشرون والاخيران سداسيان فاربعتهما اربعة وعشرون والكل خمسة واربعون۔

**حکم** — اعادہ نماز ہے۔

(۵) خاموش رہا اور وقت کے اندر قبل اطلاع مذکور دے دیا۔ چونکہ سکوت سے پہلے سوال ہوگا، تو سوال کے چار مواقع ہیں (۱) قبل تیمم (۲) قبل نماز (۳) دوران نماز (۴) بعد نماز — اور بر تقدیر اول عطا کی بھی ایسے ہی چار چار صورتیں ہیں اور بر تقدیر دوم ثلاثی ہے — باسقاط اول — اور بر تقدیر سوم بھی ایسا ہی ہے۔ اس لیے کہ اس نے مانگ کر نماز توڑ دی اور اس کا تیمم ابھی نہ ٹوٹا — تو دینا از سر نو پڑھی جانے والی نماز سے پہلے ہوگا یا اس کے اندر یا اس کے بعد — اور بر تقدیر چہارم اس کی صرف ایک صورت ہے اس لیے کہ سکوت کی وجہ سے اس کو نماز کا اعادہ نہیں کرنا ہے — پہلی دونوں ثلاثی ہیں تو ان کی ساتوں مل کر اکیس ہونگی — اور آخر والی دونوں سُدَاسی ہیں تو ان کی چاروں چوبیس ہوں گی — اور کُل پینتالیس ہوں گی۔

**حكمه** الآثار الثلثة۔

**حکم** — تینوں اثرات۔

www.alahazratnetwork.org

(٦) سکت ولم یعط فی الوقت قبل الاطلاع فامّا فی الوقت بعد الاطلاع او بعده اولا اصلا وفی کلها السؤال علی مواقعه الاربعة فکل من الاولین الثلاثیین بثلثة وجوه العطاء وعدمه تسعة وکل من الاخیرین السداسیین ثمانیة عشر فهی اربعة وخمسون۔

(٦) خاموش رہا اور وقت کے اندر اطلاع مذکور سے قبل نہ دیا — یا تو وقت کے اندر بعد اطلاع نہ دیا یا وقت کے بعد نہ دیا یا بالکل نہ دیا — اور ان میں سے ہر ایک میں سوال اپنے چاروں مواقع پر ہے۔ تو پہلی دونوں ثلاثی میں سے ہر ایک عطا و عدم عطا کی تین صورتوں کے ساتھ ۹ ہو گی — اور بعد والی دونوں سُداسی میں سے ہر ایک اٹھارہ ۱۸ ہو گی۔ تو کُل چوّن ۵۴ ہوں گی۔

**حکمه** تمّت۔

**حکم** — نماز تمام ہے۔

(٧) منع فاعطی قبل تمام الصلاة لسؤاله ثلثة مواقع غیر الاخیر وکذا للعطاء علی الاول وعلی الباقین اثنان لانه بقطع الصلاة یستأنفها فهی سبعة وکل فی الاولین ثلاثی فخمستها بخمسة عشر وقسما الثالث سداسیان باثنی عشر فهی سبعة وعشرون۔

(٧) انکار کیا پھر قبل تکمیلِ نماز دے دیا۔ اس کے سوال کے تین مواقع ہیں آخری چھوڑ کر — اسی طرح پہلی صورت میں عطا کے مواقع — اور باقی دو میں دو ہیں اس لیے کہ نماز توڑ دینے کی وجہ سے اس کو از سرِ نو ادا کرے گا۔ تو یہ سات ہوئیں۔ اور اولین میں سے ہر ایک ثلاثی ہے تو ان کی پانچوں پندرہ ہوں گی اور سوم کی دونوں قسمیں سداسی ہیں تو بارہ ہوں گی۔ کل ستائیس ۲۷ ہوں گی۔

**حکمه** الآثار الثلثة لاجل العطاء لا للمنع۔

**حکم** — تینوں اثرات، اس وجہ سے کہ عطا ہوئی، اس وجہ سے نہیں کہ انکار ہوا۔

(٨) منع ولم یعط قبله فاما بعدها فی الوقت قبل الاطلاع او بعده او بعد الوقت اولا ولسؤاله المواقع الاربعة ثلاثیان فیضرب اربعة اربعة وعشرون وسداسیان ثمانیة واربعون کلها اثنان وسبعون۔

(٨) انکار کیا اور قبل تکمیل نماز نہ دیا — یہ یا تو بعد نماز وقت کے اندر قبل اطلاع یا بعد اطلاع ہوگا، یا بعد وقت ہوگا یا ایسا نہ ہوگا — اس میں سوال کے وہی چاروں مواقع ہیں — دو ثلاثی تو چار سے ضرب دینے سے چوبیس ۲۴ صورتیں ہوں گی — اور دو سداسی ہیں تو اڑتالیس ۴۸ ہوں گی۔ کُل بہتّر ۷۲ ہوں گی۔

**حکمہ** تمت ۔[ف۱]

(۹) لم یکن شئ وظن العطاء ھو علی وجھین بالرؤیة فی الصلاۃ او قبلھا ۔

**حکمہ** یعید[ف۲]

(۱۰) لم یکن شئ ولا ظن عطاء ھی اربعۃ بالوجھین مع ظن المنع او الشك ۔

**حکمہ** تمت ۔

**وبہ تمت** احاطۃ الاقسام[ف۳] [عہ] ؛

**حکم** — نماز تام ہے ۔

(۹) کچھ نہ ہوا اور اسے عطا کا گمان تھا ۔ نماز کے اندر یا نماز سے قبل دیکھنے کی تقدیر کی وجہ سے اس کی دو صورتیں ہیں ۔

**حکم** — نماز کا اعادہ کرے ۔

(۱۰) کچھ نہ ہوا اور اسے ظن عطا بھی نہ تھا ۔ دونوں وجہوں کو ظن منع یا شک کے ساتھ ملا کر اس کی چار صورتیں ہوں گی ۔

**حکم** — نماز تام ہے ۔

اسی سے احاطۂ اقسام مع بیانِ احکام مکمل ہوگیا ۔

---

عـہ وھذا جدول الاجمال باعتبار التقسیم الاول الی خمسۃ اقسام

| التقسیم | الصحیح | ما یستأنف | ما یعید |
|---|---|---|---|
| عطا | ۵۴ | ۲۴ | ۳۰ |
| وعد | ۱۶۸ | ۷۲ | ۹۶ |
| سکوت | ۹۹ | ۹۹ | ۰ |
| منع | ۹۹ | ۹۹ | ۰ |
| خامس | ۶ | ۰ | ۶ |
| الکل | ۴۲۶ | ۲۹۴ | ۱۳۲ |

وھذا بعینہ ما حصل بالتقسیم الاول تحت قانون البحر فتوافقھما مع شدۃ تباینھما فی الطریق دلیل الصحۃ والتحقیق ۱۲ منہ غفرلہ (م)

پانچ اقسام کی طرف تقسیم اول کے اعتبار سے یہ اجمالی نقشہ ہے

| قسم | صحیح | قابل استیناف | قابل اعادہ |
|---|---|---|---|
| عطا | ۵۴ | ۲۴ | ۳۰ |
| وعدہ | ۱۶۸ | ۷۲ | ۹۶ |
| سکوت | ۹۹ | ۹۹ | ۰ |
| منع | ۹۹ | ۹۹ | ۰ |
| خامس | ۶ | ۰ | ۶ |
| میزان | ۴۲۶ | ۲۹۴ | ۱۳۲ |

بعینہ یہی قانون بحر کے تحت تقسیم اول سے حاصل ہوا تو طریق میں شدید مباینت کے باوجود دونوں کا باہم موافق ہوجانا صحت و تحقیق کی دلیل ہے ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

www.alahazratnetwork.org

مع بیان الاحکام ۞ والحمد الدائم لولی الانعام ۞ ذی الجلال والاکرام ۞ و افضل الصلاۃ والسلام ۞ علی السید المنعام ۞ واٰلہ الکرام ۞ وصحبہ العظام ۞ وامتہ الی یوم القیام ۞ اٰمین۔

**تنبیہ** اتبعناھم فی ترک اقسام الوعد باظھار النفاد والوعد الاباٸی و المنع بعد العطاء مع ذکرھم العطاء بعد المنع۔

**فان قیل** لااثر لھذہ لما مر ان الوعد بعد النفاد لا یعتبر والوعد الاباٸی لا اثر لہ فی الوقت الحاضر بل فی الوقت الموعود بہ والمنع بعد العطاء ان اثر اباحۃ تیمم منعہ العطاء لاغیر کما تقدمت فی المسألۃ العاشرۃ

**اقول** الیس ھذا اثرا والوعد کیفما کان ان لحقہ العطاء قبل تمام الصلاۃ تحصل الاٰثار الثلثۃ وان کان حصولھا بالعطاء کما بالعطاء قبلہ بعد المنع وان لم یلحقہ جاز تیممہ وبقی وتمت الصلوۃ۔

وقد ذکروا المنع ولا اثر لہ الا ھذا وذکر المنع لا یغنی عنہ فانہ من الوعد فیشتبہ الامر فیہ

اور داٸمی حمد ہے ولی انعام مالک عزت وبزرگی کیلئے۔ اور افضل درود وسلام بہت انعام فرمانے والے آقا، اور ان کی کریم آل، عظیم اصحاب اور ان کی امت پر روزِ قیامت تک — الٰہی قبول فرما!

**چند اقسام دیگر پر تنبیہ**: درج ذیل قسموں کو ترک کرنے میں ہم نے بھی ان ہی حضرات کی پیروی کی: (۱) پانی ختم ہونے کا اظہار کرکے وعدہ (۲) وعدۂ اباٸی (۳) منع بعد عطا — جبکہ ان حضرات نے عطا بعد منع کو ذکر کیا ہے۔

**اگر کہا جائے** کہ اس کا کوٸی اثر نہیں اس لیے کہ ختم ہونے کے بعد وعدہ کا اعتبار نہیں اور موجودہ وقت میں وعدۂ اباٸی کا کوٸی اثر نہیں بلکہ وقت موعود میں ہے — اور دینے کے بعد انکار اگر اثر کرے گا تو یہی کہ وہ تیمم جو عطا سے ممنوع ہوگیا تھا اب مباح ہوجائے گا کچھ اور اثر نہ ہوگا جیسا کہ مسئلہ دہم میں بیان ہوا۔

**اقول** کیا یہ اثر نہیں۔ اور وعدہ جیسا بھی ہو اگر قبلِ تکمیلِ نماز اسے عطا لاحق ہوٸی تو تینوں اثرات حاصل ہوں گے اگرچہ یہ عطا سے حاصل ہوں گے جیسا کہ اس سے قبل، منع کے بعد دینے سے — اگر عطا نہ لاحق ہو تو اس کا تیمم جائز وباقی اور نماز تام ہے۔

علما نے انکار کا ذکر کیا ہے اور اس کا سوائے اس کے کوٸی اثر نہیں اور انکار کا ذکر کار آمد نہیں اس لیے کہ وہ وعدہ سے (انکار)

www.alahazratnetwork.org

ثم قد ذکروا العطاء بعد الاباء و
خصوہ بالعطاء بعد الصلاۃ وھو
لا اثر له اصلا وانما ذکروہ لبیان
خلوہ عن الاثر فان اردنا ایرادھا
زدنا فی الضابطۃ ان الوعد
باظھار النفاد والوعد الابائی
کلاھما لا اثر له الا اذا لحقه العطاء
قبل تمام الصلاۃ ولا یسمع منع بعد
عطاء الا اذا بقی الماء ولم یخرج عن
ملک المعطی[عه] فیبیح التیمم ان منعه
العطاء و اذن تصیر اقسام الوعد سبعۃ
لانه باظھار نفاد الماء او بدونه علی
الاول یعطی قبل ختم الصلاۃ معتذرا
بسھوہ مثلا اولا وعلی الثانی اما ان
یعد ابائیا یعطی بعدہ قبل تمام
الصلاۃ لان تاجیل وعدہ لا یمنعه
عن تعجیله اولا و اما رجائیا وقع
قبل تمامھا او بعدہ وفی
ھذا ظھر خلفه اولا۔

والمنع ثلثۃ باضافۃ

عه احتراز عن البیع بخیار البائع کما تقدم فی المسألۃ العاشرۃ ۱۲ منه غفرله (م)

ہے تو معاملہ اس میں مشتبہ ہوجائے گا۔ پھر عطا بعد انکار کا ذکر کیا ہے اور اسے عطا بعد نماز سے خاص کیا ہے۔ اس کا بھی کوئی اثر نہیں۔ اس کی بے اثری بتانے ہی کے لیے علما نے اسے ذکر کیا ہے۔ اگر ہم اسے بھی لانا چاہیں تو ضابطہ میں یہ اضافہ کردیں گے کہ ختم ہونے کا اظہار کرکے وعدہ اور وعدہ ابائی دونوں بے اثر ہیں مگر جب کہ قبل تکمیل نماز انھیں عطا لاحق ہو۔ اور منع بعد عطا مسموع نہیں مگر جب کہ پانی باقی ہو اور دینے والے کی ملک سے باہر نہ ہوا ہو تو تیمم کو مباح کردے گا اگر عطا اس سے مانع ہو۔ اور اب وعدہ کی قسمیں سات ہوجائیں گی ــــ اس لیے کہ وعدہ پانی ختم ہونے کے اظہار کے ساتھ ہوگا یا اس کے بغیر ہوگا ــــ بر تقدیر اول ختم نماز سے پہلے۔ مثلاً اپنے بھول جانے کا عذر کرتے ہوئے دے دے گا۔ (۲) یا نہیں ــــ بر تقدیر ثانی (۳) یا تو ایسا وعدہ ابائی کرے گا جس کے بعد قبل تکمیل نماز دے دے اس لیے کہ وعدہ کو مؤجل کرنا اس کی تعجیل سے مانع نہیں (۴) یا ایسا نہ ہوگا (۵) یا وعدۂ رجائی کریگا جو قبل تکمیل نماز واقع ہو (۶) یا اس کے بعد ہو اور اس میں اس کا خلف ظاہر ہو (۷) یا ایسا نہ ہو۔

اور منع کی تین قسمیں ہوجائیں گی اس کا اضافہ

بیع بشرط خیار بائع سے احتراز ہے، جیسا کہ مسئلہ دہم میں گزرا ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

www.alahazratnetwork.org

ما اذا كان بعد العطاء مع بقاء الماء و ملكه اما خلافه وهو المنع بعد ما نفد اوخرج عن ملك المانع فلا يحتاج الى ادخاله في الاقسام لانه لا يرجى الا من مجنون فتصير جميع الاقسام خمسة عشر۔

## اما انواع هذه الخمسة المزيدة

**فاقول:**

(۱) وعد باظهار النفاد واعطى قبل تمام الصلاة صوره ثمان واربعون۔

**حكمه** التاثير۔

(۲) وعد كذلك ولم يعط قبل تمامها صوره ۱۶۲۔

**حكمه** تمت ويظهر لك هذا بتاليه لان هذا الوعد لا يخالف الاباتى احكاما ولا اقساما اجمالا و لا تفصيلا۔

(۳) وعد اباتيا واعطى قبل تمام الصلاة مواقعه ثلثة ،

(i) قبل التيمم

(ii) او الصلاة

(iii) او فيها

فعلى الاول الثلاثى للعطاء المواقع الثلثة وعلى الثاني الثلاثى اثنان فخمسة في ثلثة خمسة عشر و بالتثنية

کر دینے کی وجہ سے جو منع بعد عطا پانی اور ملک باقی رہنے کے ساتھ ہو۔ لیکن اس کا خلاف ۔ وہ یہ کہ پانی ختم ہونے کے بعد یا مانع کی ملک سے نکل جانے کے بعد منع ہو۔ تو اسے داخل اقسام کرنے کی ضرورت نہیں کہ ایسا منع انکار مجنون کے سوا کسی سے متوقع نہیں ـــ اب کل اقسام پندرہ (۱۵) ہو جائیں گی۔

## لیکن ان اضافہ شدہ پانچ کی نوعیں

**فاقول** (تو میں کہتا ہوں):

(۱) ختم ہونا ظاہر کر کے وعدہ کیا اور تکمیل نماز سے پہلے دے دیا۔ اس کی اڑتالیس صورتیں ہیں۔

اس کا **حکم** مؤثر ہے۔

(۲) اسی طرح وعدہ کیا اور قبل تکمیل نماز نہ دیا۔

کل ۱۶۲ صورتیں ہیں۔

www.alahazratnetwork.org

**حکم** ـ نماز تام ہے ـــ یہ اپنے بعد والی دونوں قسموں سے واضح ہو گی اس لیے کہ یہ وعدہ احکام، اقسام، اجمال، تفصیل کسی وعدہ اباتی کے برخلاف نہیں۔

(۳) وعدہ اباتی کیا اور قبل تکمیل نماز دے دیا۔ اس کے تین مواقع ہیں:

(i) قبل تیمم

(ii) قبل نماز

(iii) اندرون نماز

تو اول ثلاثی میں عطا کے تینوں مواقع ہیں۔ اور دوم ثلاثی میں دو ہیں تو پانچ کو تین میں ضرب دینے سے پندرہ (۱۵) صورتیں ہوں گی اور پندرہ کو دو میں ضرب دینے سے

ثلثون اما الثالث ففيه وجهان لان الوعد في الصلاة ان كان بسؤاله فقد لزمه استئناف الصلاة والا مضت لان هذا الوعد لا ينقض التيمم فعلى الثاني ما للعطاء الا وجه واحد ان يعطي قبل تمام هذه الصلاة وعلى الاول يحتمل ان يعطي قبل شروع الصلاة المستأنفة او فيها فصار الثالث وهو سداسي على ثلثة وجوه بثمانية عشر ومع الثلثين ثمانية واربعون ۔[۴۸]

**حکمه** التاثير لا للوعد فانه منع بالنظر للوقت بل للعطاء ۔

(۱۴) وعد اباثيا ولم يعط قبل تمامها له المواقع الخمسة بزيادة ما بعد الصلاة مطلعا او غير مطلع فان كان قبل التيمم او الصلاة احتمل اربعة:

(۱) ان يعطي بعد الصلاة في الوقت مع الاطلاع۔

(۲) او بدونه

(۳) او بعد الوقت

(۴) او لا ۔

وان كان بعد الصلاة قبل الاطلاع خرج الاول او بعده خرج الثاني لان العطاء لا يخالف الوعد في هذين فان المراد الاطلاع حين تيمم وصلى به ليتوهم او يثبت ان السكوت اذ ذاك دليل المنع

تیس[۳۰] ہوں گی —— تقدیر سوم پر دو صورتیں ہیں اس لیے کہ نماز میں وعدہ اگر اس کے مانگنے پر ہوا تو اس پر از سر نو نماز پڑھنا لازم ہے ورنہ نافذ و تام ہو گئی اس لیے کہ یہ وعدہ تیمم نہیں توڑتا ۔ تو دوسری صورت میں عطا کی صرف ایک شکل ہو گی وہ یہ کہ قبل تکمیل نماز دے دے اور پہلی صورت میں احتمال ہے کہ از سر نو پڑھی جانے والی نماز شروع کرنے سے پہلے دے یا اس نماز کے اندر ہی دے تو سوم جو سُداسی ہے تین شکلوں پر ہو کر اٹھارہ[۱۸] ہو گئی ۔ تیس[۳۰] کے ساتھ مل کر کُل اڑتالیس[۴۸] ہوئیں ۔

**حکم**: تاثیر — وعدہ کی وجہ سے نہیں کیونکہ یہ تو بنظر وقت منع ہے بلکہ عطا کی وجہ سے ۔

(۱۴) وعدہ باثی کیا اور قبل تکمیل نماز نہ دیا ۔ نماز[۲۲] کے بعد مطلع ہو کر یا غیر مطلع رہ کر نہ دینے کی صورت کا اضافہ کرکے اس کے پانچ مواقع ہوں گے —— اگر تیمم یا نماز سے پہلے ہو تو اس میں چار احتمال ہوں گے ،

(۱) نماز کے بعد، وقت کے اندر اسے اطلاع دینا ۔

(۲) بغیر اطلاع دینا

(۳) بعد وقت دینا

(۴) ایسا کچھ نہ ہو ۔

اگر بعد نماز قبل اطلاع ہو تو احتمال اول خارج ہو جائے گا —— اور اگر بعد اطلاع ہو تو احتمال دوم خارج ہو جائیگا ۔ اس لیے کہ ان دونوں میں عطا خلاف وعدہ نہیں ۔ کیونکہ مراد ہے اس وقت اطلاع جب تیمم کیا اور اس سے نماز ادا کی تاکہ یہ وہم یا ثبوت

www.alahazratnetwork.org

فاذن کل من الاولین الثلاثین اثنا عشر وکل من الاخرین السداسیین ثمانیة عشر فهی ستون و بالتثنیة مائة وعشرون۔

بقی الثالث الوسطی فی انیکون الوعد فی الصلاۃ فان لم یکن عن سؤاله احتمل ان یعطی بعدها فی الوقت او بعده اولا وان کان بسؤاله فلاجل الاستئناف احتمل ان یعطی فی الوقت بعد المستأنفة مع الاطلاع اوبغیره اوبعد الوقت اولا فهذه سبعة سداسیات باثنین و اربعین والکل مائة واثنان [۱۶۲] وستون۔

**حکمه** تمت وینتقض تیممه الا ان اعطی۔

(۱۵) اعطی ثم منع و ملکه والماء باق هذا العطاء یحتمل انیکون بلا سؤال اوبعده عاجلا اوبعد وعد اوصمت اومنع و علی کل یکون قبل التیمم او الصلاۃ اوفیها اوبعدها بالاطلاع اوبدونه اوبعد الوقت۔

وبالجملة جمیع صور العطاء الاتیة فی سائر الاقسام الماضیة ومنها مؤثرات باحد الاثار الثلثة وهی کل القسم الاول اربعة وخمسون وثلثة اسباع الثانی ستة وثلثون لان العطاء قبل التیمم او الصلاۃ اوفیها وکل فی الوقت

ہوسکے کہ اس وقت سکوت دلیل منع ہے۔

اب پہلی دونوں ثلاثی میں سے ہر ایک بارہ، اور بعد والی دونوں سُداسی میں سے ہر ایک اٹھارہ، تو یہ ساٹھ [۶۰] صورتیں ہوئیں اور دو [۲] میں ضرب دینے سے ایک سو بیس [۱۲۰] ہوئیں۔

تیسری درمیانی باقی رہ گئی وہ یہ کہ وعدہ نماز میں ہو، تو اگر اس کے سوال پر نہ ہو تو احتمال ہے کہ بنا کے بعد وقت کے اندر یا بعد وقت دے یا نہ دے اور اگر اس کے سوال پر ہے تو استیناف نماز کی وجہ سے احتمال پیدا ہوا کہ از سرِ نو پڑھی جانے والی نماز کے بعد وقت میں بحالتِ اطلاع یا بلا اطلاع دے دے، یا بعد وقت دے یا نہ دے۔ یہ سات احتمالات ہوئے سب سُداسی ہیں تو بیالیس [۴۲] ہوئے اور کل ایک سو باسٹھ [۱۶۲] ہوئے۔

**حکم:** نماز تام ہے اور تیمم اس وقت ٹوٹ جائیگا اگر دے دے۔

(۱۵) دیا پھر منع کیا اور اس کی ملک اور پانی باقی ہے۔ اس عطا میں احتمال ہے کہ بلا سوال ہو یا بعد سوال فوراً ہو یا وعدہ یا خموشی یا انکار کے بعد ہو — اور بہر تقدیر یا تو دینا قبل تیمم ہوگا یا قبل نماز یا اندرونِ نماز یا بعد نماز بحالتِ اطلاع یا بلا اطلاع یا بعد الوقت۔

بالجملہ آنے والی عطا کی ساری صورتیں گزشتہ ساری اقسام میں ہیں — ان میں سے کچھ تینوں اثرات میں سے کوئی ایک اثر بھی رکھتی ہیں — اور یہ قسم اول کی سبھی ہیں جن کی تعداد چوّن [۵۴] ہے اور ثانی کی $\frac{۳}{۷}$ چھتّیس [۳۶] — اس لیے کہ عطا تیمم سے پہلے ہوگی یا نماز سے پہلے یا نماز کے اندر، اور ہر ایک وقت کے اندر

www.alahazratnetwork.org

بعد السؤال او بدونه او بعد الوقت فهی ثلثة فی کل والاولان ثلاثیان والثالث سداسی ونصف الرابع اربعة وعشرون وکل الخامس خمسة واربعون والسابع سبعة وعشرون والثانی عشر ثمانیة واربعون مجموعها مائتان واربعة وثلثون۔

ومنها ما لا یؤثر لکونه بعد الوقت وهو ثلث الثالث اثنا عشر وثلث السادس ثمانیة عشر لان فیه وجهین للعطاء ووجها لعدمه ونصف العطاء بعد الوقت فکان ثلث الکل۔

وربع الثامن ثمانیة عشر لان فیه وجها لعدم العطاء وثلثة وجوه للعطاء منها وجهان لما فی الوقت فکان لعدم الوقت ربع الکل ومن الثالث عشر ثمانیة واربعون مجموعها ستة وتسعون ومع المؤثرات ثلثمائة وثلثون فلتحزن فان هذه لا یفارق فیها المنع والعطاء فی الموقع اما فی الفریق الثانی فظاهر لان العطاء بعد الوقت فلا یکون المنع الا بعده۔

واما فی فریق المؤثرات فلان الفرض منعه قبل الاستعمال فان اعطی قبل التیمم لا یکون له ان یتیمم حتی یقع المنع بعد التیمم وان اعطاه قبل الصلاة لا یکون له ان یصلی حتی یقع فی الصلاة وقس علیه و

بعد سوال یا بلا سوال یا بعد وقت ـــــ تو ہر ایک میں یہ تین ہیں ـــــ اور پہلی دونوں ثلاثی ہیں تیسری سداسی ہے اور چہارم کی نصف چوبیس ٢٤ اور خامس کی سبھی پینتالیس ٤٥ اور سابع کی ستائیس ٢٧ اور بارھویں کی اڑتالیس ٤٨ ۔ کل دو سو چونتیس ٢٣٤ ۔

ان میں سے کچھ غیر مؤثر ہیں کیونکہ بعد وقت ہیں، یہ سوم کی تہائی بارہ ہیں اور ششم کی تہائی اٹھارہ ـــــ اس لیے کہ اس میں عطا کی دو شکلیں ہیں اور عدم عطا کی ایک شکل ہے اور نصف عطا بعد وقت تو کل کی تہائی ہوئیں۔

اور ہشتم کی چوتھائی اٹھارہ اس لیے کہ اس میں عدم عطا کی ایک صورت، اور عطا کی تین صورتیں ہیں۔ دو صورتیں اس کی ہیں جو وقت کے اندر ہو۔ تو عدم وقت کے لیے کل کی چوتھائی ہوئی اور تیرھویں سے اڑتالیس ٤٨ جن کا مجموعہ چھیانوے ٩٦ ہوگا ـــــ اور مؤثرات کے ساتھ تین سو تیس ٣٣٠ ۔ انھیں جمع کر لیا جائے کہ ان کے اندر منع و عطا میں موقع کا اختلاف نہیں۔ فریق ثانی میں تو ظاہر ہے اس لیے کہ عطا بعد وقت ہے تو منع بھی بعد وقت ہی ہوگا۔

اور فریق مؤثرات میں اس لیے کہ فرض یہ کیا گیا ہے کہ استعمال سے پہلے منع کر دیا ہو تو اگر تیمم سے پہلے دے دیا اسے تیمم کرنا روا نہ ہوگا یہاں تک کہ تیمم کے بعد منع واقع ہو ـــــ اور اگر نماز سے پہلے دے دیا تو اس کے لیے نماز ادا کرنا روا نہ ہوگا یہاں تک کہ منع اندرونِ نماز واقع ہو ـــــ اور اسی پر قیاس کر لیا جائے۔

منها ما في الوقت ولا يؤثر وهي ثلث السادس ثمانية عشر ونصف الثامن ستة و ثلثون ومن الثالث عشر ثمانية واربعون مجموعها مائة واثنان ففي هذه يمكن الافتراق لانه اذا اعطى في الوقت ولم يؤثر فله ان لا يستعمل لماء الآن و يدخره للوقت الآتي فيصح المنع قبل استعماله بعد الوقت فهذه تنقسم الى قسمين المنع في الوقت وبعده فتصير مائتين ۲۰۴ واربعة ومع المخزونات خمسمائة ۵۳۴ واربعة وثلثين هذه وجوه هذا القسم الخامس عشر.

**حكمه** اباحة التيمم الآن ان كان العطاء منعه ولا اثر له على مامضى من تيمم او صلاة بل ان كان فللعطاء السابق مجموع هذه الاقسام الخمسة تسعمائة واربعة وخمسون و مع السابقات الف وثلثمائة وثمانون والله تعالى اعلم.

## اضافة اخرى

**اقول** وههنا وجوه أخر فان احوال اربعة،

عطا، وعد، سكوت، منع۔

وقد ذكروا العطاء بعد المنع وذكرنا في وجوه قوانينهم العطاء بعد الوعد وبعد السكوت وزدنا المنع بعد العطاء فمن

اور ان میں سے کچھ وہ ہیں جو وقت میں ہوں اور مؤثر نہ ہوں ـــــ یہ ششم کی تہائی اٹھارہ ہیں اور ہشتم کی نصف چھتیس ۳۶، اور تیرھویں سے اڑتالیس۔ کل ایک سو دو ۱۰۲ ہیں۔ ان میں افتراق ہوسکتا ہے۔ اس لئے کہ اگر وہ وقت میں دے اور مؤثر نہ ہو تو اسے حق ہے کہ اس وقت پانی استعمال نہ کرے اور وقت آئندہ کے لیے ذخیرہ کر رکھے تو بعد وقت اس کے استعمال سے پہلے منع صحیح ہوگا۔ تو ان کی دو قسمیں ہوں گی ۱ منع اندرون وقت، ۲ منع بعد وقت تو دو سو چار ۲۰۴ ہو جائیں گی اور جمع شدہ کو ملا کر پانچ سو چونتیس ۵۳۴ ہوں گی یہ اس پندرھویں قسم کی صورتیں ہیں۔

**حکم**: اس وقت تیمم مباح ہوگا اگر عطا سے مانع ہے۔ اور گزشتہ تیمم یا نماز پر اس کا کوئی اثر نہیں۔ بلکہ اگر اثر ہوگا تو عطائے سابق کا ہوگا۔ ان پانچوں اقسام کا مجموعہ نو سو چون ۹۵۴ ہوا اور سابقہ قسموں کو ملا کر ایک ہزار تین سو اسی ۱۳۸۰ ہوا ـــــ اور خدائے برتر خوب جاننے والا ہے۔

www.alahazratnetwork.org

## اضافۂ دیگر

**اقول** یہاں کچھ اور صورتیں ہیں۔ اس لئے کہ حالتیں چار ہیں:

عطا، وعدہ، سکوت، منع۔

علما نے عطا بعد منع بھی ذکر کیا ہے اور ہم نے ان کے قوانین کی صورتوں کے اندر عطا بعد وعدہ و بعد سکوت بھی ذکر کیا ہے اور منع بعد عطا کا اضافہ کیا ہے۔ تو

وثالثها الوعد ثم الاباء والاباء ثم الوعد والسكوت ثم الاباء او الوعد فهذه اربعة تركيبات اُخر ثنائيات اما ما فوق الثنائی فلا امكان لاحصائه جل من احصی كل شئ عددا والاسترسال فی بیان تقاسیم هذه الاربعة ایضا مخرج عن القصد و من عرف تصرفنا فی ابانة الاقسام لم یعسر علیه فلنقتصر علی بیان الاحكام الكلیة بانین علی استظهاراتنا السالفة غیر قاطعی القول فیما یتعلق بابحاثنا۔

**فاقول** [1] اذا وعد ثم ابی فان كان الوعد قبل التیمم واذن لایكون الاباء ایضا الا قبله لان الوعد حاجز عن التیمم فهذا الاباء یبیح التیمم وان كان الوعد بعد التیمم نقضه فلا یعیده الاباء بل یجیز تجدیده وكذا ان كان فی الصلاة قطعها فلا یصلها الاباء بعده وان كان بعدها تمت الصلاة وزال ماكان یخشی علیه من جانب الوعد ان لم یظهر خلفه۔

[2] وان ابی ثم وعد فان وقع الوعد قبل تمام الصلاة نسخ الاباء ومنع ونقض وقطع وان وقع بعدها

اسی کے مقابل میں وعدہ[1] پھر انکار، انکار[2] پھر وعدہ، سکوت[3] پھر انکار، یا وعدہ بھی ہیں۔ تو یہ چار دوسری ثنائی ترکیبیں ہوئیں ـــ لیکن ثنائی سے اوپر تو ان کا شمار ممکن نہیں ـــ بزرگ ہے وہ جس نے ہر چیز کا شمار رکھا ہے۔ اب ان چاروں کی تقسیموں کی توضیح میں چلیں تو اعتدال سے باہر ہو جائیں گے۔ توضیح اقسام میں ہمارا تصرف جس نے سمجھ لیا اس کے لیے یہ مشکل نہ ہوگا۔ تو ہم احکام کلیہ کے بیان پر اقتصار کریں بنائے کلام ہمارے سابقہ استظہاروں پر ہوگی مگر جو ہماری ابحاث سے متعلق ہے اس میں ہم قطعی قول نہ کریں گے۔

**فاقول** (۱) جب وعدہ کرے پھر انکار کرے تو اگر وعدہ قبل تیمم ہو ـــ اور اس صورت میں انکار بھی قبل تیمم ہی ہوگا۔ اس لیے کہ وعدہ تیمم میں رکاوٹ ڈالتا ہے تو یہ انکار تیمم مباح کر دے گا ـــ اور اگر وعدہ تیمم کے بعد ہو تو اسے توڑ دے گا۔ تو انکار اسے واپس نہ لائیگا بلکہ اس کی تجدید جائز کر دے گا اسی طرح اگر وعدہ نماز کے اندر ہو تو نماز کو توڑ دے گا تو اس کے بعد انکار اسے جوڑ نہ دے گا ـــ اور اگر وعدہ بعد نماز ہو تو نماز تام ہے ـــ اور وہ زائل ہے جس کا وعدہ کی جانب سے خطرہ رہتا ہے کہ اس کے خلاف ظاہر ہو۔

(۲) اور اگر انکار کرے پھر وعدہ کرے تو اگر وعدہ قبل تکمیل نماز واقع ہوا انکار کو منسوخ کر دے گا اور مانع، ناقض اور قاطع ہوگا۔ اور اگر بعد نماز ہوا

www.alahazratnetwork.org

لم يؤثر لان العطاء بعد الصلاة لا يضر اذا كان بعد المنع فكيف بالوعد۔

وان (۳) سكت ثم ابی فالسكوت كان نفسه دليل الاباء والأن قد اتی الصريح۔

وان (۴) سكت ثم وعد فان كان السكوت يحتمل ان يكون له للاباء كما وصفنا فی ابحاثه فهذا الوعد جعل ذلك المحتمل متعينا فيعمل عمله من الأثار الثلثة و الا لا فصح التيمم وتمت الصلاة والله سبحنه وتعالٰی اعلم۔ وعلمه جل مجده اتم واحكم۔ وصلی الله تعالٰی علٰی سيدنا و مولٰنا محمد و اٰله وصحبه وابنه وحزبه و بارك وسلم۔ الٰی ابد الأبدين۔ فی كل اٰن وحين۔ والحمد لله رب العٰلمين۔

تو مؤثر نہ ہوگا اس لیے کہ بعد نماز عطا مضر نہیں جبکہ بعد منع ہو۔ تو وعدہ کا کیا حال ہوگا۔

(۳) اگر خاموش رہا پھر انکار کیا تو سکوت خود ہی دلیل انکار تھا اور اب تو صریح ہوگیا۔

(۴) اگر خاموش رہا پھر وعدہ کیا تو اگر سکوت میں یہ احتمال ہو کہ انکار کی وجہ سے نہ ہوگا جیسا کہ اس کی بحثوں میں ہم نے بتایا تو یہ وعدہ اس محتمل کو متعین کر دے گا۔ تو اپنا کام کرے گا کہ تینوں اثرات ڈالے گا۔ ورنہ نہیں تو تیمم صحیح اور نماز تام ہوگی۔

اور خدائے پاک و برتر خوب جاننے والا ہے، اس مجد بزرگ والے کا علم زیادہ تام اور محکم ہے، اور خدائے برتر کی طرف سے ہمارے آقا و مولی محمد اور ان کی آل، اصحاب، فرزند اور گروہ پر ہمیشہ ہمیشہ، ہر لمحہ و ہر آن درود اور برکت و سلام ہو۔ اور ساری تعریفیں سارے جہانوں کے مالک خدا کے لیے ہیں۔ (ت)

www.alahazratnetwork.org